

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188357

UNIVERSAL
LIBRARY

188357

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۵۴۵۹.۶

Accession No. ۱۴۲۲۲

Author

نام علی، محمد - ن - م

Title

موضع دو بیانی کی معاشی تحقیق

This book should be returned on or before the date last marked below.

موضع دوپٹی کی معاشی تحقیق

از
محمد ناصر علی ام اے (عثمانیہ)
لکچرار معاشیات جامعہ عثمانیہ

قیمت دو روپے

صفحہ	فہرست مضامین	سلسلہ نشان
الف	تعارف - مولوی محمد غوث صاحب مدیر تجلہ طیلسانین	۱
ب	پیش لفظ - مولوی حبیب الرحمن صاحب ناظم تجارت و حرفت سرکار عالی	۲
۱	مقدمہ	۳
۳	پہلی فصل زرعی آبادی	۴
۶	دوسری فصل زرعی آبادی یہ سلسلہ فصل سابق	۵
۳۳	تیسری فصل زرعی زمین	۲
۵۴	چوتھی فصل زرعی محنت	۷
۶۷	پانچویں فصل زرعی اصل	۸
۷۹	چھٹی فصل اصل یہ سلسلہ فصل سابق	۹
۹۶	ساتویں فصل - طریقہ ہائے کاشت - زرعی پیداوار اور زرعی فروخت	۱۰
۱۰۷	آٹھویں فصل زرعی مقرضیت	۱۱
۱۲۱	نویں فصل زرعی مقرضیت یہ سلسلہ فصل سابق	۱۲
۱۳۱	دسویں فصل اصلاحی تدابیر	۱۳
	ضمیمہ	۱۴

Checked 1968

تعارف

انجمن طیلسانیہ عثمانیہ کے ترجمان، مجلہ طیلسانیہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جامعہ عثمانیہ کے تعلیم یافتہوں اور بالخصوص طیلسانیہ کے علمی کارناموں کو منظر عام پر لایا جائے اور اس طرح اردو زبان کی خدمت بھی انجام دی جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے فی الحال ان مقالوں کے بشائع کرنے کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے جو جامعہ عثمانیہ کے مابعد طیلساں طلبہ، ام لے اور ام لیس سی کے امتحانوں کے لئے تحریر کرتے اور جن کو خود جامعہ عثمانیہ اور بیرونی جامعات کے اساتذہ تنقیدی نظر سے دیکھ کر منظور کرتے ہیں۔ توقع ہے کہ ان مقالوں کی اشاعت سے صحیح معنوں میں علم و ادب کی خدمت انجام پائیگی۔

اس مقالہ کے مصنف مولوی محمد ناصر علی صاحب ام لے ہیں جو اس وقت خود جامعہ کے شعبہ معاشیات میں محنت و سرگرمی سے معاشیات کے علم کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ توقع ہے کہ یہ مقالہ آئندہ کام کرنے والوں کے لئے رہبر ثابت ہوگا۔ یہ مقالہ قسط وار ایک عرصہ دراز تک مجلہ طیلسانیہ میں طبع ہونا اس لئے اس کی کتابت میں بعض جگہ خامیاں رہ گئی ہیں۔ اسی طرح مقالہ کے حاشیہ نویس بعض جگہ تصاویر کا حوالہ موجود ہے لیکن اس وقت ہلاک سازی میں جو مشکلات درپیش ہیں ان کے مد نظر تصاویر تیار نہ ہو سکیں ان سب باتوں کا افسوس اور زحمت ہے فقط

محمد غوث
مدیر مجلہ طیلسانیہ

پیش لفظ

ہندوستان میں عموماً اور ممالک محروسہ سرکاری میں خصوصاً دیہاتی باشندوں کی معاشی زندگی کے حقیقی حالات و اوضاع جو لاعلمی ہے وہ محتاج ثبوت نہیں یہ لاعلمی یوں تو کسی حالت میں درست نہیں سمجھی جاسکتی لیکن موجودہ زمانے میں جبکہ ہندو کی مختلف بعد دیہاتیوں کی حالت کی طرف سرکاری اور غیر سرکاری ادارے توجہ کرنے لگے ہیں اور ان کے معیار زندگی کو بلند کرنا مختلف اسکیمیں بنائی جلتے لگی ہیں، یہ ایک ناگزیر بات ہے کہ ہمیں ان کی معاشرت کے تمام پہلوؤں کے متعلق زیادہ سے زیادہ اور صحیح معلومات حاصل ہوں۔ اسی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر جب جامعہ عثمانیہ میں پہلی مرتبہ شعبہ معاشیات میں ام۔ اے کے امتحان کے لئے نصاب مرتب کیا جانے لگا تو اس میں پہلے سال کے لئے تو حسب معمول پرچوں کے ذریعہ امتحان مقرر کیا گیا لیکن آخری سال کے لئے یہ لازمی قرار دیا گیا کہ امیدوار پہلے سے مقرر کردہ خاص خاص عنوانات میں سے کسی عنوان پر مقالہ لکھے جو ذاتی تحقیقات پر مبنی ہو۔ اس سے ایک طرف تو ملک کے معاشی حالات کے متعلق مستند معلومات جمع ہوتی جائیگی اور دوسری طرف ملک میں ایسے نوجوان ہتیا ہوتے جائینگے جو آگے چلکر سرکاری یا قومی اداروں کے تحت بڑے بیانے پر معاشی تحقیقات کا کام انجام دے سکیں۔ زیر نظر مقالہ دراصل اسی کوشش کا ایک اولین اور کامیاب نتیجہ ہے جسکی بنا پر اس کے لائق مصنف محمد ناصر علی صاحب کو جامعہ عثمانیہ سے شعبہ معاشیات میں ام۔ اے کی ڈگری عطا کی گئی اس مقالے میں ممالک محروسہ کے ایک چھوٹے سے مقام یعنی موضع ۱۰ پٹی کے باشندوں کی معاشی زندگی سے متعلق تفصیلی حالات جمع کئے گئے ہیں جو اس وجہ سے بہت زیادہ قابل قدر ہیں کہ وہ محض سنی مسائی باتوں پر مبنی نہیں ہیں بلکہ مصنف کی ذاتی تحقیقات کا نتیجہ ہیں جو کئی ہسینوں ملک خود اس موضع میں رہ کر اور وہاں کے باشندوں میل جول پیدا کر کے کی گئی ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا پہلا اور ایک طرح سے رہنمایانہ کام ہے۔ نیز اس میں خشک اعداد و شمار کو حتی الوسع دلچسپ پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔ اس لئے امید ہے کہ پبلک اس کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گی۔ البتہ جنگ تعمیر کے لئے آج کل جو بنیادی مواد اکٹھا کیا جا رہا ہے اس سلسلے میں بھی ایسی معلومات جیسی کہ اس مقالے میں ہتیا کی گئی ہیں مفید ثابت ہونی چاہئیں۔ فقط

حبیب الرحمن

ناظم صنعت و حرفت سرکار عالی

حایت نگر۔ حیدر آباد دکن
دی ۵۲۴۳۵۲ نومبر ۱۹۴۳ء

مقدمہ

موضع دوپلی نعلقہ بو دھن ضلع نظام آباد صوبہ میدک سمت تلنگانہ ایک قدیم آبادی ہے۔ اس کی قدامت کا اندازہ ہمیں ان برجوں سے ہو سکتا ہے جو اس وقت مہندم صورت میں وہاں موجود ہیں۔ یہ موضع مستقر بو دھن اور ضلع نظام آباد کے تقریباً درمیان واقع ہے۔ ہر دو مقامات سے اس کی مسافت تقریباً (۹) میل ہے پس ایسٹ پو چارم سے اس کا فاصلہ تقریباً (۲) میل ہے۔ اس موضع کے شمال میں موضع کلپا پور، جنوب میں پو چارم و چیتا پور، مشرق میں جائنم بیٹھ و بابا پور اور مغرب میں رنجل و برہن پل واقع ہیں۔

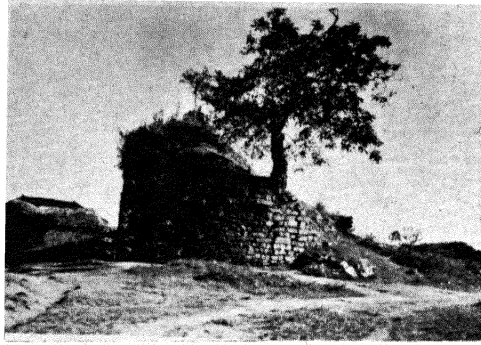
اس کا جملہ رقبہ (۳۰۲) مربع میل ہے۔ ۱۸۷۳ء میں اس کا شمار ۱۸۷۳ء کی مردم شماری کے مطابق یہاں کی آبادی (۱۱۵۳) نفوس پر مشتمل ہے۔

آئندہ فصلوں میں ہم موضع ہذا کے معاشی حالات کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بتائینگے کہ یہاں کے باشندے کس معیار پر زندگی بسر کر رہے ہیں، اگر معیار زندگی ادنیٰ ہے تو یہ دریافت کریں گے کہ آخر اس ادنیٰ معیار کے کیا وجوہ ہیں۔ بعد ازاں ان تدابیر پر غور کریں گے جن کے ذریعہ موجودہ معیار زندگی کو بلند کیا جاسکتا ہے گویا موجودہ مقالہ کا اہلی مقصد باشندگان موضع دوپلی کے ادنیٰ معیار زندگی کا مطالعہ کرنا اس کے وجوہ معلوم کرنا، اور اس کو بلند کرنے کے لئے موزوں و مناسب تدابیر پیش کرنا ہے۔

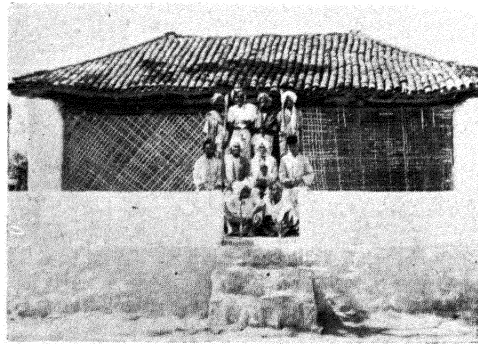
۱۔ دیکھئے تصویر ۱ دوپلی کا ایک مہندم برج۔

۲۔ مردم شماری بذات خود کی گئی ہے۔

اسی مقصد کے پیش نظر اُسندہ فصل میں ہم مسئلہ آبادی جس کو نہ صرف موضع ہذا بلکہ تمام ہندوستان میں نمایاں اہمیت حاصل ہے، کا مختلف نقاط نظر سے مطالعہ کریں گے جس سے اگر ایک طرف ہمارا اصلی مقصد پورا ہوگا تو دوسری طرف موضع ہذا کی آبادی سے متعلق دیگر ضروری امور کی تشریح بھی ہو جائیگی۔



(۱) موضع دوپلی کا ایک منہدم برج



(۲) موضع ووپلی کی جاوڑی

پہلی فصل

زرعی آبادی

۱۳۲۳ء تا ۱۳۲۹ء مطابق اکتوبر ۱۹۱۳ء تا اکتوبر ۱۹۱۹ء

۱۔ تاریخی پہلو | موضع دہلی کی آبادی سے متعلق ہمیں سب سے پہلے اعداد ۱۳۲۳ء (م اکتوبر ۱۹۱۳ء) سے ملتے ہیں۔ اس سال موضع کی جملہ آبادی ۱۰۳۲۲، بتلائی گئی ہے۔ لیکن چھ سال بعد یعنی ۱۳۲۹ء (م اکتوبر ۱۹۱۹ء) میں آبادی میں غیر معمولی تخفیف ہوگئی، اور وہ ۱۰۳۲۲ سے گھٹ کر ۸۸۷۷ ہوگئی۔ بالفاظ دیگر ۱۳۲۳ء (م اکتوبر ۱۹۱۳ء) کے مقابل ۱۳۲۹ء (م اکتوبر ۱۹۱۹ء) میں ۱۴۵ فیصد کمی ہوئی۔ اس تخفیف کی اہم وجہ ۱۳۲۷ء (م اکتوبر ۱۹۱۷ء) تا ۱۳۲۸ء (م اکتوبر ۱۹۱۸ء) اور ۱۳۲۹ء (م اکتوبر ۱۹۱۹ء) کی فطاسالی تھی۔ قلت خوراک کی وجہ سے اگر ایک طرف شرح پیدائش میں نسبتاً تخفیف ہوگئی تو دوسری طرف شرح اموات میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا۔ زیر بحث چھ سالوں میں بحیثیت مجموعی ۵۴۵ نفوس پیدا ہوئے اور ۱۲۵۵۵ نفوس فوت ہوئے۔ آبادی میں اگر ایک طرف شرح پیدائش کے مقابل

۷۵ فیصد فوٹو کا تعلق براہ راست یا بالواسطہ یا کلازراعت سے ہے لہذا فصل کا عنوان زرعی آبادی رکھا گیا ہے۔

۲۔ حالانکہ ۱۳۲۳ء تا ۱۳۳۳ء کے معمولی سالوں میں بحیثیت مجموعی ۹۸ نفوس پیدا ہوئے اور ۹۲ نفوس فوت ہوئے۔

شرح اموات کی زیادتی کی وجہ سے تخفیف ہوئی تو دوسری طرف توطن داخلی کے مقابل توطن خارجی (گومانی ہی) کی زیادتی کی بنا پر کمی ہوئی قلت غذا سے مجبور ہو کر باشندگان موضع کی ایک کثیر تعداد نے تلاش معاش کے لئے ترک مقام کیا۔ لہذا متذکرہ دو مخالفت اسباب کی بنا پر آبادی میں سرعت کے ساتھ تخفیف شروع ہوئی اور وہ ۱۹۲۳ء (م اکتوبر ۱۹۱۳ء) کے مقابل ۱۳۲۹ء (م اکتوبر ۱۹۱۹ء) میں ۴ فیصد گھٹ گئی۔

۱۹۲۹ء تا ۱۳۳۰ء مطابق اکتوبر ۱۹۱۹ء تا اکتوبر ۱۹۳۰ء

۱۳۲۹ء (م ۱۹۱۹ء) کے اختتام پر قحط سالی کے اثرات زائل ہوئے لگے اور وہ افسردہ جو قحط سالی کے زمانہ میں فکر معاش کی خاطر ترک مقام کئے تھے واپس ہونا شروع ہوئے۔ نتیجتاً آبادی میں پھر اضافہ ہو گیا چنانچہ ۱۳۳۰ء (م اکتوبر ۱۹۲۰ء) کی مردم شماری کے وقت یہاں کی جملہ آبادی ۹۷۰۰ تھی لیکن جب ۱۳۳۰ء (م اکتوبر ۱۹۳۰ء) میں دوبارہ مردم شماری کی گئی تو اس وقت تک جملہ آبادی ۱۳۳۰ء (م اکتوبر ۱۹۲۰ء) کے مقابل ۹۷۰۰ سے بڑھ کر ۱۴۴۰۰ ہو گئی گویا آبادی میں تقریباً ۴۱ فیصد کا اضافہ ہوا لیکن یہ حقیقی اضافہ نہ تھا۔

مقدام دہلی کا بیان ہے کہ آبادی میں اس غیر معمولی اضافہ کی اہم وجہ یہ تھی کہ ۱۳۳۰ء (م اکتوبر ۱۹۲۰ء) کی مردم شماری کے وقت نہر نظام ساگر کی تقسیم کا کام جاری تھا، اس کے سلسلہ میں وڈروں (مزدور پریشہ افراد کی ایک ذات) کی ایک کثیر تعداد موضع کی سوا میں مقیم تھی۔ لہذا ان تمام وڈروں کا شمار موضع ہذا کی آبادی میں کر لیا گیا۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس وقت وڈروں کی کوئی (۸۰) جمونڈ باقی تھیں۔ اگر ہم فی جمونڈی ۵ نفوس فرض کر لیں تو منجملہ (۱۴۴۰۰) نفوس کے (۴۰۰) کی آبادی وڈروں پر مشتمل ہو جاتی ہے۔ حالانکہ اس کا تعلق موضع کی حقیقی آبادی سے نہیں اس مفروضہ کے تحت ۱۳۳۰ء (م اکتوبر ۱۹۲۰ء) میں موضع کی حقیقی آبادی (کم و بیش) ۱۰۴۰۰ تھی اس لحاظ سے ۱۳۳۰ء (م اکتوبر ۱۹۲۰ء) کے مقابل ۱۳۳۰ء (م اکتوبر ۱۹۳۰ء) میں ۴۱ فیصد کے بجائے ۲ فیصد کا اضافہ ہوا۔

۱۳۳۰ء تا ۱۳۳۱ء مطابق اکتوبر ۱۹۳۰ء تا اکتوبر ۱۹۳۱ء

اگر ہم ۱۳۳۰ء (م اکتوبر ۱۹۳۰ء) کے اعداد کا مقابلہ ۱۳۳۱ء کے اعداد سے کریں تو

آبادی میں مزید اضافہ نظر آتا ہے۔ ۱۳۳۱ء دم اکتوبر ۱۹۳۸ء کی مردم شماری کے مطابق موضع کی زرعی آبادی ۱۱۳۱۱ ہے اس طرح ۱۳۳۱ء دم اکتوبر ۱۹۳۰ء کے مقابل موجودہ آبادی میں ۱۱۳ نفوس یا ۱۱ فیصد کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس اضافہ کے دو وجوہ ہیں۔ پہلا شرح اموات کے مقابل شرح پیدائش کی زیادتی۔ دوسرے توطن خارجی کے مقابل توطن داخلی کی زیادتی۔ جہاں تک کہ اموات و پیدائش کے اعداد کا تعلق ہے وہ حسب ذیل ہیں :-

سنہ فصلی	سنہ عیسوی	پیدا شدہ	فوت شدہ	اضافہ (+) یا تخفیف (-)
۱۳۳۱	اکتوبر ۳۲-۱۹۳۱	۸	۱۲	-۴
۱۳۳۲	۱۹۳۲-۳۳	۵	۲	+۳
۱۳۳۳	۱۹۳۳-۳۴	۹	۷	+۲
۱۳۳۴	۱۹۳۴-۳۵	۲۰	۲	+۱۸
۱۳۳۵	۱۹۳۵-۳۶	۱۰	۶	+۴
۱۳۳۶	۱۹۳۶-۳۷	۳۰	۹	+۲۱
۱۳۳۷	۱۹۳۷-۳۸	۱۶	۲۴	-۸
جلد		۹۸	۹۲	+۶

مندرجہ بالا اعداد کے دیکھنے سے واضح ہے کہ سوائے ۱۳۳۱ء دم اکتوبر ۱۹۳۱ء و ۱۳۳۷ء دم اکتوبر ۱۹۳۷ء کے باقی تمام سالوں میں شرح پیدائش، شرح اموات سے کچھ نہ کچھ بڑھی رہی خصوصاً ۱۳۳۶ء و ۱۳۳۷ء دم اکتوبر ۱۹۳۶ء-۳۷ء، اکتوبر ۱۹۳۶ء میں شرح اموات کے مقابل شرح پیدائش غیر معمولی زیادتی کی وجہ سے علی الترتیب (۱۸) اور (۲۱) نفوس کا اضافہ ہوا۔ بحیثیت مجموعی گذشتہ سات سالوں میں جلد ۸ نفوس پیدا ہوئے اور ۹۲ نفوس فوت ہوئے اس طرح شرح اموات کے مقابل شرح پیدائش کی زیادتی کی وجہ سے جلد ۳۶ نفوس یا ۳ فیصد سے کچھ زیادہ اضافہ ہوا لیکن اب یہ دیکھنا ہے کہ توطن خارجی کے مقابل توطن داخلی کی وجہ سے کس قدر زیادتی ہوئی۔

توطن داخلی و خارجی سے متعلق ہمیں کسی قسم کے اعداد نہیں ملتے، لہذا اس وقت کو رفع کرنے کے لئے

ہر بزرگ خاندان سے یہ دریافت کیا گیا کہ گذشتہ سات سالوں میں کتنے افراد ان کے مکان سے دیگر بیرونی مقامات کو مستقل منتقل ہوئے اس منتقلی کی کیا وجہ تھی اسی طرح یہ بھی دریافت کیا گیا کہ گذشتہ سات سالوں میں کتنے افراد دیگر بیرونی مقامات سے ان کے مکان کو دائماً منتقل ہوئے۔ اس منتقلی کی کیا وجہ تھی۔

ذکورہ سوالات کی بناء پر گذشتہ سات سالوں میں نطن داخلی و خارجی کے متعلق یہیں حسب ذیل معلومات فراہم ہوئے :-

۱۔ وہ افراد جو موضع ہذا سے گذشتہ سات سالوں میں تلاش معاش کی خاطر دیگر بیرونی مقامات کو مستقل منتقل ہوئے (۴۰)

۲۔ وہ افراد جو موضع ہذا سے گذشتہ سات سالوں میں شادی بیاہ کی وجہ سے دیگر بیرونی مقامات کو مستقل منتقل ہوئے (۲۸)

جلد منتقل شدہ افراد (۳۲)

۱۔ وہ افراد جو گذشتہ سات سالوں میں تلاش معاش کی خاطر دیگر بیرونی مقامات سے آکر موضع ہذا میں مستقل اقامت پذیر ہوئے (۳۸)

۲۔ وہ افراد جو گذشتہ سات سالوں میں شادی بیاہ کی وجہ سے دیگر بیرونی مقامات سے آکر موضع ہذا میں مستقل اقامت پذیر ہوئے (۳۵)

جلد وار دین (۷۳)

مندرجہ صدر تشریح سے ظاہر ہو رہا ہے کہ گذشتہ سات سالوں میں نطن خارجی کے مقابل نطن داخلی کی زیادتی (۲۲-۳۲) کی وجہ سے ۱۹۳۰-۳۱ء کے مقابل موضع ہذا کی موجودہ آبادی میں ۴۱ یا تقریباً ۴ فیصد (نفوس) کی زیادتی ہوئی۔

بحیثیت مجموعی شرح پیدائش و شرح اموات، نطن داخلی و نطن خارجی کے باہمی فرق کی

بنیاد پر ۳۲۵ + ۴۱ = ۷۷ یا ۳۵ + ۴۲ فیصد کی زیادتی ہوئی لیکن فی نفسہ اضافہ ۴۲ نفوس یا تقریباً ۱۱

فیصد کا ہے۔ گویا مزید ۱۱ افراد یا تقریباً ۴ فیصد اضافہ کے وجہ دریافت طلب ہیں اس اضافہ کو

ہم اضافہ وجہ نامعلوم قرار دے سکتے ہیں اس لئے کہ اس کے کوئی وجہ معلوم نہ ہو سکے۔

مندرجہ صدر اعداد سے ظاہر ہے کہ بلحاظ خاندان اور بلحاظ افراد ہندو مذہب کے لوگ سب سے زیادہ ہیں۔ واضح رہے کہ ہندو مذہب میں مختلف فرقوں :- کوئی، دھنگر، جملہ، موٹرواڑ، بھوئی، دیرواڑ، دھوبی، جھام، برہمن، کومٹی، بڑھئی، سنار، لوہار، کلال، درزی، منوروڑ، ایا دار، بڑوڑ، اور کمار کے شامل ہیں۔ ان میں سے بیشتر فرقے ایک دوسرے کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھاتے خصوصاً برہمن کسی کے ہاتھ کی پکی ہوئی غذا نہیں استعمال کرتے۔ البتہ برہمنوں کی دی ہوئی غذا سب لوگ استعمال کرتے ہیں۔

اچھوت افراد میں دھیڑ اور مانگ شامل ہیں۔ سماجی نکتہ نظر سے مانگوں کو سب سے ادنیٰ تصور کیا جاتا ہے۔ برعکس اس کے دھیڑوں کا رتبہ مانگوں سے بہتر ہے۔ لیکن جہاں تک اچھوت کا مسئلہ ہے ان دونوں فرقوں کو بالکل علیحدہ رکھا جاتا ہے۔

تقسیم آبادی بلحاظ جنس :- — بلحاظ جنس آبادی کو دو طرح پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مذکر اور مؤنث۔ (۱۱۵۴۱) افراد میں سے (۵۶۷) ذکور، اور (۵۸۷) اناث ہیں۔ گویا فی ہزار ذکور، اناث کی تعداد (۱۰۳۵) ہے۔ مندرجہ ذیل اعداد میں بعض اہم فرقوں میں ذکور و اناث کی تعداد دی گئی ہے۔ نیز یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ ہر فرقے میں ذکور اور اناث کا کیا تناسب ہے :-

نام فرقہ	جملہ تعداد نفوس	ذکور	اناث	فی ہزار ذکور و اناث کی تعداد
دھیڑ	۱۸۲	۸۴	۹۸	۱۱۶۷
کوئی	۱۵۶	۸۰	۷۶	۹۸۰
دھنگر	۱۱۵	۵۵	۶۰	۱۰۹۱
جملہ	۹۸	۵۱	۴۷	۹۲۳
موٹرواڑ	۱۰۱	۵۰	۵۱	۱۰۲۰
بھوئی	۹۰	۴۴	۴۶	۱۰۴۶
مانگ	۷۹	۳۹	۴۰	۱۰۲۶
دیرواڑ	۸۴	۳۹	۴۵	۱۱۵۴
دھوبی	۴۴	۲۸	۱۶	۵۷۱

۱۲۸۵

۱۸

۱۳

۳۲

۱ حجم

۱۰۸۳

۹۰

۸۳

۱۷۳

منفرد

مندرجہ بالا اعداد سے واضح ہے کہ سوائے چند فرقوں کے باقی تمام فرقوں میں ذکور کے مقابل اناث کی تعداد زیادہ ہے۔ لیکن جب ہم عمر کا مقابلہ کرتے ہیں تو ہر دو کا باہمی تناسب بتدریج گھٹتا جاتا ہے۔ (جوں جوں عمر کے مدارج بڑھتے جاتے ہیں) چنانچہ ذیل کے اعداد سے اس بیان کی تشریح ہوتی ہے:-

سال ذکور اناث فی ہزار ذکور اناث کی تعداد

۱۰ تا ۵ ۶۶ ۷۲ ۱۰۹۲

۵ تا ۱۰ ۶۹ ۷۸ ۱۱۳۰

۱۰ تا ۱۵ ۵۹ ۵۵ ۹۳۲

۱۵ تا ۲۰ ۴۳ ۴۴ ۱۰۰۰

۲۰ تا ۲۵ ۳۲ ۵۷ ۱۷۹۱

۲۵ تا ۳۰ ۸۰ ۹۷ ۱۲۸۱

۳۰ تا ۳۵ ۵۳ ۵۴ ۱۰۱۹

۳۵ تا ۴۰ ۴۶ ۴۵ ۵۴۳

۴۰ تا ۴۵ ۴۸ ۴۳ ۸۹۶

۴۵ تا ۵۰ ۳۱ ۱۱ ۳۵۵

۵۰ تا ۶۰ ۲۶ ۲۶ ۱۰۰۰

۶۰ تا ۷۰ ۱۱ ۱۳ ۱۲۷۳

۷۰ تا ۸۰ ۲ ۱۱ ۵۵۰۰

مندرجہ صدر اعداد سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ۲۰ تا ۲۵ سال کے بعد سے ۵۰ تا ۶۰ سال فی ہزار مرد کے مقابل عورتوں کی تعداد بالعموم گھٹتی جاتی ہے۔ ۲۰، ۱۰ اور ۲۵ سال کے درمیان فی ہزار مرد

نئی آبادی عورتوں کی تعداد ۷۸۱ ہے۔ لیکن ۱۲۵ اور ۳۰ سال کے درمیان یہ تعداد گھٹ کر ۱۲۸ ہو جاتی ہے۔ خصوصاً ۱۲۵ اور ۴۰ سال کے درمیان فی ہزار مرد عورتوں کی تعداد میں غیر معمولی کمی ہو جاتی ہے اور اب وہ صرف ۴۴ رہ جاتی ہے۔ ۵۰ تا ۶۰ سال کے درمیان اس تعداد کا تناسب بہت ہی کم ہو جاتا ہے یعنی یہ کہ فی ہزار مرد عورتوں کی تعداد صرف ۲۵ رہتی ہے۔

اس تخفیف کی اہم وجہ یہ ہے کہ آغاز شباب (۱۲ تا ۱۴ سال) کے بعد سے موضع ہذا کی عورتوں کو مختلف تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے چونکہ عام طور پر بچپن ہی میں شادی ہو جاتی ہے، لہذا آغاز شباب کے ساتھ ہی زن و شوہر میں ازدواجی تعلقات قائم ہو جاتے ہیں نتیجتاً نہ صرف مرد کسی میں باپ بن جاتے ہیں بلکہ عورتوں کو بھی کسی میں (۳۰ تا ۲۰) سال ہاں کار تہہ بلجاتا ہے جلد جلد زوجگیوں کی وجہ سے عورتوں کے قوی سرعت کے ساتھ منحل ہونے لگتے ہیں ایک طرف تو انہیں دودھ پلانا پڑتا ہے اور دوسری طرف تمام دن محنت شاقہ کرنی پڑتی ہے ان دو حالتوں کی موجودگی میں قلت غذا اُن کے لئے اور مضرت ثابت ہوتی ہے ان ہی واقعات کی بنا پر ترقی عمر کے مداح جو جوں بڑھتے جاتے ہیں ایک عمر معینہ (۴۵ تا ۵۰) تک فی ہزار مرد عورتوں کی تعداد گھٹتی جاتی ہے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ۵۰ تا ۶۰ سال کے بعد سے فی ہزار مرد عورتوں کی تعداد میں پھر غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے چنانچہ ۶۰ اور ۷۰ سال کے درمیان فی ہزار مرد عورتوں کی تعداد ۷۸۱ رہی ہے۔ ۸۰ اور ۹۰ سال کے درمیان فی ہزار مرد عورتوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے چنانچہ عمر کے اس درجے میں فی ہزار مرد عورتوں کی تعداد ۵۵۰ ہے۔

اس زیادتی کی وجہ یہ ہوتی چاہیے کہ عورتوں کے آرام کا زمانہ ۴۵ سال کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے۔ امور خانہ داری سے بوں سبکدوشی ہو جاتی ہے کہ گھر کی بھو بیٹی اس کو انجام دینے لگتی ہیں۔ جہان تک کہ مزدوری کو جائے کا تعلق ہے اس میں بھی پہلی سی پابندی باقی نہیں رہتی۔ ۵۰ سال کے بعد سے مزدوری کا کام کلیتاً بند ہو جاتا ہے البتہ بچوں کی سنبھال کا کام ان کے سپرد ہو جاتا ہے مگر یہ کہ اس آرام کی وجہ سے ان کی شرح اموات میں کمی ہو جاتی ہے اور اس طرح عمر کے آخری مدارج میں فی ہزار مرد عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔

تقسیم آبادی لہذا شادیاں وغیرہ : — آبادی کی ایک اور تقسیم شادی بیاہ کے لحاظ سے

کیجا سکتی ہے۔ ۱۱۵۴ افراد میں سے ۶۷۰ شادی شدہ۔ ۳۰۷ غیر شادی شدہ اور ۱۷۷ بیوہ اور نرعی آبادی بے زن ہیں۔ بالفاظ دیگر مجموعی آبادی کا لحاظ کرتے ہوئے ۵۸ فیصد افراد شادی شدہ اور ۵ فیصد بیوہ و بے زن ہیں۔ ذیل میں شادی شدہ اور بیوہ و بے زن افراد کا تجزیہ بلحاظ تذکیر و ثانیث دیا گیا ہے:-

تعداد ذکور	فیصد	تعداد اناث	فیصد
۳۴۰	۶۰.۶۰	۳۳۰	۵۶.۶۲
۱۶۰	۲۸.۶۲	۱۴۷	۲۵.۶۱
۶۷	۱۱.۶۸	۱۱۰	۱۸.۷۷
۵۶۷	۱۰۰.۰۰	۵۸۷	۱۰۰.۰۰

ان اعداد سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ۵۶.۶۰ ذکور میں سے ۳۴۰ یا ۶۰.۶۰ فیصد اور ۵۸.۷۷ اناث میں سے ۳۳۰ یا ۵۶.۶۲ فیصد شادی شدہ ہیں۔ بالفاظ دیگر فی ہزار ذکور تقریباً ۶۰۰ شادی شدہ ہیں اور فی ہزار اناث شادی شدہ نفوس کی تعداد تقریباً ۵۸۰ ہے جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ موضع زیر بحث میں شادی بیاہ کو کس قدر عمومیت حاصل ہے۔ ذیل میں شادی شدہ ذکور و اناث کا عمر و ارتجزیہ پیش کیا گیا ہے جس کے ذریعہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ مختلف مدارج عمر میں شادی شدہ افراد کی تعداد کیا ہے:-

عمر	شادی شدہ ذکور کی تعداد	فیصد	شادی شدہ اناث کی تعداد	فیصد
۵ تا ۹	۳		۲	
۱۰ تا ۱۴	۷	۹	۲۷	
۱۵ تا ۱۹	۲۱		۳۱	۱۲
۲۰ تا ۲۴	۲۱	۱۲	۳۱	
۲۵ تا ۲۹	۳۳	۳۰	۳۹	۲۹
۳۰ تا ۳۴	۷۲		۷۲	
۳۵ تا ۳۹	۳۹		۳۹	

۲۸	{ ۲۳ ۲۲	۳۵	{ ۲۹ ۲۷	۴۰ تا ۴۵
۲	{ ۲ ۴ ۱	۱۴	{ ۲۸ ۱۲ ۸	۴۵ تا ۵۰ ۵۰ تا ۶۰ ۶۰ تا ۷۰
۱۰۰	۳۳۰	۱۰۰	۳۴۰	جملہ

مندرجہ ذیل اعداد سے واضح ہے کہ ۳۴ شادی شدہ و ذکور میں سے فیصد افراد کی شادی ۵ سال سے کم عمر میں لگتی ہے اسی طرح فیصد انات کی شادیاں ۱۰ سال سے کم عمر میں لگتی ہیں۔ بچپن اور سنی کی شادی سے اس میں شک نہیں کہ والدین کی آرزو پوری ہوتی ہے لیکن قرض کی بدولت ان کی حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی ہے۔ مزید برآں آغاز شباب کے ساتھ ہی زن و شوہر میں ازدواجی تعلقات قائم ہو جانے کی بدولت ہر دو میں وقت مقررہ سے قبل اتارا ضحلال پیدا ہو جاتے ہیں خصوصاً کسنی کی زوجگیوں کی بدولت انات کی حالت سرعت کے ساتھ خراب ہونے لگتی ہے۔

تقسیم آبادی بلحاظ پیشہ: — آبادی کی ایک دوسری تقسیم پیشوں کے لحاظ سے کی جاسکتی ہے پیشہ کے لحاظ سے موضع زیر بحث کے افراد کو دو طرح پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ۱۔ غیر زراعت پیشہ۔ ۲۔ زراعت پیشہ۔ اولاً ہم غیر زراعت پیشہ افراد کی تفریح کر لیتے:۔

تفصیل غیر زراعت پیشہ خاندان فیصد بلحاظ مجموعی خاندان نفوس فیصد بلحاظ مجموعی آبادی

۱۔ خالص دستکار	۱۰	۴۵۱	۴۵	۳۵۹
۲۔ خالص ملازم سرکار	۲	۰۶۸	۴	۰۶۳
۳۔ خالص تجار	۲	۰۶۸	۶	۰۶۵
۴۔ بیک منگے	۴	۱۵۹	۱۰	۰۶۹
جملہ	۱۸	۷۰۳	۶۵	۵۵۹

۵۔ بنظر ہولت بیک منگے خاندانوں کو غیر زراعت پیشہ میں شامل کیا گیا ہے۔

سابقہ سال سے واضح ہے کہ غیر زراعت میں رہنے والے افراد ۸۸ خاندانوں یا ۶۵۱ نفوس پستل میں مجموعی خاندانوں کا لحاظ کرتے ہوئے آبادی ہوئے غیر زراعت میں رہنے والے افراد کا فیصد ۵۶ ہے۔
جہانگیر کہ زراعت میں آبادی کا تعلق ہے مجموعی آبادی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا فیصد ۴۴ ہے۔
ذیل میں جملہ زراعت میں رہنے والے خاندانوں کی تفصیل دی گئی ہے:-

تفصیل زراعت میں رہنے والے خاندان فیصد بطور مجموعی خاندان نفوس فیصد بطور مجموعی آبادی

۱	خالص زراعت میں رہنے	۶۱	۲۸۹	۳۶۰	۳۱۵
۲	اصل میں زراعت ذیلی طور پر دیگر پٹے	۷۲	۲۹۳	۳۷۵	۳۲۵
۳	اصلی طور پر دیگر پٹے	۲۹	۱۹۹	۲۲۸	۱۹۵
۴	ذیلی طور پر زراعت	۳۶	۱۳۶	۱۲۶	۱۰۹
۵	خالص زرعی مزدور	۲۲۸	۹۲۷	۱۰۸۹	۹۴۴

کارگذار و غیر کارگذار آبادی: — بطور مجموعی آبادی کا تجزیہ پیش کرنے کے بعد اب ہم یہ دریافت کرینگے کہ موضع بڑی میں کارگذار و غیر کارگذار افراد کی کیا تعداد ہے۔

کارگذار آبادی کو ہم دو طرح تقسیم کرینگے (الف) مذکور کارگذار آبادی (ب) مونٹ کارگذار آبادی۔

(الف) مذکور کارگذار آبادی کو معلوم کرنے کے لئے ہم نے ان تمام افراد خاندان کو جسکی عمر ۱۵ سال سے کم ہے غیر کارگذار قرار دیا ہے۔ میں میں ہنگ میں بعض فرقوں میں اور خصوصاً اچھوت خاندانوں کی اکثریت میں مذکور افراد خاندان ۸ سال ہی کی عمر سے کچھ دیکھنے لگتے ہیں لیکن ہم اس آمدنی کو نظر انداز کر دینگے اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ سب اچھوت خاندانوں کے لڑکے ۸ برس سے نہیں لگتے۔ دوسرے یہ کہ جن خاندانوں میں اس عمر کے لڑکے اگر ملازمت کرتے ہیں تو ان کی ملازمت پستل اور مسلسل نہیں ہوتی تیرہ سے کہ اپنی محنت سے جو آمدنی کہ وہ حاصل کرتے ہیں بہت ہی قلیل ہوتی ہے جو حقیقتاً نظر انداز کر دینے کے قابل ہے۔

جہانگیر دس اور پندرہ سال کے درمیان عمر کے افراد کا تعلق ہے ہم نے انھیں نیم کارگذار قرار دیا ہے۔
۱۹۱۰-۱۱ برس کے بعد اس موضع میں شاید ہی کوئی ایسا لڑکا ہو جو اپنا پورا وقت کھیل کود میں گزارے لڑکوں سے نہیں تو مجبوراً والدین کے ڈر سے اپنے طفلانہ کھیلوں کو خیر یا دیکھ کر کام کی طرف راغب ہونا پڑتا ہے۔ تاہم اس کا

لے کسی کارگذار فرد سے ہماری رادہ فرد ہے جو کم عمر میں شغل رہ کر کم از کم اتنی آمدنی حاصل کر سکتا ہو جو کلاس کی بچہ کے لئے عموماً کافی ہو سکے۔

برقی آبادی لڑکے عموماً جانور چراتے ہیں۔ جانور یا تو ذاتی ہوتے ہیں یا کسی مالک کے جوڑے کے دوسروں کے ہاں ملازم ہوتے ہیں وہ بحیثیت مجموعی اتنی آمدنی حاصل کرتے ہیں کہ جس کے ذریعہ موجودہ معیار زندگی پر کم از کم نصف ضروریات پوری ہو سکتی ہیں اس لئے ہم نے ان کو نیم کار گزار افراد میں شامل کیا ہے جب کہ ان لڑکوں کو جو دوسروں کے ہاں ملازم ہیں نیم کار گزار قرار دیا گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں جو ان ہی کے ہم عمر لڑکوں کو جو کہ ذاتی جانور چراتے ہیں اس زمرے میں شامل نہ کیا جائے۔

۵۰ تا ۵۹ سال کے درمیان جملہ افراد کو (بہ استثنائے معذوریں و گدگراں) کار گزار قرار دیا گیا ہے۔ پندرہ سال کے بعد لڑکے کو اس قابل سمجھا جاتا ہے کہ وہ کسب معاش میں کئی طور پر بزرگ خاندان کا ہاتھ بٹائے۔ پچاس سال کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اس عمر تک قوائے جسمانی مضمحل ہو جاتے ہیں اس کے بعد وہ جانمندی باقی نہیں رہتی جو کہ ۲۰ تا ۳۹ سالہ شخص میں باقی جاتی ہے۔

۶۰ تا ۶۹ سال کے درمیان عمر والے افراد کو کار گزار قرار دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ افراد کبھی عمر ۵۰ سال سے تجاوز کر گئی ہے کار گزار نہیں ہیں۔ کار گزار ضرور کہلائے جاسکتے ہیں لیکن کئی معنی میں نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ۵۰ سال کے بعد اعضاء سرعت کے ساتھ کمزور ہونے لگتے ہیں حتیٰ کہ ۷۰ سال بعد وہ بالکل ہی ازکار رفتہ ہو جاتے ہیں اس لئے ہم نے ۵۰ اور ۶۰ سال کے درمیان عمر والے افراد کو نیم کار گزار قرار دیا ہے۔

۶۰ اور ۶۹ سال سے زائد عمر والے افراد کو غیر کار گزار قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ ۶۰ سال بعد قوی بہت ہی مضحل ہو جاتے ہیں ۱۰ در کام کرنے کی قوت بالعموم مطلق باقی نہیں رہتی۔

مندرجہ ذیل دفعہ ذرات کے تحت موضع ہذا کی ذکور کار گزار نیم کار گزار اور غیر کار گزار آبادی حسب ذیل ہے:-

نفسد	تعداد	
۵۸	۳۲۹	۱۔ ذکور کار گزار افراد
۱۵	۱۵	۲۔ ذکور نیم کار گزار افراد
۲۷	۱۵۳	۳۔ ذکور غیر کار گزار افراد
۱۰۰	۵۶۷	جملہ

دب (مونث کار گزار آبادی)۔ مذکور کار گزار آبادی کو معلوم کرنے کے بعد اب ہم مونث کار گزار آبادی کی

نوعیت دریافت کریں گے۔

مونث کار گزار آبادی کو معلوم کرنے کے لئے ان تمام بیویوں اور لڑکیوں کو غیر کار گزار قرار دیا گیا ہے

جبکہ عمر ۱۲ سال سے کم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ۸ سال سے کم عمر والی صفتی بچیاں ہیں عام طور پر اپنا پورا وقت کھیل کود میں نہری آبادی گزارتی ہیں۔ ۸ تا ۱۳ سال کی عمر والی لڑکیاں خانہ داری کا مفید کام نہ درانجام دیتی ہیں لیکن مقامی حالات کا لحاظ کرتے ہوئے ہم ان کی محنت کا اندازہ زر کی شکل میں نہیں لگا سکتے تھوڑی دیر کے لئے اگر اس کا اندازہ لگا بھی لیا جائے تو جو آمدنی کہ وہ اس عمر میں حاصل کر سکتی ہیں وہ بہت ہی قلیل ہوتی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی پرورش کلیتہً ماں باپ کی کمائی پر ہوتی ہے لہذا تیرہ سال سے کم عمر والی تمام لڑکیوں اور بچیوں کو فیہ کار گزار گزار قرار دیا گیا ہے۔

۱۳ تا ۱۴ سال کے درمیان تمام عورتوں کو (سوائے معذورین۔ فقرا اور خالص خانہ داری عورتوں کے) کار گزار قرار دیا گیا ہے۔

۱۵ تا ۲۰ سال کی درمیان عمر والی عورتیں نیم کار گزار قرار دی گئی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ناکافی خوراک۔ غیر اصولی طریقہ رہائش کمائی کی رھائیوں اور کثرتِ کار کی وجہ سے اس عمر تک ان کی قوت کار گزار کی بہت کچھ کم ہو جاتی ہے۔

۲۰ سال کے بعد جملہ عورتوں کو غیر کار گزار تصور کیا گیا ہے جس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔

مذکورہ مفروضات کے تحت موضع ہڈ کی کار گزار نیم کار گزار اور غیر کار گزار مونث آبادی کا تجزیہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ مونث کار گزار آبادی	۲۳۵	فیصد
۲۔ مونث نیم کار گزار آبادی	۱۱	۲
۳۔ مونث غیر کار گزار آبادی	۳۴۱	۵۸
جملہ	۵۸۶	۱۰۰

اس سلسلہ میں مونث اہل مذکر کا گزار آبادی کا مقابلہ بھی ضروری ہے چنانچہ مندرجہ ذیل اعداد کے ذریعہ یہ بتلایا گیا ہے کہ ہر صنف آبادی میں کتنے کار گزار کتنے نیم کار گزار اور کس قدر غیر کار گزار افراد ہیں :-

۱۔ کار گزار افراد	۳۲۹	۵۸	۲۳۵	۴۰	فیصد
۲۔ نیم کار گزار افراد	۸۵	۱۵	۱۱	۲	
۳۔ غیر کار گزار افراد	۱۵۳	۲۶	۳۴۱	۵۸	
جملہ	۵۶۷	۱۰۰	۵۸۶	۱۰۰	

مندرجہ بالا اعداد کے تقابلی مطالعہ سے ظاہر ہے کہ مونث کار گزار آبادی کے مقابل مذکر کار گزار آبادی زیادہ ہے۔ فیصد ۵۸ مذکر کار گزار ہیں تو مونث کار گزار افراد کی تعداد ۴۰ فیصد ہے۔ گویا مذکر کار گزار آبادی کے مقابل مونث کار گزار آبادی ۱۸ فیصد کم ہے اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ موضع ہڈ میں کوئی ۴۴ فیصد عورتیں صرف خانہ داری کا کام انجام دیتی ہیں اور انھیں غیر کار گزار مونث آبادی میں شامل کیا گیا ہے۔ دیگر عورتوں کی طرح

اگر یہ عورتیں بھی خانہ داری کے علاوہ کھیتوں پر کام کرتیں تو مونٹ کا رگزار آبادی کا فیصد ۴۵ سے بڑھ کر ۵۰ ہو جاتا۔

جہاں تک کہ نیم کارگزار مونٹ آبادی کا تعلق ہے وہ بھی مذکور نیم کارگزار آبادی کے مقابل کم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تیرہ سال سے کم عمر والی جملہ بچیوں اور لڑکیوں کو غیر کارگزار قرار دیا گیا ہے حالانکہ دس سال کی عمر والے لڑکے نیم کارگزار تصور کئے گئے ہیں۔ مونٹ نیم کارگزار آبادی اس لئے بھی کم ہے کہ ۵۰ اور ۵۰ سال کے درمیان عمر والی عورتوں کی تعداد کم ہے اور اسی عمر والی عورتوں کو نیم کارگزار قرار دیا گیا ہے۔

جب ہم غیر کارگزار آبادی کا مقابلہ کرتے ہیں تو اس میں مونٹ غیر کارگزار آبادی زیادہ نظر آتی ہے۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ۱۳ سال سے کم عمر والی لڑکیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور یہ تمام لڑکیاں غیر کارگزار قرار دی گئی ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عمر کے آخری دو درجوں میں مذکور مقابل مونٹ زیادہ ہیں جو کہ ہمارے مفروضہ کے تحت غیر کارگزار آبادی میں شامل ہیں۔ اگرچہ مجموعی موضع ہڈکی کا رگزار نیم کارگزار اور غیر کارگزار آبادی کا حساب لگایا جائے تو معلوم ہو گا کہ جملہ ۴۹ فیصد کارگزار، ۸ فیصد نیم کارگزار اور ۴۳ فیصد غیر کارگزار ہیں۔

اگر ہم دو نیم کارگزار افراد کو ایک کارگزار فرد کے مساوی تصور کر لیں تو موضع کی جملہ کارگزار آبادی ۵۳ فیصد اور غیر کارگزار آبادی ۴۷ فیصد ہو جاتی ہے۔

موضع زیر بحث میں کارگزار آبادی کا فیصد ۵۳ لئے زیادہ ہے کہ یہاں کے باشندوں کی قوت پیداوری بحیثیت مجموعی بہت محدود ہے۔ یہاں کا ایک کارگزار فرد زیادہ ہے زیادہ اس قدر آمدنی حاصل کر سکتا ہے جو اس کی شدید ضروریات زندگی کے لئے ملتی ہوئی ہے۔ قوت پیداوری کی تحدید افراد خاندان کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ جہاں تک ہو سکے جملہ کمائے کے قابل بنیں اور حتی الامکان زیادہ سے زیادہ عمر تک کام کرتے رہیں۔

کارگزار آبادی کی اس زیادتی کی بناء پر اگر ایک طرف یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ بحیثیت مجموعی باشندوں کی قوت پیداوری محدود ہے تو دوسری طرف یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یہاں کا معیار زندگی بحیثیت مجموعی پست ہے کیوں کہ پست معیار زندگی کی ایک اہم نشانی یہ ہے کہ افراد خاندان بہت جلد کمائے کے قابل ہوتے ہیں اور اپنی کمائی سے نہایت ہی ادنیٰ معیار پر اپنا اور اپنے چند متعلقین کا پیٹ پال سکتے ہیں۔ معیار زندگی کا مسئلہ چونکہ بہت اہم ہے اس لئے اس کا مفصل حال دوسری فصل میں بیان کیا جائیگا۔

دوسری فصل

زرعی آبادی (بہ سلسلہ سابق)

ادنیٰ معیار زندگی اور اس کا مفہوم | سابقہ فصل کے آخری پارے میں لکھا گیا ہے کہ موضع ہذا کے باشندوں کا معیار زندگی پر عیشیت مجموعی ادنیٰ ہے لیکن اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس ادنیٰ معیار زندگی کیا مراد ہے اور اس کو جانچنے کا ہمارے ہاں کیا معیار ہے۔

ادنیٰ معیار زندگی ہے ہماری مراد ایسا معیار زندگی ہے جو کہ ایک کار گزار، متمدن اور مہذب جماعت یا قوم کے نمایان نشان ہو۔ پھر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ وہ کونسا معیار زندگی ہے جو کہ کار گزار، متمدن اور مہذب جماعت یا قوم کے نمایان نشان ہو سکتا ہے اس قسم کے معیار سے ہماری مراد ایسا معیار رہائش ہے جس پر زندگی بسر کرنے سے وہ تمام ضروریات اور چند واجبی تعینات پوری ہوتی ہیں جو کسی جماعت یا قوم کی قوت کا گزاری، معیار تہذیب، معیار تمدن اور معیار آرام کو بڑھانے یا برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ اسی معیار رہائش کو ایک کار گزار معیار زندگی کے نام سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ موضع ہذا کے باشندوں کا معیار زندگی بحیثیت مجموعی ادنیٰ ہے تو اس وقت ہمارا یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہاں کے باشندے ایک کار گزار معیار رہائش (جس کی ہم نے ابھی تعریف کی ہے) کے مقابل بہت ہی گریے ہوئے معیار پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔

درباری کھانا

ذیل میں ہم موضع زیر بحث کے باشندوں کی دالت، غذا، لباس، معیار زندگی کو جاننے کے ذرائع (ج) مکان اور (د) نوعیت تعلیم کے حالات دریافت کریں گے کیونکہ یہی چار اہم ذرائع ہیں جن کی بدولت کسی جماعت یا قوم کے معیار زندگی کو جاننا جاسکتا ہے۔

دالت، غذا:۔ صحت اور قوت کا رگزارسی کو بڑھانے یا برقرار رکھنے کے لئے متوازن قسم کی غذا کا استعمال ضروری ہے۔ متوازن غذا سے روزمرہ کی وہ مستقلہ غذا مراد ہے جس میں صحت اور قوت کا رگزارسی کو بڑھانے یا برقرار رکھنے والے جملہ اجزاء غذائیت ایک موزوں تناسب میں پائے جاتے ہیں۔ پریسڈنسی بے بی اینڈ ہلت ویک ایسوسی ایشن نے اپنے جاری کردہ پمفلٹ میں بتلایا ہے کہ کمترین مصارف کے ساتھ ایک شخص کی ماہانہ یا روزانہ غذا حسب ذیل جدول کے مطابق ہو سکتی ہے:۔

ردیف	کے	بجٹ	ایک شخص کی ماہانہ مقدار خوراک	ایک شخص کی روزانہ غذا کا حساب						بجٹ
				پنڈ	ادس	کے کسی روزانہ مقدار خوراک		پنڈس (دگر اوسوں میں)		کے
						اچھا	ٹھیک	اچھا	کم	
۱	چاول	۳	۱۲	۲	-	۳۵۸	-	۰۷۶	-	۵۲۰۱۸
۲	دالیں	۲	۸	۲	-	۹۵۲۰	-	-	-	۸۹۵۲۰
۳	دائیں	۱	۶	-	-	۱۵۹۰	-	۱۵۲۰	-	-
۴	دائیں	۲	۲	۱۱	-	-	-	۲۵۱۱	-	۲۲۲۵۳۷
۵	دائیں	۲	۲	۱۵۲	-	-	-	-	-	۳۳۵۰۰
۶	دائیں	۱	۸	۰۵۸	-	-	-	-	-	-
۷	دائیں	-	۱۵	۰۵۵	-	-	-	-	-	-
۸	دائیں	۱	۱۴	۱	-	-	-	-	-	-
۹	دائیں	۱	۱۴	۱	-	-	-	-	-	-
۱۰	دائیں	۱	۱۴	۱	-	-	-	-	-	-

زری آبادی

ردیف	نوع	تعداد	ایک شخص کی ماہانہ مقدار خوراک		ایک شخص کی روزانہ غذا کا حساب						
			پونڈ	اونس	فیکس روزانہ مقدار خوراک		پروٹینس دیگر اموں میں		چربی		
					ادھ	اچھا	ٹھیک	کم	اچھا	کم	
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱۲۶	-	-	۱۵	-	۵۵	-	-	-	۱۵۰۰	-	-
۱۲۰	۳۶۹۰	-	۸	۷	۵۴	-	-	-	۸۵۷	-	-
۶۰	۶۶۰	۵۶۸۰	-	۵۵	-	-	-	-	۶۶۰	-	-
۵۵	۷۳۲۵	-	۱۵	-	۵۵	-	-	-	۵۷۵	-	-
۱۲۵	-	-	۱۲	۳	۳۵۰	-	-	-	۶۵۰۰	-	-
۱۵۰	۳۸۶۲۵	-	۱۲	۲	۱۵۵	-	-	-	-	-	-
۲	۱۸۶۹۰	-	۴	۱۱	۶۵۰	-	-	-	۵۱۹	-	-
۴۲	۷۶۲۰	-	۴	۱۱	۶۵۰	-	-	-	۵۱۹	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-

مجموعہ - - ۴۸۵۷۵ ۲۵۴۶۶ ۲۷۴۴۵ ۶۶۵۸۹ ۲۵۵۱۱ ۲۷۴۴۵ ۴۹۸۵۷ ۳۲۶۱

۳۲۶	۴۹۸۵۷	۹۵۱۹	۱۱۵۱۵	۴۵۷۵	دس فی صد تخفیف برائے خرابی
۲۹۳۵	۴۴۸۵۸۸	۸۴۵۷۲	۱۰۳۵۵۲	۴۳۵۸۸	باقی

مندرجہ ذیل رقم سے واضح ہو رہے کہ اگر حسب صراحت روزانہ مختلف قسم کی اشیاء بطور غذا استعمال کی جائیں تو ۵۲۰۳۵ گرام پروٹینس - ۸۲۵۷۲ گرام چربی - ۴۸۵۷۲ گرام کاربوہائیڈریٹ اور ۲۹۳۵ کلو ریز حاصل ہو سکتے ہیں جن کی بدولت ضروری گرمی اور قوت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موضع مذکور کے باشندوں کو اس نوعیت کی غذا دستیاب نہیں ہوتی۔

عام طور پر چاول استعمال کئے جاتے ہیں، اس لئے کہ چاول یہاں کی سب سے اہم پیداوار ہے۔ جو ابھی استعمال کی جاتی ہے لیکن محدود مقدار میں۔ البتہ خستہ حال خاندان بیشتر جو اور کمتر چاول استعمال کرتے ہیں۔ گیہوں کا استعمال صرف عیدین کے موقع پر کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ گیہوں ایک قیمتی پیداوار ہے۔

دالوں میں سب سے زیادہ غومیت اڑد کو حاصل ہے کیونکہ اڑد دالوں کے مقابل ہی اڑدال دال ہے۔ مونگ، چنے اور تور کا استعمال صرف چند خاندانوں تک محدود ہے۔ اس لئے کہ یہ دالیں نسبتاً گراں ہوتی ہیں۔

چاول اور جواری طرح یہاں کی عام استعمال کی اشیاء، تنک، مرچ، پیاز اور اڑائی ہیں انھیں اشیاء کے ذریعہ معمولی قسم کے ساگ سالن تیار کئے جاتے ہیں اور ان میں جس کو شہری آبادی کی اکثریت ذائقہ کی افزائش کے لئے ناگزیر طور پر استعمال کرتی ہے، وہ یہاں کی اکثریت عیدین کے موقع پر بھی ان کا استعمال نہیں کر سکتی۔ وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں گراں ہوتی ہیں۔ مزید برآں وہ یہاں ان کے استعمال کے عادی بھی نہیں ہوتے۔

سبز یوں میں جھنگلی بھاجیوں کا استعمال عام ہے خصوصاً موسم باراں میں اس قسم کی سبزیاں زیادہ مقدار میں استعمال کی جاتی ہیں و دفعہ رہے کہ یہ سبزیاں مفت حاصل کی جاتی ہیں، دیگر قسم کی سبز یوں (مثلاً پالک وغیرہ) کا استعمال بالکل مفقود ہے۔ اول تو یہ سبزیاں بہت کم دستیاب ہوتی ہیں۔ دوسرے ان کی قیمت بھی گراں ہوتی ہے۔ خوش حال طبقہ میں بگبن، تڑئی، آلو وغیرہ کی ایک محدود مقدار استعمال کی جاتی ہے۔

انڈے۔ مرغی اور گوشت کا روزمرہ استعمال بالکل مفقود ہے۔ انڈے عام طور پر فروختہ کر لئے جاتے ہیں گوشت عموماً عیدین کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ خوش حال افراد ہر آٹھویں دن (جبکہ بازار لگتا ہے) گوشت کا استعمال کرتے ہیں۔ چھیلی کا استعمال عام ہے کیونکہ چھیلی مقامی طور پر ارزاں دستیاب ہو سکتی ہے۔ روغنیاں میں صرف تیل استعمال کیا جاتا ہے۔ روزمرہ کی غذا میں گھی کا استعمال بالکل مفقود ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ گھی بہت ہی گراں شے ہے۔ جن لوگوں کے ہاں دودھ ویسے والے جانور ہیں وہ بھی گھی فروخت کر دیتے ہیں۔ چونکہ دودھ عام طور پر گھی بنانے کی خاطر دہی میں تبدیل کر دیا جاتا ہے

اس لئے ولہ کا استعمال بھی محدود ہے۔ البتہ چھانچ ضرور استعمال کی جاتی ہے۔ دیہات کے خستہ حال زرعی آبادی خاندانوں کو دہی تو کچا چھانچ بھی استعمال کے لئے نہیں ملتی (حالانکہ دیہات میں دودھ اور دہی کی بہتات ہونی چاہیے تھی)۔

میٹھے کھانے عام طور پر عیدین کے وقت استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ کھانے عموماً گڑ سے تیار کیے جاتے ہیں۔ ذیل میں ہم اس موضع کے ایک متوسط احوال دیہاتی کی غذا کا جدول پیش کریں گے جس میں بتلایا گیا ہے کہ فی ماہ مختلف قسم کے اشیاء کن مقداروں میں صرف کی جاتی ہیں مان اشیاء کا روزانہ اوسط کیا ہے اس اوسط کا کچا ذکر کرتے ہوئے ایک متوسط احوال شخص کو روزانہ اوسطاً کس قدر اجزاء کی غذایت حاصل ہوتے ہیں:-

بج	مقدار	ماہانہ مقدار	اوسط مقدار روزانہ	ایک متوسط احوال دیہاتی کی روزانہ غذا اور اس کے اجزاء کی غذایت					کیلو ریز
				چربی (گرامس)	پروٹینس (گرامس)	کاربوہائیڈریٹ (گرامس)	کالریز	کالریز	
۱	چاول	۳۰	-	۱۳	۱۶	۳۹۵۵	۳۵۳۰۸	۱۵۷۱۵۲	
۲	جوار	۱۵	-	۹	۸	۲۳۵۶	۹۳۲۹	۸۰۸۵۷۰	
۳	وال اٹو	۱	۱۳	۲	۱	۶۵۸۲	۰۳۳۴	۱۱۸۵۱۷	
۴	دہی	-	۱۵	-	۸	۵۱۱	۰۵۱۵	۲۵۶۵	
۵	چھانچ	۱	۱۲	-	۲	۵۷۹	۰۵۸۳	۱۶۷۷۸	
۶	مچھلی	۱	۱۲	۱	۱۰	۶۱۰	۰۳۴۶	۲۸۵۵۷	
۷	سبزیاں	۱	۱۳	مفت	-	۱۷۷۳	۰۳۲۹	۲۷۷۷۷	
۸	مرچ	۱	۱۳	۵	۲	۴۵۴	۱۷۷۶	۲۹۷۵۹	
۹	املی	۱	۱۳	۱	۷	۵۸۵	۵۰۴	۸۰۷۳۷	
۱۰	پیاز	۳	۱۲	-	۲	۱۷۲۰	۵۰۴	۳۳۷۵۰	
۱۱	تیل	۱	۱۳	۵	۲	-	-	-	
۱۲	ٹھک	۱	۱۳	-	۲	-	-	-	

۲۷۳۳۹۲	۵۹۱۷۳۹	۱۶۷۹۱	۸۳۱۰۷	۳۳۷۵	۸	۱۲	۳	۱۳	۶۲	مجموعہ
۲۷۶۷۵۰	۵۹۷۱۴	۱۷۷۰	۸۷۴۱	۳۷۵						دس فی صد کمی برائے خرابی
۲۳۸۸۷۲	۵۳۷۲۵	۱۵۷۲۱	۷۵۷۲	۳۰۷۰						باقی

مندرجہ بالا تجزیہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ توازن فی نقطہ نظر سے ایک شخص کو جس قدر مقدار غذا ملنی چاہیے وہ موضع ہذا کے متوسط الحال افراد کو نہیں ملتی چنانچہ ذیل کے تقابلی مطالعہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو جائے گا۔

تفصیل	مقدار غذا	پروٹینس	چربی	کاربوہائیڈریٹ	کیلوریز
معیاری غذا جو کہ روزانہ ملنی چاہیے	۳۳۵۸۸	۱۰۳۱۵۲	۸۲۵۷۲	۲۳۸۵۸۸	۲۹۳۵
وہ غذا جو روزانہ ملتی ہے	۳۰۶۰	۷۵۶۶	۱۵۶۲۱	۵۳۲۵۲۵	۲۲۸۸
معیاری غذا کے مقابل مستعملہ غذا کی کمی	(-)	(-)	(-)	(+)	(-)
(-) یا زیادتی (+)	۱۳۶۸۸	۲۷۵۸۶	۶۷۱۵۱	۸۳۱۳۷	۴۴۷

ان اعداد کے دیکھنے سے واضح ہے کہ ایک شخص کی روزانہ معیاری غذا کی مقدار ۳۳۵۸۸ اونس قرار دی گئی ہے لیکن وہ صرف ۳۰۶۰ اونس یا تقریباً ۳۲ فی صد کم ہے اسی طرح کاربوہائیڈریٹ کے سوائے دیگر تمام اجزائے غذائیت کم مقداروں میں حاصل ہوتے ہیں۔

پروٹینس جس کو غالباً تمام اجزائے غذائیت میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے تقریباً ۲۷ فی صد کم ملتی ہے چربی جس میں اہم حیاتیات (وٹامنس) پائے جاتے ہیں تقریباً ۸۲ فی صد کم ملتی ہے۔ مانا کہ مستعملہ تیل کا حساب (اعداد نہ ملنے کی وجہ سے) نہیں لگایا گیا ہے لیکن اس کے باوجود چربی کی غیر معمولی کمی سے اٹکا نہیں کیا جاسکتا۔ کاربوہائیڈریٹ (جس کی وجہ سے جسم کو قوت حاصل ہوتی ہے) اس میں شک نہیں کہ تقریباً ۱۹ فی صد زیادہ مقدار میں ملتا ہے لیکن زیادتی کی بنا پر غذا غیر متوازن ہو جاتی ہے۔ جہاں تک کیلوریز کا تعلق ہے وہ بھی معیاری مقدار کے مقابل ۵۷ فی صد کم ملتے ہیں۔ کیلوریز کی کمی سے جسم کو کافی گرمی نہیں ملتی اور انسان سست و کاہل رہتا ہے۔

اس تشریح کے بعد اب ہم یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ موضع ہذا کے متوسط الحال خاندانوں (جو کہ جملہ خاندانوں کا لحاظ کرتے ہوئے ۵۷ فی صد ہیں) کے افراد کو اس میں شک نہیں کہ پیٹ بھر غذا

ضرورت ملتی ہے لیکن معیاری نقطہ نظر سے وہ ایک صحت بخش غذا نہیں۔

متوسط احوال خاندانوں کے علاوہ ۶ فی صد خاندان ایسے ہیں جن کو مقامی حالات کا لحاظ کرتے ہوئے خوش حال کہا جاسکتا ہے۔ باقی ۳ فی صد خاندان خستہ حال ہیں۔ یعنی یہ کہ ان کی معاشی حالت بہت ہی ناگفتہ بہ ہے۔

خوش حال خاندانوں میں متوسط احوال خاندانوں کے مقابل کسی قدر اچھی غذا استعمال کی جاتی ہے۔ مچھلی زادہ مقدار میں صہ نہ کی جاتی ہے۔ وہی کا استعمال بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ہر آٹھویں دن جبکہ بازار لگتا ہے، عموماً گوشت بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اٹو کے علاوہ دال مونگ اور تور بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ ذیل کی جدول میں ایک خوش حال شخص کی غذا کا ماہانہ حساب پیش کرتے ہوئے بتلایا گیا ہے کہ روزانہ مقدار غذا کا اوسط کیا ہے۔ معیاری غذا کے مقابل اس غذا کا کیا حال ہے۔

ردیف	نوع	ماہانہ مقدار	قیمت				ایک خوش حال دیہاتی کی روزانہ غذا اور اس کے اجزائے غذائیت				
		پونڈ	اونس	روپیہ	آنے	پائی	فی کس وزن اوسط مقدار غذا	پروٹین (دکراس)	چربی (دکراس)	کاربوہائیڈریٹ (دکراس)	کیلوریز
۱	چاول	۳۰	-	۱	۱۳	-	۱۶	۳۵۵۵	۳۶۹۹	۳۵۲۵۰۸	۱۵۴۸۵۲
۲	جوار	۱۵	-	-	۹	۳	۸	۲۳۵۶	۹۳۲۹	۱۸۰۳۳۰	۸۰۸۵۰۰
۳	دال بھونج	۳	۱۲	-	-	-	۲	۱۳۶۹۳	۰۳۶۲	۳۳۳۳۰	۲۳۶۳۳
۴	دہی	۳	۱۲	-	-	۸	۲	۰۰۳۴	۰۳۶۰	۰۰۳۶۶	۱۰۳۶۰
۵	چھچھ	۱	۱۳	-	-	۳	۱۵۰	۰۰۳۶۹	۰۳۸۳	۰۱۵۵۰	۱۶۳۶۸
۶	مچھلی	۳	۱۲	-	-	۸	۲	۱۲۶۲۰	۰۳۹۲	-	۵۶۱۱۴
۷	گوشت	-	۸	-	-	۹	۸	۸۵۲۳	۷۳۳۸	-	۸۵۵۸
۸	سبزیاں	۱	۱۳	-	-	-	۱۵۰۰	۱۵۶۳	۰۳۲۹	۳۵۵۴	۲۷۷۷
۹	مرچ	۱	۱۳	-	-	۵	۳	۳۵۵۴	۱۵۷۶	۸۶۹۳	۶۹۵۹
۱۰	اٹلی	۱	۱۳	-	-	۷	۱۵۰	۰۳۸۵	۰۳۰۳	۱۹۶۱۷	۸۰۳۳۷
۱۱	پیاز	۳	۱۲	-	-	۲	۴	۱۳۲۰	۰۳۰۳	۷۵۵۲	۳۳۵۵۰
۱۲	نیل	۱	۱۳	-	-	۵	۴	-	-	-	-
۱۳	چائے	۱	۱۳	-	-	۲	-	-	-	-	-

۲۹۳۶۷۷۷	۶۰۹۱۱	۲۵۵۵۶	۱۰۵۷۳	۳۸۵۲۶	۲	۴	۳	۱۲	۷۰	جلد
۲۵۳۳۶۸	۶۰۹۱۲	۲۵۵۶	۱۰۵۵۸	۳۵۸۳	...	...	...	...	...	دس فی صد کمی برائے خورانی
۲۶۳۳۶۹	۵۴۸۱۹	۲۳۵۰۰	۹۵۱۱۵	۳۳۵۳۳	...	...	...	...	...	وہ غذا جو روزانہ ملنی چاہیے
۲۹۳۵۵۰۰	۲۴۸۱۸۸	۸۶۶۶۲	۱۰۳۵۵۲	۳۳۱۸۸	...	...	...	...	...	معیاری غذا جو ملنی چاہیے
۲۹۱۱۹۱	۹۹۵۳۱	۵۹۷۷۲	۸۵۳۷	۹۵۴۵	...	...	...	...	...	مستقلہ غذا کی کمی (-) یا زیادتی (+)
(-)	(+)	(+)	(-)	(-)						

رعی آبادی

مندرجہ بالا اعداد سے ظاہر ہو رہا ہے کہ خوش حال خاندانوں کی غذا بھی معیار سی غذا کے مطابق نہیں۔ ہمارے معیار کے مطابق فی کس روزانہ تقریباً ۴۴۳ گرام، اور سی غذا ملنی چاہیے لیکن صرف ۴۴۳ گرام، اور سی ملتی ہے۔ گویا روزانہ تقریباً ۱۰۰ گرام کم غذا ملتی ہے۔ اس لحاظ سے پرنٹس۔ چربی اور کیلوریز کی مقداریں بھی کم ہیں۔ مانا کہ کاربوہائیڈریٹ معیار سے زائد مقدار میں ملتا ہے لیکن اس کی وجہ سے غذا کی نوعیت اور ذیادہ غیر متوازن ہو جاتی ہے۔

متوسط الحال اور خوش حال اشخاص کی غذا کا حساب پیش کرنے کے بعد اب ہم ایک خستہ حال شخص کی غذا کا حال معلوم کریں گے :-

نمبر	اشخاص	ماہانہ مقدار				قیمت				روزانہ مقدار			
		پونڈ	اونس	روپیہ	آنے	پائی	فی کس روزانہ	پروٹینس	چربی	کاربوہائیڈریٹ	کیلوریز	پروٹینس	چربی
۱	چاول	۴	۸	-	۴	۶	۲	۹۳۲	۰۰۹۲	۸۸۵۰۲	۳۹۳۰۶۵	۹۳۲	۰۰۹۲
۲	جوار	۳۰	-	۱	۲	۵	۱۶	۴۱۱۲	۱۸۵۸	۳۶۰۵۶۰	۱۶۱۶۵۰	۴۱۱۲	۱۸۵۸
۳	دال	-	۱۵	-	۱	-	۰۰۵	۳۱۳	۰۰۱۸	۸۵۵۶	۵۳۵۰۸	۳۱۳	۰۰۱۸
۴	مچھلی	۱۲	-	-	۱	۶	۲۰	۱۲۰	۰۰۹۲	-	۵۴۱۳	۱۲۰	۰۰۹۲
۵	سبز یاں	۱۳	-	-	-	-	۱۰	۱۵۳	۰۰۲۹	۴۵۴	۲۴۳۴۴	۱۵۳	۰۰۲۹
۶	مرچ	۱۲	-	-	۵	۳	۱	۵۴	۰۰۶۶	۸۵۴	۶۹۵۹	۵۴	۰۰۶۶
۷	اٹلی	۱۲	-	-	۱	۴	۱	۰۰۸۵	۰۰۰۲	۱۹۵۱۶	۸۰۵۳۷	۰۰۸۵	۰۰۰۲
۸	پیاز	۱۲	-	-	۲	۲	۲	۱۵۲۰	۰۰۰۲	۶۵۵۲	۳۳۵۰	۱۵۲۰	۰۰۰۲
۹	تیل	۱۳	-	-	۵	۳	۱	-	-	-	-	-	-
۱۰	نمک	۱۳	-	-	۲	-	۱	-	-	-	-	-	-
مجموعہ													
دس فی صد کی برائے خرابی													
وہ غذا جو روزانہ ملتی ہے													
معیاری غذا جو ملنی چاہیے													
مستقلہ غذا کی کمی (-) یا زیادتی (+)													
۲۳۳۳۳۱۰	۳۹۷۳۶	۲۲۷۷۳	۸۰۷۶۸	۲۹۷۵	۱۳۰	۲	۲۹۷۵	۸۰۷۶۸	۲۲۷۷۳	۳۹۷۳۶	۲۳۳۳۳۱۰	۸۰۷۶۸	۲۲۷۷۳
۲۳۳۳۳۱۰	۳۹۷۳۶	۲۲۷۷۳	۸۰۷۶۸	۲۹۷۵	۱۳۰	۲	۲۹۷۵	۸۰۷۶۸	۲۲۷۷۳	۳۹۷۳۶	۲۳۳۳۳۱۰	۸۰۷۶۸	۲۲۷۷۳
۲۱۰۰۵۶۹	۳۴۷۶۲	۲۰۳۴۵	۷۲۱۶۱	۲۷۵	۰۰۰	۰۰۰	۲۷۵	۷۲۱۶۱	۲۰۳۴۵	۳۴۷۶۲	۲۱۰۰۵۶۹	۷۲۱۶۱	۲۰۳۴۵
۲۹۳۵۰۰	۳۳۸۵۸۸	۸۲۵۷۲	۱۰۳۵۵۲	۳۳۸۸۸	۰۰۰	۰۰۰	۳۳۸۸۸	۱۰۳۵۵۲	۸۲۵۷۲	۳۳۸۵۸۸	۲۹۳۵۰۰	۱۰۳۵۵۲	۸۲۵۷۲
۸۳۳۳۳۱۰	۰۰۳۶۵	۶۲۵۲۷	۳۰۱۹۱	۱۷۳۳۸	۰۰	۰۰	۱۷۳۳۸	۳۰۱۹۱	۶۲۵۲۷	۰۰۳۶۵	۸۳۳۳۳۱۰	۳۰۱۹۱	۶۲۵۲۷
(-)	(-)	(-)	(-)	(-)	(-)	(-)	(-)	(-)	(-)	(-)	(-)	(-)	(-)

۱۔ مچھلی ہاتھ سے پکڑ کر بھی صرن کی جاتی ہے۔

۲۔ جینگلی سبز یاں مثلاً ٹوٹی۔ ماٹ۔ پن گنڈ وغیرہ مفت حاصل ہوتی ہیں۔ دھوٹ: مختلف اجناس مستقلہ اجزاء غذائیت پروٹینس وغیرہ کو معلوم کرنے کے لئے ان فی صدوں سے مدد کی جاتی ہے جو کہ پمفلٹ ۸ جاری کردہ ہے۔ بی۔ اینڈ ہلٹ ویک اسوشین "اور ہلٹ بوٹس" ۲۳ گورنمنٹ آف انڈیا پریس میں دئے گئے ہیں۔

۱۔ سابقہ صفحہ کے دئے ہوئے اعداد کے دیکھنے سے واضح ہے کہ چاول کے مقابل جو ار کا صرفہ زیادہ ہے۔ زری آبادی وجہ یہ ہے کہ غریب افراد کے ہاں اگر چاول ہوں تو وہ انھیں فروخت کر کے جو ار خریدتے ہیں کیونکہ جو ار نسبتاً ارزاں ہوتی ہے قوت خرید کی کمی کی وجہ سے وال بھی نسبتاً کم صرف کی جاتی ہے۔ البتہ مچھلی زیادہ استعمال کی جاتی ہے۔ یہ مچھلی زیادہ تر لوگ خود تالابوں سے پکڑ لاتے ہیں۔

جہاں تک کہ مقدار غذا کا تعلق ہے وہ معیاری غذا کے مقابل ۱۱، ۳، ۷، ۱۱ اونس کم ہے۔ اسی لحاظ سے مختلف اجزائے غذائیت بھی کم پائے جاتے ہیں۔ متوسط الحال اور خوش حال اشخاص کی غذاؤں کے جدول میں ہم نے یہ دیکھا تھا کہ معیاری مقدار کے مقابل کاربوہیڈریٹ کی مقدار زیادہ تھی لیکن یہاں کاربوہیڈریٹ کی مقدار بھی معیاری مقدار کے مقابل ۶۵ و گرامس کم ہے۔ جب ہم حیثیت مجموعی خوش حال متوسط الحال اور خستہ حال افراد کی غذاؤں کی نوعیت پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ متذکرہ تین طبقوں کے افراد میں سے ایک کی غذا بھی ہمارے معیار کے مطابق نہیں۔ سب کی غذا غیر متوازن ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ کسی کی کم غیر متوازن کسی کی زیادہ غیر متوازن تو کسی کی بہت غیر متوازن ہے۔ ذیل کے اعداد کے ذریعہ بتلایا گیا ہے کہ ایک خوش حال متوسط الحال اور خستہ حال شخص کی غذا معیاری غذا کے مقابل کتنے فی صد کم ہے۔

معیاری غذا کی مقدار مقابل روزانہ مستقلہ اوسط غذا کی کم یا زیادتی (+)	روزانہ اوسط غذا میں چربی کی کمی (-) یا زیادتی (+)	روزانہ اوسط غذا میں کربوہیڈریٹ کی کم یا زیادتی (+)	روزانہ اوسط غذا میں کیلو بیری کی کمی (-) یا زیادتی (+)	صراحت اشخاص
۲۰ فی صد (-)	۸ فی صد (-)	۷۱ فی صد (-)	۲۲ فی صد (+)	۱۰ فی صد (-)
۳۲ فی صد (-)	۲۷ فی صد (-)	۸۱ فی صد (-)	۱۸ فی صد (+)	۱۵ فی صد (-)
۳۶ فی صد (-)	۳۰ فی صد (-)	۷۵ فی صد (-)	۱۴ فی صد (-)	۲۸ فی صد (-)

مندرجہ بالا اعداد کا بغور مطالعہ کرنے سے حسب ذیل نتائج برآمد ہوئے ہیں:-

۱۔ معیاری مقدار غذا (۸۸ و ۳۴) اونس کے مقابل ہر سہ اشخاص کی مستعملہ غذا کم ہے۔

۲۔ مقدار غذا اور ماہیت اجناس کا لحاظ کرتے ہوئے تمام اشخاص کو پروٹینس کی کم مقدار حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ ہر سہ اشخاص کو چربی کی بہت کم مقدار حاصل ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر تیل کے اعداد و جو کہ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے جمع نہیں کئے گئے ہیں، جمع کر لئے جائیں تو چربی کی کمی میں کچھ تلافی ہوگی لیکن اس کے باوجود اس کی غیر معمولی کمی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ خصوصاً متوسط الحال افراد سے بھی کم چربی ملتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ خستہ حال افراد بذات خود پھلی پکڑ کر نسبتاً زیادہ مقدار میں صرف کرتے ہیں اور پھلی میں چربی کا جزو نسبتاً زیادہ ہوتا ہے۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ خستہ حال افراد متوسط الحال اشخاص کے مقابل جو بہت زیادہ صرف کرتے ہیں اور جو ارمیں چادل کے مقابل چربی کا جزو زیادہ ہوتا ہے۔

۴۔ چھٹی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ خوش حال اور متوسط الحال افراد کو مقدار مقررہ سے زیادہ کاربوہیدریٹ ملتی ہے۔ برعکس اس کے خستہ حال افراد کو مقدار معینہ سے کم ملتی ہے لیکن ہر دو حالتوں میں غذا غیر متوازن ہو جاتی ہے۔

۵۔ کیلوریز سب اشخاص کو کم مقدار میں ملتے ہیں خصوصاً خستہ حال افراد کو ان کی سب سے کم مقدار ملتی ہے۔

بحیثیت مجموعی یہ کہا جاسکتا ہے کہ موضع کے خوش حال افراد ہوں یا متوسط الحال یا خستہ حال افراد کسی کی غذا متوازن نہیں ہوگی کہ متوسط الحال اور خوش حال افراد کو (جو کہ مجموعی خاندانوں کا لحاظ کرتے ہوئے ۶۳ فی صد ہیں) پیٹ بھر غذا ملتی ہے۔ تاہم یہ غذا ایسی نہیں ہو کہ صحت اور قوت کا رگداری کو بڑھا سکتی یا برقرار رکھ سکتی ہے۔ یہاں تک کہ خستہ حال خاندانوں (جو کہ مجموعی خاندانوں کا لحاظ کرتے ہوئے ۳۷ فی صد ہیں) کا تعلق ہے انھیں نہ صرف کم پیٹ غذا ملتی ہے بلکہ نسبتاً زیادہ غیر صحت بخش بھی۔

دب، لباس :- غذا کا مفصل حال معلوم کرنے کے بعد اب ہم یہ دریافت کریں گے کہ موضع ہذا میں عام طور پر کس قسم کا لباس پہنا جاتا ہے کس قدر خاندانوں کو کافی لباس میسر ہے اور کتنے خاندان ان نیم پوش زندگی بسر کر رہے ہیں۔

جہاں تک کہ قسم لباس کا تعلق ہے مرد عام طور پر دھوئی قمیص - نیم آستین شلہ اور کسبل ندری آباد استعمال کرتے ہیں۔ چپل کا استعمال بہت محدود ہے۔ عورتیں سوائے ساڑی اور چولی کے کوئی دوسرا لباس استعمال نہیں کرتیں۔

خوش حال خاندانوں (جو کہ ۶ فی صد ہیں) کے مرد اور عورت حسب صراحت ذیل سالانہ لباس استعمال کرتے ہیں:-

مرد										عورت						کیفیت											
بج	قسم لباس	تعداد	قیمت فی عدد		بج	قسم لباس	تعداد	قیمت فی عدد		بج	قسم لباس	تعداد	بج														
			روپیہ	آنے				روپیہ	آنے																		
			روپیہ	آنے				روپیہ	آنے																		
۱	دھوئی	۲	۲	۸	۳	ساڑی	۲	۲	۸	۵	-	-	-														
۲	قمیص	۲	-	۱۰	۴	چولی	۴	-	۴	۱	-	-	-														
۳	کپچہ	۱	۱	۸	۸					۰																	
۴	شلہ	۱	۱	۱۲	۱۲																						
۵	کسبل لہ	۱	۳	-	۸																						
۶	چپل لہ	۱	۶	-	۸																						
جملہ													۹	۸	جملہ												
۶													-	-	۶												

جب کہ دیہات کے خوش حال مرد اور عورت اپنے لباس پر سالانہ ۹ روپیہ آٹھ آنے اور

لہ۔ ایک کسبل عام طور پر ۲ سال استعمال کی جاتی ہے۔

لہ چپل عموماً ۲ سال پہنچی جاتی ہے یہ۔ دو سال اس لئے چلتی ہے کہ اس کو صرف بیرون دیہات دیگر مقامات کو جانے وقت استعمال کیا جاتا ہے اس لحاظ سے کسبل اور چپل کے ایک سالہ استعمال کا معاوضہ علی الترتیب ایک روپیہ آٹھ آنے اور آٹھ آنے دکھا گیا ہے۔

آبادی ۶۶ روپیہ سے زائد نہیں صرف کر سکتے تو اس سے متوسط اور خستہ حال افراد کے سالانہ اخراجات لباس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ذیل میں بتلایا گیا ہے کہ خستہ حال اور متوسط الحال خاندانوں میں مرد اور عورت اپنے لباس پر سالانہ کس قدر روپیہ صرف کرتے ہیں :-

۱۔ متوسط الحال خاندان	مرد	۷ روپیہ	آئے
	عورت	۳	۱۲
۲۔ خستہ حال خاندان	مرد	۵	-
	عورت	۳	۱۲

خوش حال اور متوسط الحال افراد کے اخراجات لباس میں فرق صرف اس لئے ہے کہ اول الذکر خاندانوں کے افراد نسبتاً بڑھیا قسم کا کپڑا استعمال کرتے ہیں۔ مزید برآں متوسط الحال خاندانوں کے مرد افراد نو کپچہ استعمال کرتے ہیں اور نہ چپل۔ یہ لوگ قمیص کی بجائے نیم آستین استعمال کرتے ہیں جو کہ نسبتاً کم قیمت میں ملتی ہے۔ متوسط الحال اور خستہ حال افراد کے اخراجات لباس میں فرق کا ایک سبب قیمتوں کی زیادتی اور کمی ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ خستہ حال خاندانوں کے مذکور افراد عام طور پر نیم پوش زندگی گذارتے ہیں یعنی یہ لوگ صرف دھوٹی۔ شلہ اور کبل کا استعمال کرتے ہیں ان کے اخراجات لباس میں نیم آستین کی قیمت درج نہیں۔

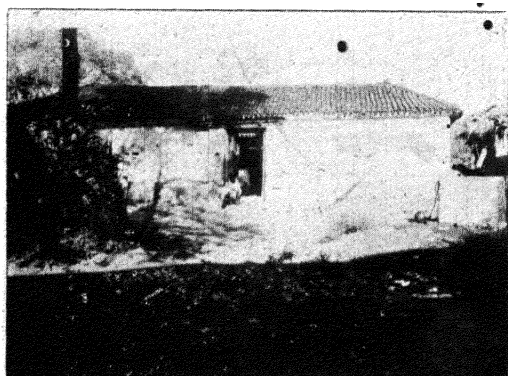
پہچینیت مجموعی یہاں کے باشندوں کے لباس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ ۲۱ فی صد خاندانوں کے افراد کو نہایت ہی ادنیٰ معیار پر تن بھر کپڑا میسر ہے۔ باقی ۶۹ فی صد خاندانوں کے افراد نیم پوش زندگی بسر کرتے ہیں جس کو ایک مہذب اور متہذبن جماعت یا قوم کبھی گوارا نہیں کر سکتی۔

۱۔ ج۔ مکان :- کسی جماعت یا قوم کے معیار زندگی کو اگر ایک طرف غذا اور لباس کے ذریعہ جانچا جاسکتا ہے تو دوسری طرف اس کو جانچنے کا ایک اہم ذریعہ مکان بھی ہے چنانچہ اہم باشندگان موضع ہذا کے مکانات کی نوعیت پر مفصل روشنی ڈالیں گے۔

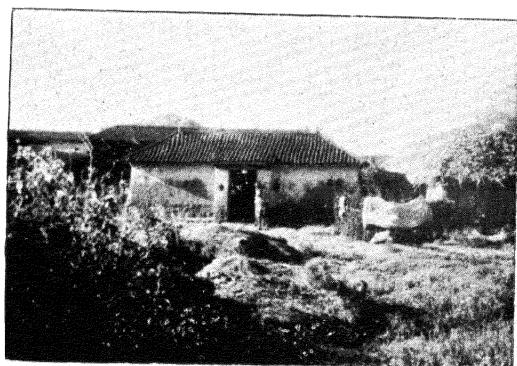
۷۔ ۷۰ فی صد متوسط الحال خاندانوں کے منسلک ۳۲ فی صد خاندان ایسے ہیں جنہیں پیٹ بھر غذا تو میسر ہے لیکن تن بھر لباس میسر نہیں۔ لہذا یہ لوگ خستہ حال کی طرح نیم پوش زندگی بسر کرتے ہیں۔



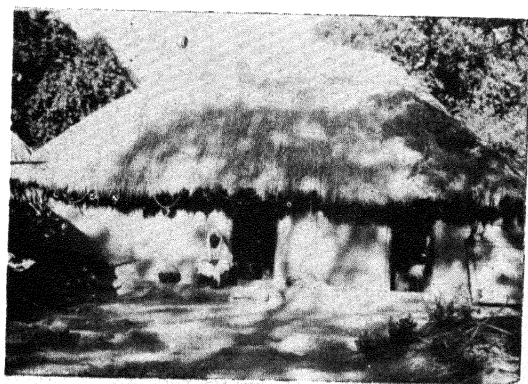
(۳) دو منزله مکان



(۴) ایک منزله مکان



(۵) ايك كمره و لاهمان



(۶) جه و انځرا

۱۔ دیہات کے بعض (۳) فی صد خوش حال خاندان دو منزلہ سفالی مکانات میں رہتے ہیں اور ندی آبادی بعض (۳) فی صد، ایک منزلہ سفالی مکانات میں رہتے ہیں۔ جملہ متوسط الحال خاندان (جو مجموعی خاندانوں کا لحاظ کرتے ہوئے ۵۷ فی صد ہیں) ایک منزلہ سفالی مکانات میں اور ستہ مال خاندان (۳۷ فی صد) زیادہ تر جھوپڑیوں میں رہتے ہیں جن کو گھاس پوش مکانات کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بلحاظ ساخت موضع زیر بحث کے جملہ مکانات کا تجزیہ درج ذیل ہے :-

نوعیت مکان	تعداد	فی صد بلحاظ مجموعی مکانات
۱۔ گھاس پوش مکانات (جھوپڑیاں)	۸۳	۳۴
۲۔ ایک منزلہ سفالی مکانات		
دالفا، ایک کمرے والے	۷۳	۲۰
دب، ایک زائد کمرے والے	۷۹	۳۲ (تقریباً)
۳۔ دو منزلہ سفالی مکانات	۷	۲
جملہ	۲۴۲	۱۰۰

باشندگان موضع ہذا کی غربت اور ان کے ادنیٰ معیار رہائش کا اندازہ اس امر سے بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں ۶۴ فی صد (۳۴ فی صد جمع ۳۰ فی صد) مکانات صرف ایک ایک کمرے پر مشتمل ہیں۔ جملہ صرف ایک استثناء کے سوا، مکانات خواہ وہ ایک منزلہ ہوں یا دو منزلہ سفال پوش ہوں یا گھاس پوش مٹی سے بنے ہوئے ہیں مستعمل چوبینہ بھی بہت ادنیٰ اور معمولی ہوتا ہے۔ ذاتی مشاہدے اور مقدمان دیہی کی مدد سے ہم نے موضع ہذا کے جملہ مکانات کی قیمتوں کا ایک جدول مرتب کیا ہے جو کہ درج ذیل ہے :-

نوعیت مکان	تعداد	فی صد
۱۔ وہ مکانات جن کی قیمت ۱۵، اور ۱۰۰ روپیہ کے درمیان ہے	۱۵۶	۶۴

۲۔ ایک منزلہ سفالی مکانات دو طرح پر تقسیم کئے گئے ہیں۔ ایک وہ جو صرف ایک کمرے پر مشتمل ہیں۔ دوسرے وہ جن میں ایک سے زائد کمرے ہیں۔ دیکھئے تقادیر ۳، ۴، ۵ اور ۶۔

۳۔ ۲۴۲ مکانات میں سے ۸ مکانات خالی ہیں اس طرح ۲۳۴ مکانات ۲۴۶ خاندان بستے ہیں۔

نوعیت مکان	تعداد	فی صد	زری آبادی
۲۔ وہ مکانات جن کی قیمت ۱۰۰ اور ۵۰۰ روپیہ کے درمیان ہے۔	۷۹	۳۳	
۳۔ وہ مکانات جن کی قیمت ۵۰۰ اور ۱۰۰۰ روپیہ کے درمیان ہے۔	۵	۲	
۴۔ وہ مکانات جن کی قیمت ۱۰۰۰ سے زائد ہے۔	۲	تقریباً ۱	
جملہ	۲۴۲	۱۰۰	

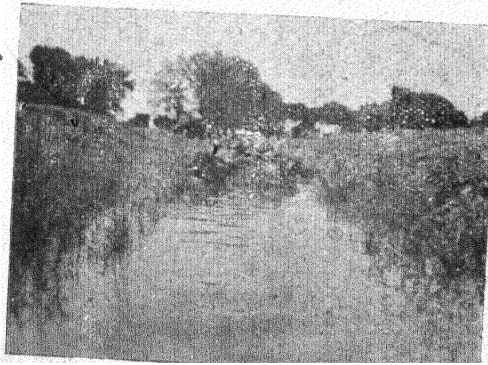
مندرجہ بالا اعداد سے بھی موضع ہذا کے باشندوں کی غربت کا ثبوت ملتا ہے۔ ۲۳ فی صد مکانات کی قیمت (۱۰۰) اور ۱۰۰ روپیہ کے درمیان ہے۔ ۳۲ فی صد کی قیمت (۱۰۰) اور ۵۰۰ کے درمیان ہے۔ صرف ۲ فی صد مکانات کی قیمت (۵۰۰) اور ۱۰۰۰ کے درمیان ہے۔ ایک فی صد مکانات زائد از ہزار قیمت والے ہیں۔ زائد از ہزار قیمت والے مکانات میں ایک مکان کی قیمت تقریباً ڈھائی ہزار ہے، اور دوسرے کی پانچ ہزار۔

مکانات کی قیمتوں سے کہیں زیادہ اہم مسئلہ ان کی صفائی اور حفظانی حالت کا ہے۔ جس طرح صحت بخش غذا اور ضروری لباس کا گزارہ کو بڑھانے یا برقرار رکھنے کے لئے ناگزیر ہیں اسی طرح صحت اور صحت بخش مکانات کے بغیر بھی معیار کا گزارہ برقرار نہیں رہ سکتا۔ صحت بخش مکانات سے ہماری مراد ایسے مکانات ہیں جن میں ہوا روشنی اور صفائی کا باضابطہ انتظام ہو اور جو اس قدر وسیع ہوں کہ ان میں جملہ اراکین خاندان اپنی خاص خاص احتیاجات کا اٹھا کر رہتے ہوئے آرام کے ساتھ رہ سکیں۔

جب ہم موضع ہذا کے مکانات کو مندرجہ معیار پر جانچتے ہیں تو ایک بھی مکان ایسا نظر نہیں آتا جس میں مذکورہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہوں۔ صرف ۴ فی صد مکانات میں برائے نام روشن دان ہیں باقی ۹۶ فی صد مکانات میں ایک بھی روشن دان نہیں۔ صحت عام طور پر متناسب نہیں ہوتے بعض مکانات کے صحت تو اس قدر مختصر ہوتے ہیں کہ اندرونی حصہ سے سورج کو بہ شکل دیکھا جاسکتا ہے موضع کے کسی مکان میں رفع حاجت کا کوئی انتظام نہیں۔ دن کے وقت تو لوگ دُور و دُور تک نکل جاتے ہیں لیکن رات میں مکانات کے ارد گرد وہی حاجت رفع کر لی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص علی الصبح آبادی کا چکر لگائے تو اُس کو تقریباً ہر گلی میں جا بجا غلاظت نظر آئے گی جو کہ پست معیار زندگی کی



مکان کی پشت پر اہلیاں تھپی ہیں
 ماہی کھاد کا گڑھا بھی ہے



فالے میں مویشی بیٹھے ہیں۔ اس فالے کا پانی
 پینے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے

ایک نمایان علامت ہے۔ تقریباً تمام مکانات میں کھلی سویریاں ہیں جن میں عام طور پر کچھ بیزار ہوتے ہیں۔ زیدی آبادی خصوصاً موسلم باراں میں محضوں کی حالت بہت ہی خراب ہو جاتی ہے! اکثر کسان اپنے موسیوں کو مکانات کے اندر باندھتے ہیں جس کی وجہ سے مکانات بہت ہی بدبودار رہتے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ عام طور پر مکانات کی پشت پر ایلے تھوپے جاتے ہیں۔ کچھ دہلی مکانات کے سامنے جمع کی جاتی ہے۔ دعا اور عام طور پر اس نالے کا پانی استعمال کیا جاتا ہے جس میں موسی میٹھے ہیں^۱

۱) تعلیم: مکانات کی تفصیلی کیفیت دریافت کرنے کے بعد اب ہم یہاں کے معیار تعلیم کا حال بیان کریں گے۔ تعلیم کی ضرورت اور اس کی اہمیت پر جس قدر زور دیا جائے کم ہے اس میں شک نہیں کہ صحت بخش غذا، لباس اور مکان کا رکھ رکھاؤ کے ناگزیر لوازم ہیں لیکن یہ امر بخوبی واضح رہنا چاہیے کہ کارکردگی کے لئے تعلیم بھی ایسی ہی اہم اور ضروری ہے جیسے کہ صحت بخش غذا، لباس اور مکان۔ بالخصوص تہذیب و دانشگری کے نقطہ نظر سے تعلیم کی اہمیت بہت ہی نمایاں ہے۔

اس اہمیت کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ تعلیمی نقطہ نظر سے موضع زیر بحث کی حالت بہت ہی خراب ہے صرف ۲ فی صد افراد تو بڑا بہت پڑھ لکھ سکتے ہیں۔ نیز ضروری حساب و کتاب اور سرکاری مراسلت بھی کر سکتے ہیں۔ دیگر ۳ فی صد افراد خانگی طور پر زیر تعلیم ہیں۔ جہاں تک کہ حرفتی تعلیم کا تعلق ہے وہ بالکل ہی مفقود ہے۔ کاشتکاری کا کام لڑکے اپنے بزرگوں سے سیکھ لیتے ہیں۔

جس مقام کے باشندے غذا، لباس، مکان اور تعلیم جیسی اہم اور شدید ضروریات کو (جو کہ جانت کی کارگزاری کو بڑھانے اور برقرار رکھنے کے لئے لازم و ملزوم ہیں) بھی ایک معقول معیار پر پورا نہیں کر سکتے ہوں تو پھر ان کو دیگر ضروریات مثلاً ضروریات رسمی اور تختیانی احتیاجات کی پابجائی کا کیا ذکر!

احتیاجات کی تحدید: تعلیم کا فقدان بچپن کی شادی اور اولاد کا بہت جلد کمانے کے قابل بنانا ادنیٰ معیار زندگی کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ چونکہ یہ خصوصیات موضع ہذا کے باشندوں میں

۱۔ دیکھئے تصویر نمبر ۱۷ (۱) مکانات کی پشت پر ایلے تھوپے ہیں۔ گو بارود دیگر قسم کی غلات مکان کے سامنے ہے۔

۲۔ دیکھئے تصویر نمبر ۱۸ (۱) موسی نالے میں میٹھے ہیں۔



موضع و پہلی کی معاشی تحقیق

دوسری فصل

درمی آبادی بلور اتم پائی جاتی ہیں اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ یہاں کے باشندے ایک کارگزار معیار رہائش کے مقابل جس کی تعریف ہم اس فصل کی ابتدا میں کر آئے ہیں، بہت ہی ادنیٰ معیار پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس ادنیٰ معیار زندگی کے کیا وجوہ ہیں؟

اس ادنیٰ معیار زندگی کی سب سے اہم اور بنیادی وجہ ادنیٰ آمدنی ہے۔ ادنیٰ معیار زندگی اور اس کے وجوہ اور ادنیٰ آمدنی حسب ذیل (۳) اہم اسباب کا نتیجہ ہے :-

۱۔ آبادی اور ذرائع معاش کی غیر متناسب رفتار ترقی۔

۲۔ پیشوں کا فقدان اور زراعت پر زائد از ضرورت بار۔

۳۔ زرعی نظام کے گونا گوں نقائص، مثلاً زرعی عوامل پیدائش، زرعی زمین، زرعی محنت اور زرعی مال، مویشی اور آلات زراعت وغیرہ کی غیر متناسب حالت، زرعی طریقہ ہائے کاشت، طریقہ ہائے فروخت اور طریقہ ہائے لین دین کے گونا گوں نقائص۔

اضافہ آبادی، پیشوں کے فقدان اور زراعت پر زائد از ضرورت بار کی مفصل کیفیت پہلی فصل میں بیان کی جا چکی ہے۔ آئندہ فصلوں میں ہم زرعی عوامل پیدائش، طریقہ ہائے کاشت، طریقہ ہائے فروخت اور طریقہ ہائے لین دین کے گونا گوں نقائص کا ذکر کرتے ہوئے بتلائیں گے کہ ان نقائص کی بنا پر آمدنی میں کیونکر تخفیف ہو جاتی ہے۔ آمدنی کی کمی کی وجہ سے کس طرح معیار زندگی گر جاتا ہے۔ بعد ازاں ہم ان تدابیر پر غور کریں گے جن کے ذریعہ موجودہ معیار زندگی کو سطح بلند کیا جاسکتا ہے۔

تیسری فصل

زرعی زمین

زرعی عوامل بیدایش میں سب سے اہم عامل بیدایش زرعی زمین ہے! اس فصل میں ہم (الف) بید یافتہ کریں گے کہ موضع بذاک جملہ زمین کس قدر ہے! اس تشریح کے بعد ہم اپنی توجہ دب، مسئلہ تقسیم و انتشار اراضی کی طرف مبذول کریں گے جس کو ہندوستانی زرعی نظام میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔

(۱) زرعی و غیر زرعی زمین | (۲) زرعی - غیر زرعی - زرعی زمین میں وہ تمام زمین شامل کی گئی ہے جو فی الوقت زیر کاشت ہو یا زیر کاشت لائی جانے کے قابل ہو لیکن بعض وجوہ کی بنا پر خارج از کاشت پڑی ہوئی ہے۔ غیر زرعی زمین میں اس زمین کو شامل کیا گیا ہے جو قطعی طور پر ناقابل کاشت ہو یا قابل کاشت ہونے کے باوجود چند دیگر احتیاجات کے لئے محفوظ کر دی گئی ہے۔ مثلاً بنجر زمین - آبادی کی زمین، ندی، تالاب، نہر اور راستوں پاچہ آگاہ وغیرہ سے متعلق زمین کو غیر زرعی زمین میں شامل کیا گیا ہے۔ تقریباً (۸۸۰) ایکڑ میں سے (۱۳۶۰) ایکڑ زرعی اور (۲۰) ایکڑ غیر زرعی زمین ہے۔ بالفاظ دیگر مجموعی زمین کا لحاظ کرتے ہوئے زرعی زمین (۶۵) فی صد سے کسی قدر زائد اور غیر زرعی زمین تقریباً (۳۵) ایکڑ فی صد ہے۔ ذیل میں ہم زرعی زمین کی

۱۔ زمین تقسیم و انتشار کے حالات بیان کریں گے۔

واضح رہے کہ تقسیم اراضی سے مراد کسی شخص کی اراضی کا مختلف افراد کے مابین (دب) تقسیم و انتشار اراضی منقسم ہونا ہے۔ برعکس اس کے انتشار اراضی سے مراد کسی شخص کی اراضی کا مختلف مقامات پر واقع ہونا ہے۔

تقسیم و انتشار اراضی کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ۱۔ تقسیم و انتشار اراضی بلحاظ ملکیت۔ ۲۔ تقسیم و انتشار اراضی بلحاظ کاشت۔ اب ہم انہیں دو امور کی تشریح کریں گے۔

۱۔ تقسیم و انتشار اراضی بلحاظ ملکیت :-

(الف) تقسیم اراضی بلحاظ ملکیت ۱۹۳۴ء (د) ۱۹۳۴-۳۸ء کے تحت جمع بندی کے مطابق موضع زیر بحث کا جلد مہلی رقبہ (۹۳۶) ایکڑ ہے اس رقبہ کا پٹہ (۱۷۰) اشخاص و جن کو پٹہ دار کہا جاتا ہے، کے نام ہے اس طرح اوسط رقبہ فی پٹہ دار (۵،۴۴) ایکڑ سے زائد نہیں اگر ہم ان اعداد کا مقابلہ سال ۱۹۰۳ء سے کریں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ملکی اراضی کی دست میں بتدریج تخفیف ہوئی چلی آرہی ہے۔ چنانچہ حسب ذیل اعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۰۳ء (د) اکتوبر ۱۹۰۳ء کے مقابل مابعد سالوں میں اوسط رقبہ فی پٹہ دار گھٹ گیا ہے :-

۱۔ اراضی (ہولڈنگ) سے مراد کسی شخص کی مجموعی زمین ہے جو ایک یا ایک سے زائد قطعات پر مشتمل ہو۔ اگر ایک شخص کے ہاں (۱۰) ایکڑ کا ایک قطعہ ہے تو یہ زمین اس شخص کی اراضی کہلائے گی۔ برعکس اس کے اگر کسی شخص کے ہاں دس دس ایکڑ کے (۱۰) قطعہ ہیں تو ان قطعات میں کا ہر ایک قطعہ اراضی نہیں کہلائے گا بلکہ ہم اس کو اراضی کا ایک جز کہیں گے۔ شخص زیر بحث کی اراضی (۱۰۰) ایکڑ کہلائے گی۔

۲۔ تحت جمع بندی سے مراد وہ جسطرہ جس میں پٹہ داروں اور ان کی رقم مالگوزاری وغیرہ کا پورا پورا اندراج ہوتا ہے۔ ۳۔ محل رقبہ سے مراد وہ رقبہ ہے جس کو حکومت نے مختلف افراد کو ایک مقررہ مالگوزاری کے تحت بغرض کاشت دے رکھا ہے اس قسم کی زمین حاصل کرنے والے کو پٹہ دار کہا جاتا ہے۔ اور زمین کو پٹہ۔ پٹہ دار کو پٹہ کے فروغ کو پٹہ یا کسی نام منتقل کر کے مکمل حق ہوتا ہے۔

سنہ فصلی مطابق سنہ عیسوی نقد اوپٹہ داران جملہ رقبہ ملوکہ فی پٹہ دارا وسط رقبہ زرعی زیر
(یکڑوں میں) (یکڑوں میں)

۱۳۱۴	اکتوبر ۵-۱۹۰۴	۱۵۱	۱۲۴۳	۸۶۲۳
۱۳۲۰	۱۱-۱۹۱۰	۱۶۳	۱۳۰۵	۸
۱۳۳۰	۲۱-۱۹۲۰	۱۷۳	۱۲۵۵	۷۶۲۵
۱۳۴۰	" "	۱۸۱	۱۲۲۹	۶۶۷۹
۱۳۴۸	۳۸-۱۹۳۷	۱۰۷	۹۳۶	۵۶۴۴

ہم دیکھ رہے ہیں کہ ۱۳۱۴ء میں اوسط رقبہ فی پٹہ دار (۸۶۲۳) ایکڑ تھا لیکن ۱۳۲۰ء میں یہ اوسط (۸۶۲۳) ایکڑ سے گھٹ کر ۸۶۲۳ ہو گیا۔ وجہ یہ تھی کہ ۱۳۱۴ء کے مقابل ۱۳۲۰ء میں پٹہ داروں کی تعداد میں جس تناسب سے اضافہ ہوا اس مناسبت سے رقبہ ملوکہ میں زیادتی نہیں ہوئی بلکہ ۱۳۱۴ء کے مقابل ۱۳۲۰ء میں جب کہ پٹہ داروں کی تعداد ۱۵۱ سے بڑھ کر ۱۶۳ ہو گئی تھی تو رقبہ ملوکہ بھی ۸۶۲۳ ایکڑ سے بڑھ کر ۸۶۴۴ ہونا چاہیے تھا لیکن ۵۵۰ ایکڑ رہا لہذا اوسط رقبہ میں کمی واقع ہوئی اور وہ ۸۶۴۴ ایکڑ کی بجائے ۸۶۲۳ ہو گیا۔

۱۳۲۰ء کے مقابل ۱۳۳۰ء میں اوسط رقبہ فی پٹہ دار ۸۶۲۳ سے گھٹ کر ۷۶۲۵ ایکڑ ہو جاتا ہے اس تخفیف کی وجہ یہ ہے کہ ۱۳۲۰ء کے مقابل ۱۳۳۰ء میں اگر ایک طرف پٹہ داروں کی تعداد میں زیادتی ہوئی تو دوسری طرف رقبہ ملوکہ میں تخفیف ہوئی۔ چنانچہ ۱۳۲۰ء اور ۱۳۳۰ء میں بھی اوسط رقبہ میں تخفیف کی یہی وجہ تھی۔

۱۳۱۴ء اور ۱۳۳۰ء کے اعداد کا مقابلہ کرنے سے ظاہر ہے کہ پٹہ داروں کی تعداد میں (۱۹) افراد کا اضافہ ہوا لیکن رقبہ ملوکہ میں ۳۰۷ ایکڑوں کی کمی واقع ہوئی لہذا ۱۳۱۴ء کے مقابل ۱۳۳۰ء میں اوسط رقبہ فی پٹہ دار ۸۶۲۳ سے گھٹ کر ۷۶۴۴ ہو گیا۔

واضح رہے کہ موضع زیر بحث میں زمینات کی تقسیم کا مسئلہ مطلق نہیں بلکہ اضافی ہے۔ زمینات کی تقسیم کو اس وقت مطلق کہا جائے گا جب کہ موضع کی جملہ زمینات مختلف پٹہ داروں وغیرہ کے مابین

لے چونکہ ۱۳۱۴ء کے مقابل ۱۳۳۰ء میں زمینات بہت زیادہ ہو گئیں اس لئے بھی اوسط رقبہ فی پٹہ دار گھٹ گیا۔

ریاضی آبادی کا مل طور پر منقسم ہو چکی ہوں اور جدید پڑھ حاصل کرنے کی گنجائش نہ ہو۔ یہ صورت حال ظہور پذیر ہوئے کے بعد جب زراعت پیشہ افراد کی تعداد میں نسلاً بعد نسل اضافہ ہوگا تو نہایت سرعت کے ساتھ وسیع اراضیات کے چھوٹے چھوٹے قطعات ہونے لگیں گے لیکن ہمارے دیہات میں ابھی یہ فزیت نہیں آئی یہاں پر اس امر کی گنجائش باقی ہے کہ کسانوں کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ ساتھ رقبہ ملوکہ میں بھی ایک حد معینہ تک زیادتی کی جا سکتی ہے۔ (اس گنجائش کی بنا پر زمینات کی تقسیم کے مسئلہ کو اضافی بتلایا گیا ہے۔) لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس گنجائش کے باوجود اس سے حقیقی استفادہ نہیں کیا جا رہا ہے اگر ایک طرف پڑھ داروں کی تعداد میں بحیثیت مجموعی اضافہ ہوا تو دوسری طرف رقبہ ملوکہ میں کمی ہوئی۔ لہذا ان مخالف رجحانات کی وجہ سے ۱۳۱۴ء کے مقابل ۱۳۲۷ء میں اوسط رقبہ فی پڑھ دار ۸۹ و ۳۳ فی صد گھٹ گیا۔

یہاں تک تو ہم نے صرف پڑھ داروں کا لحاظ کرتے ہوئے اراضیات کی تقسیم کا حال معلوم کیا لیکن یہ امر واضح رہنا چاہیے کہ صرف پڑھ دار ہی کئی طور پر اراضیات کے مالک نہیں ہوتے بلکہ ان کے ساتھ بالعموم دوسرے حصہ دار بھی شامل ہوتے ہیں ان حصہ داروں کو کئی دار کہا جاتا ہے پڑھ داروں اور کئی داروں کے تحتہ جات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سالہائے ماضی کے مقابل سالہائے مابعد میں فی پڑھ دار کئی داروں کی تعداد میں نمایاں طور پر اضافہ ہو گیا ہے مندرجہ ذیل اعداد کے ذریعہ بتلایا گیا ہے کہ ۱۳۱۴ء کے مقابل ۱۳۲۷ء میں مشترک اراضیات کی کیا تعداد رہی۔

ارضیات	۱۳۱۴ء	۱۳۲۷ء	فی صد	۱۳۲۷ء	فی صد
وہ اراضیات جو ایک شخص کی ملک ہیں	۱۲۳	۸۱۳	۹۲	۵۴۵۱	
وہ اراضیات جو دو افراد کی ملک ہیں	۱۶	۱۰۵	۴۶	۲۷	
تین	۹	۶	۲۱	۱۲۵۳	
چار	۱	۵	۷	۳۵۱	
پانچ	۱	۵	۲	۱۵۲	
چھ یا پانچ سے زیادہ لیکن					
دس سے کم افراد کی ملک ہیں ...	۱	۵	۲	۱۵۲	
جملہ	۱۵۱	۱۰۰	۱۷۰	۱۰۰	

۱۔ ان اعداد سے واضح ہے کہ ۱۳۱۲ء دم اکتوبر ۱۹۰۴ء میں ۱۵۱۱، اراضیات میں سے زرعی زمین ۱۲۳۵۱۳۷ یعنی ۸۱،۴۴۱ فی صد اراضیات شخصی واحد کی ملک تھیں۔ بالفاظ دیگر ۱۵۱۱، پڑے داروں میں سے ۱۲۳۵۱۳۷ یعنی ۸۱،۴۴۱ فی صد پڑے دار ایسے تھے جن کے ساتھ کوئی ششگمی دار نہ تھا۔ لیکن ۳۳ سال بعد یعنی ۱۳۴۷ء دم اکتوبر ۱۹۲۷ء میں یہ تعداد ۱۲۳ یا ۸۱،۴۴۱ فی صد سے گھٹ کر ۱۹،۱۱۱ یا ۵۴،۱۱۱ فی صد ہو گئی ہے۔ لیکن شخصی اراضیات (شخصی اراضیات سے مراد وہ اراضیات ہیں جو کسی ایک شخص کی ملک ہوں) کی حقیقی تخفیف اس سے بھی زیادہ ہے کیونکہ ۱۳۱۲ء دم ۱۹۰۴ء میں ۱۵۱۱، اراضیات میں سے ۱۲۳۵۱۳۷ اراضیات شخصی تھیں لہذا ۱۳۴۷ء میں بھی اگر یہی صورت حال برقرار رہتی تو ۱۵۱۱، اراضیات میں سے ۱۳۸۵۱۳۷ اراضیات شخصی ہونا چاہئے تھا۔ لیکن ان کی تعداد صرف ۹۲ ہے گویا شخصی اراضیات کی حقیقی تخفیف ۹۲-۱۲۳=۳۱ یا ۲۵،۲۵۱ فی صد کی بجائے ۹۲-۱۳۸=۴۶ یا ۳۳،۳۳۱ فی صد ہے۔ ۱۳۱۲ء کے مقابل ۱۳۴۷ء میں شخصی اراضیات کی تعداد میں ۳۳،۳۳۱ فی صد تخفیف کے یہ معنی ہیں کہ ۱۳۱۲ء کے مقابل ۱۳۴۷ء میں مندرکہ اراضیات کی تعداد میں ۳۳،۳۳۱ فی صد کی زیادتی ہو گئی ہے۔ ۱۳۱۲ء و ۱۳۴۷ء کے اعداد کا مقابلہ کرنے سے ظاہر ہے کہ ۱۳۱۲ء کے مقابل ۱۳۴۷ء میں ان اراضیات کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہو گیا ہے جو دو اورتین افراد کی ملک میں۔ مزید برآں ایسی اراضیات کی تعداد میں بھی قابل لحاظ زیادتی ہو گئی ہے جو ۴-۵ اور ۵ سے زائد افراد کی ملک ہیں جس کا لازمی نتیجہ ملکی اراضیات کی تقسیم میں اضافہ کا باعث ہو گا۔ ذیل کے اعداد سے ہمارے اس بیان کی توضیح ہوتی ہے۔

سلسلہ	مسنہ عیسوی	مالکان انسانی			جملہ رقم ملکوں کے فی پڑے داروں (دیکھو دائیں)	اوسط رقم فی پڑے دار
		پڑے دار	ششگیدار	جملہ		
۱۳۱۲	اکتوبر ۱۹۰۴	۱۵۱	۵۷	۲۰۸	۱۲۴۳	۵۶۹۷
۱۳۲۰	۱۱-۱۹۱۰	۱۶۳	۶۱	۲۲۴	۱۳۰۵	۵۵۸۲
۱۳۳۰	۲۱-۱۹۲۰	۱۷۳	۹۱	۲۶۴	۱۳۵۵	۵۵۱۱
۱۳۴۰	۳۱-۱۹۳۰	۱۸۱	۱۰۲	۲۸۳	۱۳۱۹	۴۳۳۴
۱۳۴۷	۳۸-۱۹۲۷	۱۷۰	۱۱۸	۲۸۸	۹۳۶	۲۵۲۵

مندرجہ صدر اعداد سے ظاہر ہے کہ ۱۳۱۳ء کے مقابل ۱۳۱۲ء میں پٹہ داروں کی تعداد درمیانی
۱۵۱ سے بڑھ کر ۱۷۰ ہو گئی۔ ششگی دار ۷ کی بجائے ۱۱۸ ہو گئے ہیں۔ بحیثیت مجموعی پٹہ داروں
اور ششگی داروں کی تعداد ۲۰۸ سے بڑھ کر ۲۸۸ ہو گئی۔ یہ الفاظ دیگر ۱۳۱۳ء کے مقابل ۱۳۱۲ء میں
پٹہ داروں کی تعداد میں ۱۲۵۸ فی صد کا اضافہ ہوا تو ششگی داروں کی تعداد میں ۵۲-۱۱۰ فی صد
کی زیادتی ہوئی اور بحیثیت مجموعی پٹہ دار و ششگی داروں کی تعداد میں ۲۵۳ فی صد کا اضافہ
ہوا لیکن رقبہ ملوکہ میں ۷۰۰ یکر یا ۲۴۹ فی صد کی کمی ہو گئی۔ لہذا اوسط رقبہ فی پٹہ دار و
ششگی دار بھی ۹۷۰ یکر سے گھٹ کر ۳۲۵ یکر ہو گیا ہے۔ گویا پٹہ دار و ششگی داروں کی تعداد میں
۲۵۳ فی صد اضافہ اور رقبہ ملوکہ میں ۲۴۹ فی صد تخفیف کی وجہ سے اوسط رقبہ فی پٹہ دار و
ششگی دار بھی ۵۹۵۵ فی صد گھٹ گیا ہے۔ جب کہ صرف پٹہ داروں کی تعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے
رقبہ ملوکہ پر روشنی ڈالی گئی تھی (دیکھئے صفحہ ۱۰) تو اوسط رقبہ میں ۱۳۱۳ء کے مقابل ۱۳۱۲ء میں
۲۳۸۹ فی صد کی تخفیف ہوئی تھی دیکھئے یہ کہ اوسط رقبہ فی پٹہ دار ۲۳۸۹ یکر سے گھٹ کر ۴۴۷ یکر
ہو گیا تھا، لیکن جبکہ ششگی داروں کا بھی پورا پورا لحاظ لیا جاتا ہے تو یہ تخفیف ۸۹۳۳ فی صد کی
بجائے ۵۶۵۲ فی صد ہو جاتی ہے۔ اور یہی موثر تخفیف ہے کیونکہ پٹہ دار و ششگی دار بالعموم اپنے
محصولات علیحدہ علیحدہ کرنے کے بعد یا تو ذاتی طور پر کاشت کرتے ہیں یا کسی شخص کو قول پر اٹھا دیتے ہیں۔
پٹہ داروں اور ششگی داروں کی اس باہمی تقسیم کی وجہ سے اگر ایک طرف اراضیات کی تعداد میں زیادتی
ہوتی ہے تو دوسری طرف ان کی وسعت میں بھی نمایاں تخفیف نمودار ہوتی ہے۔ ذیل کے اعداد میں
بتلایا گیا ہے کہ موجودہ اراضیات کی نوعیت بلحاظ وسعت تقسیم سے قبل کیا ہے اور تقسیم کے بعد اس میں
کسی قسم کی تبدیلی نمودار ہوتی ہے۔

دست اراضیات	ارضیات کی تعداد	ارضیات کی تعداد	ارضیات کی تعداد
	تقسیم سے قبل	تقسیم کے بعد	یا تخفیف -
۱	۱	۱	مستقل
۱۰۰ (۱۰۰)	۱	-	۱۰۰ (۱۰۰)
۳۰ (۳۰)	۲	۱	۵۰ (۵۰)

تیسری فصل

۳۹
۱۳۳

موضع دوپہلی کا مشاہدہ تحقیق

دست اراضیات

زرعی آبادی

اراضیات کی تعداد اراضیات کی تعداد فی صد اضافہ (۴)

تقسیم سے قبل تقسیم کے بعد یا تخفیف (۵)

۱۰۰	-	۱	(۵) ر ایکڑ کے درمیان ہیں
۲۵۵۷	۵	۷	" " (۱۵) " (۲۰) " " " "
۱۳۲۸	۶	۷	" " (۱۰) " (۱۵) " " " "
مستقل	۹	۹	" " (۱۰) " (۱۰) " " " "
۲۳۵۸ (۱-)	۱۶	۲۱	" " (۵) " (۱۰) " (۱۰) " " " "
۲۳۶۸	۳۲	۳۲	" " (۵) " (۱۰) " (۱۰) " " " "
۵۱ (۴+)	۷۹	۴۹	" " (۱۰) " (۱۰) " (۱۰) " " " "
۱۷۳۲۳	۸۲	۳۰	" " ایکڑ کے کم ہیں
-	۲۲۸	۱۶۰	جملہ

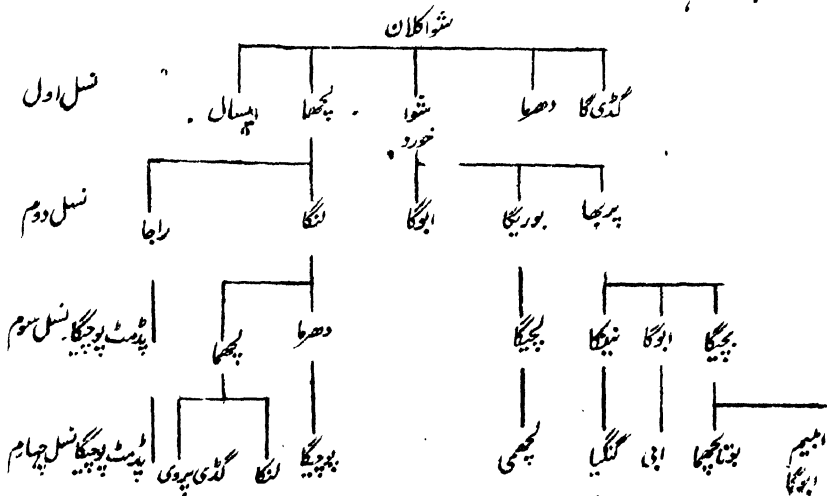
پہلے ہم معلوم کر آئے ہیں کہ موضع ہذا میں ۷۰ ایکڑ دار ہیں ان پہلے داروں کے ساتھ ۱۱۸ شنگی دار ہیں۔
منجملہ ۱۱۸ شنگی داروں کے ۵۸ شنگی داروں نے اپنے حصص عظمہ و کٹے ہیں۔ باقی ۶۰ شنگی دار اپنے پہلے داروں کے ساتھ مشترکہ طور پر کاشت کرتے یا مشترکہ طور پر اپنی اراضی تولیہ پر اٹھا دیتے ہیں۔

پہلے داروں اور شنگی داروں کی باہمی تقسیم کی وجہ سے (۴۰) اور (۵۰)، (۲۰) اور (۳۰) ایکڑ کے درمیانی اراضیات بالکل غائب ہو جاتے ہیں۔ (۱۵) اور (۲۰) ایکڑ کے درمیانی اراضیات میں تقریباً (۲۹) فی صد کمی ہوتی ہے۔ (۱۰) اور (۱۵) ایکڑ کے درمیانی اراضیات میں بھی (۱۳) فی صد سے زائد تخفیف ہو جاتی ہے۔ سارے سات اور ایکڑ کے درمیانی اراضیات مستقل حالت پر رہتے ہیں۔ لیکن (۵) اور سارے سات ایکڑ کے درمیانی اراضیات میں تقریباً ۲۳ فی صد کمی واقع ہوتی ہے۔ نسبتاً وسیع اراضیات میں تو تخفیف ہوتی ہے لیکن چھوٹی چھوٹی اراضیات میں غیر معمولی طور پر اضافہ ہو جاتا ہے چنانچہ ایک اور ڈھائی ایکڑ کے درمیانی اراضیات میں ۵۱ فی صد کی زیادتی ہوتی ہے تو

۷۔ ایسی اراضیات بھی خاصہ ہیں کیا گیہے انہیں شنگی ملک تصور کیا گیا ہے۔

ملکی اراضیات کی نوعیت کے متعلق حسب ذیل نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔

ان اعداد سے ظاہر ہے کہ ہیکر سے کم وسعت والی اراضیات سب سے زراہد یعنی ۸۲۵ فی صد میں اس زیادتی کی سب سے اہم وجہ آبادی کا اضافہ اور میٹروں کا فقدان ہے چونکہ باشندوں کے لئے زراعت کے سوا اور کوئی پیشہ نہیں لہذا وہ زراعت ہی کی طرف مشغول ہو جاتے ہیں اور آبائی اراضیات میں علاحدہ علیحدہ حصص کرنے کے لئے بالعموم مجبور ہو جاتے ہیں اس تقسیم کی بدولت اراضیات کی وسعت مثلاً بدخشاں کم ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل علی مثال سے اس امر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔



آج سے چار نسل قبل موضع زیر بحث میں مشواکلاں نامی ایک شخص رہتا تھا اس کو پانچ لڑکے۔۔۔
گڈیگا، دھرا، شواخورد، کچھا اور ابا سال تھے۔ جب تک شوازندہ رہا خاندان کے جملہ افراد مشترکہ طور پر

زندگی بسر کرتے تھے شہنشاہ کے انتقال کے بعد گدگدی گا، دھرمہا اور اربسال چند نامعلوم وجوہات کی بنا پر دیہات چھوڑ کر چلا گئے اور پھر واپس نہ ہوئے اس طرح شہنشاہان کی اراضی کے مالک صرف شہنشاہان خود اور لچھا قرار پائے۔ کہا جاتا ہے کہ شہنشاہان خود در لچھا بھی مشترکہ طور پر رہا کرتے تھے، لہذا شہنشاہان کی اراضی ان دونوں کے مابین تقسیم نہ ہونے پائی۔ ہم یہ ٹھیک طور پر نہیں بتا سکتے کہ شہنشاہان کی کس قدر اراضی تھی اور کتنی اراضی شہنشاہان خود اور لچھا کو دینے میں ملی کیونکہ اس وقت کا کوئی اندراج نہیں ملتا اور نہ موجودہ ورثہ کو اس کا علم ہے البتہ ۱۷۷۳ء کے تختہ جمعہ دی میں پرتیجا اور بوریگا کے نام بطور پٹہ دار ملتے ہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابوگا لنگا اور راجا ان کے ساتھ بطور حصہ داروں کے شریک تھے اس سلسلہ میں پرتیجا اور بوریگا کے نام حسب صراحت ذیل سروے نمبرات تھے:-

سروے نمبرات بوریگا ولد شہنشاہان خود	۱۸۰	۳	۱	۷	۱۱
سروے نمبرات پارت نمبر بیکر زفہ گندہ	۱۹۷	۴	۱	۲	۱۱
۱۲۰	۱۹۱	۳	۱	۱۶	۱۱
۱۳۱	۸۵	-	-	۲۴	۱۱
۱۲۳	۳۵۹	۳	۱	۶	۱۱
۱۹۱	۲۰۹	۲	۱	۲۰	۱۱
۸۵	۱۲۳	۱	۳	۱۶	۱۱
جملہ	۷۴	۴	-	۱۴	۱۱
سروے نمبرات پرتیجا ولد شہنشاہان خود	۱۴۵	۱	-	۲۴	۱۱
۱۴۱	جملہ	۱۱	-	۵	۱۱

اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ مذکورہ تمام اندراجات شہنشاہان کی ملک تھے اور ایسا فرض کرنا غلط بھی نہیں پرتیجا اور بوریگا کے ساتھ ابوگا لنگا اور راجا بحیثیت حصہ داروں کے شریک رہے تھے یہ معنی ہیں کہ جملہ اراضی شہنشاہان کی ملک تھی، تو شہنشاہان کی جملہ اراضی ۷۵ بیکر ساڑھے بیس گنت قرار پاتی ہے۔ پیچھے ہم بتا چکے ہیں کہ جب تک شہنشاہ زندہ رہا اس اراضی کی کوئی تقسیم نہ ہوئی شہنشاہ کے بعد شہنشاہان خود اور لچھا کے مابین بھی کوئی تقسیم عمل میں نہ آئی کیونکہ یہ لوگ مشترکہ طور پر رہا کرتے تھے البتہ نسل دوم میں

وژنا کے باہمی سمجھوتے کے موافق خانگی طور پر جملہ اراضی تقسیم کر لی گئی نسل دوم میں شواہی اراضی کے پانچ حصہ دار تھے لیکن نسل سوم میں حصہ داروں کی تعداد پانچ کی بجائے سات ہو جاتی ہے چنانچہ نسل سوم کے تحت پہلے داروں و شواہی داران سے ہیں اس امر کا مواد ملتا ہے کہ متذکرہ جملہ سروے نمبرات سات افراد کی ملک تھے۔ نسل چہارم میں حصہ داروں کی تعداد نسل سوم کے مقابل سات سے بڑھ کر نو ہو جاتی ہے حصہ داروں کی تعداد میں جوں جوں اضافہ ہوتا جاتا ہے اراضی کی تقسیم در تقسیم ہونے لگتی ہے۔ ذیل کے اعداد ملاحظہ ہوں :-

نسل	تعداد حصہ دار	جملہ رقبہ ملوکہ	اوسط رقبہ فی حصہ دار	تعداد قطعہ
اول	۲	۲۶ ایکڑ	۱۳ ایکڑ	۱۵
دوم	۵	۲۶	۵.۲	۱۷
سوم	۷	۲۴	۳.۴	۳۰
چہارم	۹	۲۴	۲.۶	۳۸

ان اعداد سے حسب ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں :-

پہلا یہ کہ نسل اول کے مقابل نسل چہارم میں حصہ داروں کی تعداد چار گنے سے زائد ہو گئی ہے دوسرا یہ کہ نسل اول و دوم میں اراضی کی وسعت تقریباً ۲۶ ایکڑ تھی لیکن نسل سوم و چہارم میں اس کی وسعت ۲۶ ایکڑ کی بجائے ۲۴ ایکڑ سے کچھ ہی زائد رہی ہے۔ اس کی کمی کی وجہ یہ ہے کہ نسل سوم و چہارم کو ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۱ء میں جب بند و بست اولیٰ کی نظر ثانی کی گئی تو سروے نمبرات کی جدیدینڈ بندی و پیمائش وغیرہ کے تحت تقریباً ایک ایکڑ زائد کی تخفیف ہوئی۔

تنبیہ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ باہمی حصص کی بنا پر اراضی کے قطعات میں بھی نمایاں اضافہ ہو گیا ہے۔ نسل اول میں ۲۶ ایکڑ اراضی ۱۵ مختلف قطعات پر مشتمل تھی نسل دوم میں بھی اراضی ۱۷ قطعات پر مشتمل ہو گئی نسل سوم میں قطعات کی تعداد ۳۰ ہو گئی نسل چہارم میں ان کی تعداد ۳۸ کی بجائے ۳۸ ہو گئی گویا تقسیم و در تقسیم کی وجہ سے اراضی کے قطعات کی تعداد میں ڈھائی گنے سے زائد کا اضافہ ہوا۔

چونکہ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ نسل اول کے مقابل نسل چہارم میں وسعت اراضی میں نسبتاً تخفیف اور حصہ داروں کی تعداد میں اضافہ کی وجہ سے اوسط رقبہ فی حصہ دار رجب غیر طریقی پر

گھٹ گیا ہے نسل اول میں فی حصہ دار اراضی کا اوسط ۱۳ ایکڑ تھا لیکن چوتھی نسل میں یہ اوسط ۲۰.۶ ایکڑ ہو جاتا ہے۔ زیر بحث اراضی پر تقسیم کی شدت کا اندازہ حسب ذیل اعداد کے ذریعہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

وسعت قطعات	نسل اول	نسل چہارم
تعداد	فی صد	تعداد
پاؤ ایکڑ سے کم	-	-
پاؤ اور نصف ایکڑ کے درمیان قطعات	۲	۱۳.۵۳
نصف اور پون ایکڑ کے	۳	۲۰
پون اور ایک ایکڑ کے	۱	۶.۷۷
ایک اور ڈیڑھ ایکڑ کے	۵	۳۳.۵۳
ڈیڑھ اور دو ایکڑ کے	۱	۶.۷۷
دو اور تین ایکڑ کے	-	-
تین اور چار ایکڑ کے	۲	۱۳.۵۳
چار اور پانچ ایکڑ کے	-	-
پانچ اور چھ ایکڑ کے	-	-
چھ اور سات ایکڑ کے	-	-
حکمہ	۱۵	۱۰۰

مندرجہ صدر تقابلی اعداد سے واضح ہے کہ نسل اول کے مقابل نسل چہارم میں ۶ اور ایکڑ کا درمیان قطعه اسی طرح قائم رہتا ہے لیکن تین اور چار ایکڑ کے درمیان قطعات بالکل غائب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ڈیڑھ اور دو ایکڑ کا درمیان قطعه بھی غائب ہو جاتا ہے ایک اور ڈیڑھ ایکڑ کے درمیان قطعات ۵ کے بجائے ۴ ہو جاتے ہیں۔ گویا ان قطعات میں ۲۰ فی صد تخفیف ہو جاتی ہے اس میں شک نہیں کہ پون اور ایک ایکڑ کا درمیان قطعه اس طرح برقرار رہتا ہے لیکن نصف اور پون ایکڑ کے درمیان قطعات ۳ کی بجائے ۹ ہو جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر ان قطعات کی تعداد میں ۲۰۰ فی صد کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ پاؤ اور نصف ایکڑ کے درمیان قطعات میں اس سے بھی زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہ ان قطعات کی

تعداد ۲ کی بجائے ۸ ہو جاتی ہے۔ گویا ان کی تعداد میں ۶۰۰ سنی مد کی زیادتی ہوتی ہے۔ سب سے زیادہ اضافہ پاؤ بیکر سے کم کے قطعات میں ہوتا ہے کیونکہ نسل اول میں زیر بحث اراضی میں ایک قطعہ بھی ایسا نہ تھا جو پاؤ بیکر سے کم ہو لیکن نسل چہارم میں اس قسم کے قطعات کی تعداد ۵۱ ہو جاتی ہے۔ ان اعداد کے ذریعہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زیر بحث اراضی کی حد تک تقسیم و ترقیم کا مسئلہ کس قدر شدید رہا۔ ٹھیک یہی حال کم و بیش دیگر ملکی اراضیات کا ہے۔ اضافہ آبادی کے ساتھ ساتھ جس وقت تک پیشہ کا فقدان رہے گا تقسیم اراضیات کا مسئلہ اہم سے اہم تر ہوتا جائے گا۔

(ب) انتشار اراضی بلحاظ ملکیت | یہاں تک تو ہم نے اس امر کی تشریح کی کہ ملکی اراضیات کی حد تک تقسیم کیا کیا ضرورت ہے کن وجوہات کی بنا پر ملکی اراضیات کی تقسیم کا مسئلہ رونما ہوتا ہے۔ اب ہم ملکی اراضیات کے انتشار کا حال دریافت کریں گے۔ واضح رہے کہ زرعی آبادی میں اضافے اور پیشوں کے فقدان کی وجہ سے نہ صرف تقسیم اراضیات کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے بلکہ اس کے ساتھ انتشار کی کیفیت بھی رونما ہوتی ہے۔ کیونکہ تقسیم کے ساتھ انتشار کا پیدا ہونا بالعموم ضروری ہے چنانچہ اس کا ثبوت ہمیں سابقہ مثال ہی سے مل سکتا ہے۔ نسل اول میں اراضی زیر بحث ۵ مختلف قطعات پر مشتمل تھی لیکن دوسری نسل میں منتشر قطعات کی تعداد ۱۷ ہو گئی تیسری نسل میں ان قطعات کی تعداد ۳۰، اور چوتھی نسل میں ۳۸ ہو جاتی ہے ٹھیک اسی طور پر ہر تقسیم کے ساتھ بالعموم انتشار کی کیفیت پیدا ہوتی رہتی ہے۔ ذیل کے اعداد میں ۱۷۰ پٹہ داروں کی اراضی کے انتشار کو واضح کیا گیا ہے :-

جملہ قطعات	تعداد	اراضیات
۴۵	۳۵	وہ اراضیات جو ایک قطعہ پر مشتمل ہیں
۷۰	۳۵	" " ۲ " "
۷۸	۲۶	" " ۳ " "
۶۸	۱۷	" " ۴ " "
۸۰	۱۶	" " ۵ " "
۳۸	۸	" " ۶ " "
۳۲	۶	" " ۷ " "

ارضیات	تعداد	جملہ قطعات
وہ اراضیات جو ۸ قطعات پر مشتمل ہیں	۵	۳۳
" " ۹ " "	۳	۳۶
" " ۱۰ " "	۱	۱۰
وہ اراضیات جو ۱۰ سے زائد	۷	۱۳۱
جملہ	۱۷۰	۲۹۳

ان اعداد سے واضح ہے کہ (۱۷۰) اراضیات میں سے (۳۷) اراضیات ایک ایک قطعه پر مشتمل ہیں یہ امر کسی طرح باعث تشفی نہیں کہ ۳۵ یا ۲۶۵ فی صد اراضیات ایک مقام پر واقع ہیں کیونکہ ان اراضیات کی وسعت بہت محدود ہوتی ہے۔ بالعموم ایک کیر سے کم ہوتے ہیں۔ ۱۸ یا ۲۹۰ فی صد اراضیات ۲ تا ۱۰ مختلف قطعات پر مشتمل ہیں۔ ۷ یا ۱۰ فی صد اراضیات ایسی ہیں جو زیادہ از ۱۰ قطعات پر مشتمل ہیں۔ مجموعی قطعات اراضیات کا لحاظ کرتے ہوئے فی ارضی اوسطاً ۸.۵۳ قطعات پر مشتمل نظر آتی ہے۔

واضح رہے کہ مذکورہ تشریح صرف پٹہ داروں کی اراضیات تک محدود ہے جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ۷۱ پٹہ داروں کے ساتھ بحیثیت مجموعی ۱۱۸ ٹنگی دار ہیں۔ ۱۱۸ ٹنگی داروں میں سے ۵۸ ٹنگی داروں نے خانگی طور پر اپنی حصص کی یا مضابطہ تقسیم کرنی ہے جب ہم اس تقسیم کا پورا پورا لحاظ کرتے ہیں تو انتشار اراضیات کی نوعیت بدل جاتی ہے چنانچہ پٹہ داروں اور ٹنگی داروں کی باہمی تقسیم کے بعد انتشار اراضیات کی نوعیت حسب ذیل رہتی ہے :-

ارضیات	تعداد	جملہ قطعات
وہ اراضیات جو ایک قطعه پر مشتمل ہیں	۵۱	۵۱
" " ۲ " "	۶۱	۱۲۲

لہذا ان اراضیات میں انتشار کی حالت بہت زیادہ ہے کیونکہ سات ۱۳۱ قطعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ کہ یہ معنی ہیں کہ فی ارضی اوسطاً ۱.۵۱ قطعات پر مشتمل ہے۔

ارضیات	تعداد	جلدہ قطعات
وہ اراضیات جو ۳۰ قطعات پر مشتمل ہیں	۳۵	۱۰۵
" " ۴ " "	۲۶	۱۰۴
" " ۵ " "	۲۳	۱۱۵
" " ۶ " "	۹	۵۴
" " ۷ " "	۴	۲۸
" " ۸ " "	۴	۳۲
" " ۹ " "	۴	۳۶
" " ۱۰ " "	۶	۶۰
وہ اراضیات جو ۱۰ سے زائد	۵	۱۲۴
جلدہ	۲۲۸	۸۳۱

تقسیم سے قبل ہم نے دیکھا تھا کہ (۴۵) افراد کی اراضی ایک ایک قطعہ پر مشتمل تھی لیکن تقسیم کے بعد ایسی اراضیات کی تعداد ۵۴ کی بجائے ۱۰۵ ہو جاتی ہے اسی طرح دو مختلف قطعات پر مشتمل اراضیات ۳۵ کی بجائے ۶۱ ہو جاتے ہیں تین مختلف قطعات پر مشتمل اراضیات ۲۶ کی بجائے ۵۴ ہو جاتی ہیں۔ پانچ قطعات پر مشتمل اراضیات کی تعداد میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے لیکن ۷ تا ۸ قطعات پر مشتمل اراضیات کی تعداد میں کسی قدر کمی ہو جاتی ہے اس کمی کی وجہ یہ ہے کہ بعض حصہ داروں نے ہر ہر قطعہ اراضی میں سے علیحدہ علیحدہ حصہ کرنے کی بجائے عموماً قطعات تقسیم کر لئے ہیں مثلاً اگر ایک اراضی کے آٹھ قطعات ہیں اور دو حصہ دار تو ایک حصہ دار ۴ قطعات لیتا ہے۔ لہذا ایک اراضی جو ۸ قطعات پر مشتمل تھی اب دو اراضیات پر مشتمل ہو جاتی ہے لیکن فی اراضی قطعات کی تعداد ۸ کی بجائے صرف ۴ رہتی ہے۔ ۹ قطعات پر مشتمل اراضیات کی سابقہ تعداد اسی طرح باقی رہتی ہے البتہ دس قطعات پر مشتمل اراضیات کی تعداد ایک کی بجائے ۶ ہو جاتی ہے لیکن زائد از دس قطعات والی اراضیات ۷ کی بجائے ۵ ہو جاتی ہیں۔

جب ہم ۸۳۱ قطعات کو لیکر ۴۲۸ اراضیات سے تقسیم کرتے ہیں تو فی اراضی قطعات کی تعداد ۳۵ رہتی ہے جیسا کہ پہلے واروں کی اراضی اوسطاً ۸۰ دس قطعات پر مشتمل تھی اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ تقسیم کے بعد

وسعت اراضیات تعداد فی صد
وہ کاشت شدہ اراضیات جن کی وسعت ۱ اور ۲ پیکر کے درمیان ہے۔ ۵۳ ۵۳
جلد ۱۹۳ ۱۰۰
ان اعداد کے ذریعہ حسب ذیل نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے:-

وسعت اراضیات تعداد فی صد
۱۔ وہ کاشت شدہ اراضیات جن کی وسعت ۲۰ اور ۱۰۰ پیکر کے درمیان ہے۔ ۵ ۲۵۶
۲۔ " " " " ۲۰ " ۵۲ ۲۶
۳۔ " " " " ۵ پیکر سے کم ہے ۱۳۶ ۷۰۴
جلد ۱۹۳ ۱۰۰

۴۔ فی کاشت شدہ اراضی اوسط رقبہ ۵۸۸ پیکر ہے۔
(دب) انتشار اراضی بلحاظ کاشت — بلحاظ کاشت تقسیم اراضی کے اعداد دئے جا چکے ہیں۔
اب ہم بلحاظ کاشت انتشار کی نوعیت معلوم کریں گے۔ ذیل کے اعداد ملاحظہ ہوں:-

ارضیات تعداد جملہ قطعات
۱۔ وہ کاشت شدہ اراضیات جو ایک قطعہ پر مشتمل ہیں ۳۶ ۳۶
وہ کاشت شدہ اراضیات جو ۲ مختلف قطعات پر مشتمل ہیں ۳۱ ۶۲
" " " " ۲۸ ۸۴
" " " " ۴ ۱۰۸

۱۔ واضح رہے کہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۷ء کا جملہ محلی رقبہ ۹۳۶ پیکر ہے۔ اس رقبہ میں سے تقریباً ۲۳ پیکر غیر مقامی افراد کاشت کرتے ہیں۔ لہذا ۹۶۳ پیکر میں سے ۲۳ پیکر نہا کرنے کے بعد ۹۴۰ پیکر بچ رہتے ہیں۔ چونکہ موضع زیر بحث کے افراد دیگر مواضع میں ۲۲۳ پیکر کاشت کرتے ہیں لہذا ۹۱۳ پیکر میں سے ۲۲۳ پیکر نہا کرنے کے بعد ۶۹۰ پیکر کاشت شدہ رقبہ ۱۱۳۶ پیکر بنتا ہے۔ اس رقبہ کو ۱۹۳ کاشتکاروں نے تقسیم کرنے کے بعد اوسط رقبہ فی کاشت شدہ اراضی ۵۸۸ پیکر بنتا ہے۔ ملکی اراضیات میں اوسط رقبہ فی ایکڑ ۲۵۵ پیکر ہے۔

نقداد	مطلوبات	اراضیات
۱۸	۹۰	مکھ کاشت شدہ اراضیات جو مختلف قطعات پر مشتمل ہیں
۱۰	۶۰	" " ۶ " " "
۹	۶۳	" " ۷ " " "
۸	۶۳	" " ۸ " " "
۸	۷۲	ت " ۹ " " "
۸	۸۰	" " ۱۰ " " "
۱۰	۲۰۰	وہ کاشت شدہ اراضیات جو زاید از ۱۰ قطعات پر مشتمل ہیں
۱۵۳	۹۱۹	جملہ

کاشت شدہ اراضیات کے انتشار کو مختصراً حسب ذیل طریق پر بیان کیا جاسکتا ہے۔۔۔

نقداد	فی صد
۳۶	۱۸۵%
۱۰۳	۵۳%
۴۲	۲۲%
۱	۵%

۱۔ وہ اراضیات جو ایک قطعہ پر مشتمل ہیں

۲۔ وہ کاشت شدہ اراضیات جو ۲ تا ۹ مختلف قطعات پر مشتمل ہیں

۳۔ " " " " ۱۰ تا ۱۹ " " " "

۴۔ وہ کاشت شدہ اراضیات جو زاید از ۱۰ مختلف قطعات پر مشتمل ہیں

۵۔ فی کاشت شدہ اراضی اوسطاً ۷۵۷۳ قطعات پر مشتمل ہے۔

تقسیم و انتشار اراضی بلحاظ ملکیت اور تقسیم و انتشار اراضی بلحاظ کاشت کی جدا جدا تشریح کے بعد ہر دو کا مقابلہ بھی ضروری ہے۔ ذیل میں ملکی اراضیات و کاشت شدہ اراضیات کے تقابلی اعداد و س گئے ہیں۔۔۔

نقداد اراضیات		وسعت اراضیات
ملکی	کاشت شدہ	
۱	۲	وہ اراضیات جن کی وسعت ۵۰ اور ۱۰۰ ایکڑ کے درمیان ہے
-	۱	" " ۵۰ " " " "

تعداد اراضیات		وسعت اراضیات	
ملکی	کاشت شدہ		
۱	۱	وہ اراضیات جن کی وسعت ۳۰ اور ۴۰ ایکڑ کے درمیان ہے۔	
۱	-	۳۰	۲۰
۵	۵	۲۰	۱۵
۱۲	۶	۱۵	۱۰
۱۲	۹	۱۰	$\frac{1}{4}$
۲۱	۱۶	$\frac{1}{4}$	۵
۳۹	۳۲	۵	$\frac{1}{4}$
۵۲	۶۶	$\frac{1}{4}$	۱
۴۴	۷۲	ایک ایکڑ سے کم ہے۔	

جملہ ۲۲۸ ۱۹۳

مندرجہ صدر تقابلی اعداد سے ہیں دو باتیں معلوم ہوتی ہیں: پہلی یہ کہ ملکی اراضیات کی تعداد ۲۲۸ ہے لیکن کاشت شدہ اراضیات کی جملہ تعداد ۱۹۳ ہے۔ گویا ملکی اراضیات کے مقابل کاشت شدہ اراضیات کی تعداد میں ۳۵ اراضیات کی تخفیف ہو گئی ہے اس تخفیف کی وجہ یہ ہے کہ ۲۲۸ اکلان ارضی میں سے کوئی ۳۵ افراد ایسے ہیں جو اپنی ارضی کلیتاً دیگر افراد کو قول پر اٹھا دیتے ہیں۔ لہذا حقیقی کاشت کاروں کی تعداد ۱۹۳ رہ جاتی ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ملکی اراضیات کے مقابل کاشت شدہ اراضیات میں وسیع اراضیات کی تعداد زیادہ ہے اور مختصر اراضیات (مثلاً ڈھائی ایکڑ سے کم وسعت والی) تعداد میں مقابلاً کم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے کاشتکار جن کے ہاں مختصر ارضی ہے کاشت کی خاطر قوی زمین دے صرف اندرون دیہات بلکہ بیرون دیہات بھی حاصل کرتے ہیں اس طرح ملکی اراضیات کے مقابل کاشت شدہ اراضیات میں وسیع اراضیات کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور مختصر اراضیات کی تعداد گھٹ جاتی ہے۔ ملکی اراضیات اور کاشت شدہ اراضیات کا

حسب ذیل مختصر مقابلہ بھی خالی از معلومات نہ ہوگا۔

فی صد ملک کی اراضیات	فی صد کاشت شدہ اراضیات	فی صد کاشت شدہ اراضیات
۱۔ وہ اراضیاں جو ۲۰ اور ۱۰۰ ایکڑ کے درمیان ہیں	۹۵۹	۲۶۹
۲۔ " " ۲۰ ۴ ۵	۱۵۶۷	۲۷
۳۔ وہ اراضیات جو ہیکڑ سے کم ہیں	۸۳۴۴	۷۰۶۴
جملہ	۱۰۰	۱۰۰

ان اعداد سے ظاہر ہے کہ ملکی اراضیات میں ۸۳،۴ فی صد اراضیات ہیکڑ سے کم ہیں لیکن کاشت شدہ اراضیات میں اسی وسعت کی اراضیات ۷۰،۶ فی صد ہیں جہاں تک کہ ۵ اور ۲۰ ایکڑ کے درمیان فی اراضیات کا تعلق ہے ملکی اراضیات میں ان کا فی صد ۵۱ ہے لیکن کاشت شدہ اراضیات میں یہ فی صد بڑھ کر ۲۷ ہو جاتا ہے اسی طرح ۲۰ اور ۱۰۰ ایکڑ کے درمیان فی اراضیات ایک میں ۹۵،۹ فی صد ہیں تو دوسرے میں ۲۶،۹ فی صد ہیں اس زیادتی کے یہ معنی ہیں کہ ملکی اراضیات کے مقابل کاشت شدہ اراضیات میں نسبتاً وسیع اراضیات کی تعداد زیادہ ہے نہ صرف یہ بلکہ ملکی اراضیات کے مقابل کاشت شدہ اراضیات میں اوسط رقبہ فی ارضی بھی زیادہ ہے کیونکہ ملکی اراضیات میں اوسط رقبہ فی ارضی ۳۵،۲ ایکڑ ہے تو کاشت شدہ اراضیات میں یہ اوسط ۸۸ ایکڑ رہتا ہے۔

یہ چیز ہمارے ملے باعث تشفی ہے کہ ملکی اراضیات کے مقابل کاشت شدہ اراضیات نہ صرف نسبتاً وسیع ہیں بلکہ اوسط رقبہ فی ارضی بھی مقابلاً زیادہ ہے لیکن جب ہم ہر دو قسم کی اراضیات کے انتشار پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ملکی اراضیات کے مقابل کاشت شدہ اراضیات میں انتشار کی حالت زیادہ رہتی ہے۔ ذیل کے تقابلی اعداد ملاحظہ ہوں:-

نوعیت اراضیات		تعداد اراضیات	
		ملکی	کاشت شدہ
وہ اراضیات جو ایک قطعہ پر مشتمل ہیں		۵۱	۳۳۶
		۶۱	۳۱
وہ اراضیات جو دو مختلف قطعہ پر مشتمل ہیں			

نوعیت اراضیات		تعداد اراضیات	
		ملکی	کاشت شدہ
وہ اراضیات جو تین قطعات پر مشتمل ہیں		۳۵	۲۸
" " چار " "		۲۶	۲۷
" " پانچ " "		۲۳	۲۸
" " چھ " "		۹	۱۰
" " سات " "		۴	۹
" " آٹھ " "		۴	۸
" " نو " "		۴	۸
" " دس " "		۶	۸
" " دس سے زیادہ مختلف قطعات پر مشتمل ہیں		۵	۱۰

جملہ ۲۲۸ ۱۹۳

مندرجہ بالا تقابلی اعداد سے واضح ہے کہ ملکی اراضیات کے مقابل کاشت شدہ اراضیات میں ایک اور تین قطعات پر مشتمل اراضیات کی تعداد کم ہے لیکن ۳، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ اور زیادہ دس قطعات پر مشتمل اراضیات کی تعداد میں نمایاں زیادتی ہو گئی ہے۔ ذیل میں ملکی اراضیات اور کاشت شدہ اراضیات میں انتشار کی حالت کا مختصر مقابلہ کیا گیا ہے۔ ان اعداد کے ذریعہ بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ملکی اراضیات کے مقابل کاشت شدہ اراضیات میں انتشار کی حالت زیادہ ہے۔

ارضیات	فی صد ملکی اراضیات	فی صد کاشت شدہ اراضیات
۱۔ وہ اراضیات جو ایک قطعہ پر مشتمل ہیں۔	۲۲.۳	۱۸.۶
۲۔ " " دو تا پانچ " "	۶۳.۶	۵۳.۹
۳۔ " " چھ تا دس " "	۱۱.۸	۲۲.۳
۴۔ " " زیادہ دس " "	۲.۲	۵.۲
جملہ	۱۰۰	۱۰۰

ان اعداد سے واضح ہے کہ ملکی اراضیات کے مقابل کاشت شدہ اراضیات میں انتشار کی حالت زیادہ ہے! اس کا ثبوت ہمیں اس طور پر بھی ملتا ہے کہ ملکی اراضیات میں فی ارضی اوسطاً ۵۳ مختلف قطعات پر مشتمل ہے۔ لیکن کاشت شدہ اراضیات میں منتشر قطعات کا اوسط ۵۷ ہے نہایت ہے جو کہ ملکی اراضیات کے اوسط سے ۳۴۲ فی صد زیادہ ہے۔

واضح رہے کہ ملکی اراضیات کی تقسیم و انتشار سے اس قدر نقصان نہیں پہنچتا جس قدر کہ کاشت شدہ اراضیات کی تقسیم و انتشار سے۔ کاشت شدہ اراضیات کی تقسیم و انتشار کا سب سے اہم نقصان یہ ہے کہ گوناگوں حالات زمین سے ہر ماہ معاشیات واقع ہے، کی بنا پر اخراجات کاشت بڑھ جاتے ہیں۔ اخراجات کاشت میں اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ اسی تناسب سے آمدنیوں میں تخفیف ہو جاتی ہے، منفعہ زمین میں جملہ کاشت شدہ اراضیات کا لحاظ کرتے ہوئے چونکہ ۷۰ فی صد اراضیات ۵۰ ایکڑ سے کم ہیں اور چونکہ ۶۷۲ فی صد اراضیات ۲ تا ۱۰ مختلف قطعات اور ۲۵۲ اراضیات زیادہ از دس قطعات پر مشتمل ہیں لہذا زرعی زمین، زرعی محنت اور زرعی اصل (جس میں مویشی اور آلات زراعت وغیرہ شامل ہیں) کے عدم تناسب کی وجہ سے فراہم کنندہ کے مصارف کاشت بڑھ جاتے ہیں۔ آمدنیوں میں تخفیف ہوتی ہے اور تخفیف آمدنی معیار زندگی کو متاثر کرتی ہے۔

۵۔ دیکھئے نقشہ نمبر ۳۲ جس میں چند کاشت کاروں کی اراضیات کے انتشار کو واضح کیا گیا ہے اس انتشار سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مزارعین کو آلات کے لانے ایچائے تخم دکھاؤ کی حل و نقل میں کھیتوں کی گرانی کے ضمن میں کئی فی فصل کے بعد فلو کو مکان منتقل کرنے میں کس قدر قیاس نہ ہوتی ہوں گی حساب لگایا گیا ہے کہ قطعات کاشت میں ہر ۵۰۰ ایکڑ کے فاصلہ کی وجہ سے ہل چلائی اور دستی کام کے اخراجات ۱۳، ۵ فی صد بڑھ جاتے ہیں۔ کھاؤ کی حل و نقل میں ۲۰ لیکر ۳۵ فی صد تک مصارف میں اضافہ ہوتا ہے۔ پیداوار کی باربرداری میں ۱۵ لیکر ۲۲ فی صد اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔ (معاشیات ہند مصنفہ جتھار اینڈ بری جلد ایک ایڈیشن ۱۹۳۳ء صفحہ ۱۹۹ دیکھئے)۔

چوتھی فصل

زرعی محنت

زرعی عوامل پیدائش میں سے ایک اہم عامل یعنی زرعی زمین کے بعض اہم حالات ہم گذشتہ فصل میں بتا چکے ہیں اس فصل میں ہم ایک دوسرے عامل پیدائش یعنی زرعی محنت کے حامل معلوم کریں گے۔ زرعی محنت سے ہماری مراد ہر وہ محنت جو زرعی عمل پیدائش میں براہ راست مصروف کار ہو۔ ہر قسم کی محنت عام ازیں کہ وہ کسی آجڑ کی ہو یا مزدور کی زرعی محنت میں شامل ہو جاتی ہے لیکن ہم اپنی توجہ زرعی مزدوروں تک محدود رکھیں گے۔

۱۔ مزدوروں کی تعداد | موضع ہڈا میں جگہ مزدور پیشہ خاندانوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

تعداد خاندان تعداد نفوس فی صد

وہ خاندان یا وہ نفوس جن کا اصل پیشہ

مزدوری ہے۔ ۳۶ ۱۲۶ ۱۱

وہ خاندان یا وہ نفوس جن کا اصل پیشہ

مزدوری ہے لیکن جو ذیلی ٹکڑے پر پیشہ بھی کرتے ہیں ۱۸ ۵۴ ۵

وہ خاندان یا نفوس جن کا اصل پیشہ تو کچھ اور ہے

لیکن جو ذیلی طور پر مزدوری کرتے ہیں ۷۴ ۳۸۳ ۳۳

لے دیکھئے نفاذ پر نمبر ۸۰، ۸۱، ۸۲ اور ۱۰۵ زرعی مزدور مختلف کام انجام دے رہے ہیں۔

تعداد خاندان تعداد نفوس فی صد روزی محنت

۴۹

۵۶۳

۱۲۸

مندرجہ بالا اعداد کا لحاظ کرتے ہوئے مزدور طبقہ کو درجہ پرتقسیم کیا جاسکتا ہے ایک وہ جو کلا مزدوری سے روزی حاصل کرتا ہے۔ دوسرے وہ جس کا تعلق مزہدی سے جزا ہے۔ جزدی طور پر مزدوری سے استفادہ کرنے والے پھر دو طرح میں تقسیم ہیں ایک وہ جو اپنی آمدنی کا بڑا حصہ مزدوری سے اور صرف قلیل حصہ دیگر پیشوں سے حاصل کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جن کی آمدنی کا بڑا حصہ نو دیگر پیشوں سے اور صرف قلیل حصہ مزدوری سے حاصل ہوتا ہے اس طرح مزدوری سے کلا استفادہ کرنے والے افراد جملہ آبادی کا لحاظ کرتے ہوئے گیارہ فی صد قرار پاتے ہیں، اور جزا استفادہ کرنے والے ۳۸ فی صد۔ ان ۳۸ فی صد افراد میں ۵ فی صد افراد کی آمدنی کا زیادہ حصہ مزدوری سے حاصل ہوتا ہے اور کم حصہ دیگر پیشوں سے۔ باقی ۳۳ فی صد افراد اپنی آمدنی کا زیادہ حصہ نو دیگر پیشوں سے حاصل کرتے ہیں اور صرف قلیل حصہ مزدوری سے بحیثیت مجموعی ۴۹ فی صد افراد کا تعلق کلی یا جزوی طور پر مزدوری سے ہے۔

واضح رہے کہ مذکورہ ہر قسم کے مزدوروں کی چند خصوصیات ہیں۔ مثلاً مذکورہ مزدور طبقہ اور ان کی خصوصیات | طبقہ اول کے مزدوروں کی خصوصیت ہے کہ ان کے بالعموم ذاتی زمین نہیں ہوتی۔ جن افراد کے ہاں تھوڑی بہت زمین ہوتی ہے وہ بھی اسے تول پر اٹھاتے یا بیٹائی پر دیتے ہیں اور صرف مزدوری کو اپنا مقصود اصلی بنائے رکھتے ہیں ان افراد میں نہ صرف مرد مزدوری کے لئے جاتے ہیں بلکہ عورتیں بھی مزدوری کرتی ہیں۔

طبقہ دوم کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ہاں بالعموم تھوڑی بہت زمین ہوتی ہے اور یہ زمین

۱۔ تول پر اٹھانے سے یہ مراد ہے کہ بڑا دراپنی زمین کو ذاتی طور پر کاشت کرنے کی بجائے دوسرے شخص کو کاشت کے ملے دیتا ہے اور اس سے بطور حق مالکانہ کچھ رقم وصول کرتا ہے اس قسم کے کاشت کار کو تول دار بھی کہتے ہیں۔ تول کی مختلف مدتیں ہوتی ہیں۔

۲۔ بیٹائی کی شکل تول داری سے جدا گانہ ہوتی ہے اس طریق کے تحت جملہ پیداوار کاشت کار اور زمین ہمارے مابین حسب معاہدہ (عموماً نصف نصف) تقسیم ہوتی ہے۔

ذاتی طور پر کاشت کی جاتی ہے چونکہ اراضی بہت ہی ناقابل لحاظ ہوتی ہے لہذا اس طبقہ کے لوگ مزدوری ہی کو اپنا اصل پیشہ تصور کرتے اور ذیلی طور پر زراعت وغیرہ کرتے ہیں اس طبقہ میں بھی مرد اور عورت دونوں مزدوری کے لئے جاتے ہیں۔

طبقہ سوم کی خصوصیات طبقہ اول اور دوم سے بالکل جدا گانہ ہیں اس طبقہ کے افراد کے ہاں کافی زمین ہوتی ہے لہذا مرد ذاتی زراعتی کاروبار میں مصروف رہتے ہیں اور بالعموم مزدوری کے لئے نہیں جاتے البتہ ان کی عورتیں نہ صرف ذاتی کھیتوں پر کام کرتی ہیں بلکہ حسب حالات اندرون یا بیرون دیہات مزدوری کے لئے جاتی ہیں۔

مزدوروں کی تعداد بلحاظ جنس | جنسی تناسب کے لحاظ سے موضع ہذا میں مرد مزدوروں کے مقابل عورت مزدوروں کی تعداد زیادہ ہے۔ وجہ یہ کہ ۱۲۸ مرد و در خاندانوں کے دو مزدوری سے کلاسیا جزا مستفید ہوتے ہیں بخلہ صرف ۵۴ خاندانوں کے مرد مزدوری کے لئے جاتے ہیں اور باقی ۷۴ خاندانوں کے مرد ذاتی زراعتی کاروبار میں مصروف رہتے ہیں۔ برعکس اس کے جملہ ۱۲۸ خاندانوں کی عورتیں مزدوری کے لئے جاتی ہیں اس طرح مرد مزدوروں کے مقابل عورت مزدوروں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔

مزدوروں کی تقسیم بلحاظ ذات | جہاں تک کہ مزدوروں کی ذات کا تعلق ہے ان کی سب سے بڑی تعداد بیچ ذات خاندانوں پر مشتمل ہے چنانچہ ۱۲۸ مرد و در خاندانوں میں سے ۶۵ یا تقریباً ۵۱ فی صد خاندان بیچ ذات افراد سے متعلق ہیں۔ باقی ۶۳ یا ۴۹ فی صد خاندان مختلف ذاتوں مثلاً دیوار، سوردار، دھنگر، کوئی اور بھوئی وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ واضح رہے کہ منور وار فرقتے کے خاندانوں میں ایک بھی خاندان مزدور پیشہ نہیں، کیونکہ یہ دیہات کا سب سے خوش حال فرقہ ہے۔

مزدوروں کے متعلق چند ابتدائی امور معلوم کرنے کے بعد اب ہم ان کے مشاغل اجرت اور اس کی ادائیگی کے طریقے، اذقانے کار اور کارکردگی کا حال معلوم کریں گے۔

موضع ہذا میں سال کے بارہ مہینے مزدوروں کے لئے کچھ نہ کچھ کام مہیا رہتا ہے۔ مزدوروں کے مشاغل | اگر اندرون دیہات کام نہ لے تو مزدور بیرون دیہات چلے جاتے ہیں خصوصاً خالص زرعی مزدور کبھی بیکار نہیں رہتے۔ ذیل میں ہم یہ معلوم کریں گے کہ سال کے بارہ مہینے مزدور کیونکر اور کس طرح مختلف کاروبار میں مصروف رہتے ہیں۔

بارش کا آغاز ہونے پر مرد و ادیا ۸ جون سے بارش شروع ہوتی ہے،
امداد کا ختم دے ۷ جون تا ۴ دسمبر سے قبل کھیتوں کو کھاد ڈالنے کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ اکثر مزدور
جنگلوں سے کانٹے لانے میں مصروف رہتے ہیں۔ آغاز بارش کے بعد اگر ایک طرف زمینات خریف کی
ہل چلائی شروع ہو جاتی ہے تو دوسری طرف فصل آبی کی زمینات میں بھی ہل چلنے لگتے ہیں بعد ازاں
فصول خریف و آبی کی اجناس کا شت ہونے لگتی ہیں جب کہ اجناس بوئی جاسکتی ہیں تو کچائی کا سلسلہ
شروع ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ وسط آبان (۲۱ ستمبر) تک جاری رہتا ہے اس اثنا میں فصل خریف نیار
ہو جاتی ہے لہذا مزدور اس کی کٹائی میں مصروف ہو جاتے ہیں اس کے بعد ہی آبی کی کٹائی بھی شروع
ہو جاتی ہے اور اس کا سلسلہ ختم دے ۴ دسمبر تک جاری رہتا ہے۔

ابتداء بہمن تا ختم تیرہ دسمبر تا ۵ مئی
ابتداء بہمن (۵ دسمبر) سے فصل تابائی کی نیاری شروع ہو جاتی ہے اور
مزدور مختلف کاروبار مثلاً کھاد ڈالنے، کانٹے لانے، ہل چلانے، مینڈ
تیار کرنے وغیرہ میں مصروف رہتے ہیں ابتداء اسفند (۴ جنوری) سے فصل تابائی کی کاشت شروع
ہو جاتی ہے اس اثنا میں تبا کو اور مرج کی فصلیں بھی تیار ہو جاتی ہیں۔ لہذا مزدور اس طرف مصروف
ہو جاتے ہیں۔ اور مرج کی تڑوائی اور تبا کو کی کٹائی جاری رہتی ہے کہ اور دھانوں کی کچائی شروع
ہو جاتی ہے اس اثنا میں گنے کی کٹائی کا آغاز بھی ہو جاتا ہے اس سلسلے میں بیرون دیہات یعنی موہنام پور
مزدوروں کی بہت لمگ رہتی ہے جب کہ گنے کی فصل کٹ چکی ہے تو پھر اس کی تخم ریزی کی تیاریاں شروع
ہو جاتی ہیں خورداد (۷ اپریل) کے مہینے جوڑ کی کٹائی کا آغاز ہو جاتا ہے جوڑ کی کٹائی ختم ہونے ہی
فصل تابائی کی کٹائی شروع ہو جاتی ہے اور ختم خورداد (دیکھ مئی) تک یہ کام جاری رہتا ہے۔

تیرہ مئی کے مہینے میں اکثر مزدور مکانات کی تعمیر میں مشغول ہو جاتے ہیں یعنی بیرون دیہات
ٹیڑوں کا پتہ توڑنے کے لئے چلے جاتے ہیں بعض محوہ کا پھول چیننے میں مصروف رہتے ہیں اور بعض کچلی بیلوں کی
تجارت کرتے ہیں اس طرح تیرہ مئی کا پورا مہینہ ختم ہو جاتا ہے۔ ابتداء امداد (۷ جون) سے پھر وہی
کاروبار شروع ہو جاتے ہیں اور اس طرح سال کے بارہ مہینے مزدور کام میں مصروف رہتے ہیں۔

ادائی اجرت کے تین طریق مروج ہیں۔ اجرت بریل، اجرت بروقت اور اجرت
ادائی اجرت کے طریقے پر کارکردگی۔

تور، مونگ، ولایتی مونگ اور مرچ کی تڑوائی کے وقت ہر مزدور کو مقدار کا سحّا خاکہ کر کے لاہوئے زیادہ اور کم اجرت دی جاتی ہے جس قدر زیادہ پھلیاں یا مرچ توڑی جائے اس لحاظ سے زیادہ اجرت دی جاتی ہے جس قدر کم مرچ یا پھلیاں توڑی جائیں اس تناسب سے کم اجرت دی جاتی ہے اور یہی اجرت بدل ہے جب کہ دھانوں کی فصل کاٹنے کے بعد اکٹھا کی جاتی ہے اس وقت بھی اجرت بدل دی جاتی ہے۔

برعکس اس کے تبا کو اور مرچ کی لگائی کے موقع پر اجرت بہ وقت دی جاتی ہے، یعنی اوقات مقررہ تک کام کرنے کے بعد مزدوروں کو اجرت معینہ دی جاتی ہے جہاں پر مقدار کا کوئی سحّا نہیں کیا جاتا۔ ہل چلائی، مینڈ بندی، کھا دلوائی، تخم ریزی، کچائی اور کٹائی کے موقعوں پر بھی اجرتیں بلحاظ وقت دی جاتی ہیں۔

مرد اور عورتوں کی اجرتیں ادا کرنے وقت ان کی کارکردگی کا سحّا کیا جاتا ہے چنانچہ مرد کو زیادہ اور عورت کو کم اجرت دی جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عورتوں کے مقابل مردوں کی کارکردگی بالعموم زیادہ ہوتی ہے بعض ایسے کاروبار بھی ہیں جن کو مرد اور عورت یکساں مہارت کے ساتھ انجام دیتے ہیں مثلاً دھان کی کچائی یا کٹائی! اس قسم کے کاروبار میں چونکہ مرد اور عورت تقریباً مساوی کام کرتے ہیں لہذا ہر دو کو مساوی اجرتیں دی جاتی ہیں۔ اب مزدوروں کو اس امر کا اختیار حاصل ہے کہ وہ اس اجرت پر عورتوں کے ساتھ کام کریں یا نہ کریں۔ مرد اس اجرت پر اس وقت کام کرتے ہیں جب کہ انھیں بیکار رہنے کا اندیشہ نہ ہو۔

اجرت اور اس کی منبیں | جہاں تک کہ نوعیت اجرت کا تعلق ہے اس کو ہم دو طرح پر تقسیم کر سکتے ہیں ایک اجرت ہیکل جنس، دوسرے اجرت بہ شکل زر موضع ہذا میں ہر دو طرح کیساں طور پر مرد جن میں تقریباً ہر فصل کے آغاز پر اجرتیں عموماً زر کی شکل میں دی جاتی ہیں اور تقریباً ہر فصل کے اختتام پر اجرتوں کی ادائی بالعموم جنس کی شکل میں ہوتی ہے مثلاً فصل آبی و تابی کے آغاز پر اجرتوں کی ادائی عموماً زر کی شکل میں ہوتی ہے جب کہ ان فصلوں کا اختتام ہوتا ہے تو بہ شکل جنس دی جاتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا فصل کی قیمت کا نوک ہاں۔۔۔ عموماً اس قدر دھنا نہیں تھو کہ اجرتوں میں ادائے جائیں بلکہ اس کے ختم فصل پر ان کے بالعموم اس قدر روپیہ نہیں ہوتا جو مزدوریوں میں دیا جاسکے لہذا اجرتیں جنس کی شکل میں دی جاتی ہیں

لیکن اس دو عملی کی وجہ سے مزدور ہر وقت گھائے میں رہتے ہیں جس کی اہم وجہ زر کی قوت خرید میں اضافہ اور تخفیف ہے۔ آغاز فصل پر جب کہ دھان کا نرخ گراں ہوتا ہے بالفاظ دیگر جب کہ زر کی قوت خرید نسبتاً گھٹی ہوتی ہوتی ہے تو مزدوروں کو اجرت بہ شکل زر دی جاتی ہے اور اختتام فصل پر جب کہ دھان کی قیمت ارزاں ہوتی ہے بالفاظ دیگر جب کہ زر کی قوت خرید بڑھی ہوئی ہوتی ہے تو مزدوروں کو اجرت بہ شکل جنس دی جاتی ہے نتیجہ یہ کہ اول الذکر حالات میں مزدوروں کو اجرت بہ شکل جنس کم ملتی ہے اور آخر الذکر حالات میں اجرت کی کمی زر کی شکل میں پائی جاتی ہے اور یہی کمی موثر طور پر اس وقت رونما ہوگی جب کہ مزدور متذکرہ اوقات پر اجرت بہ شکل زر حاصل کر کے اس کو بہ صورت جنس تبدیل کریں (یعنی جنس خریدیں) یا جنس کی صورت میں اجرت حاصل کر کے اس کو بہ شکل زر تبدیل کریں (یعنی جنس فروخت کر کے زر حاصل کریں) دینا پونہ مزدور کو ایسی تبدیلی کی ضرورت عموماً لاحق ہوتی ہے اور وہ غیر محسوس طریقہ پر نقصان اٹھاتے ہیں۔

نوعیت اجرت کا حال معلوم کرنے کے بعد اب ہم مقدار اجرت کے حالات معلوم کریں گے۔ ذیل کی جدول میں بتلایا گیا ہے کہ مرد اور عورت مزدوروں کو جنس اور زر کی شکل میں اندرون اور بیرون دیہات کس قدر اجرتیں دی جاتی ہیں:-

مقام	اجرت بہ شکل جنس		اجرت بہ شکل زر	
	مرد	عورت	مرد	عورت

اندرون دیہات ۳ سیر چھٹانک ۲ سیر چھٹانک ۸/۲ سے ۴ ترنگ ۲
بیرون دیہات ۴ سیر چھٹانک ۳ سیر چھٹانک ۴ سے ۵/۴ ترنگ ۶/۲ سے ۴/۳ ترنگ

مندرجہ بالا اعداد سے ظاہر ہو رہا ہے کہ موقع ہذا میں اطراف و اکناف کے موافقت کے مقابل مزدوریوں کی مقدار کم ہے۔ اندرون دیہات مرد کو تین سیر چھٹانک دھان ملتے ہیں اور بیرون دیہات

چار سیر آٹھ چھٹانک اسی طرح عورت مزدور کو اندرون دیہات و ذمیر آٹھ چھٹانک اور بیرون دیہات تین سیر چھ چھٹانک ملتے ہیں۔ یہی حال اجرت ہنگل زر کا ہے۔ مندرجہ بالا نقض سے واضح ہے کہ زعمی اجرتیں بھی بیرون دیہات نسبتاً زیادہ ملتی ہیں موضع زیر بحث میں دیگر مواضع کے مقابل اجرتوں کی مقدار اس لئے کم ہے کہ یہاں مزدور زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔

صبح نہ بجے مزدور کھیتوں پر کام شروع کر دیتے ہیں ایک بجے ایک گھنٹہ کا وقفہ دیا جاتا ہے۔ کام کے اوقات | دو بجے سے دوبارہ کام کا آغاز ہوتا ہے اور یہ سلسلہ چھ بجے تک جاری رہتا ہے۔ اس طرح مزدور صبح نہ بجے سے چھ بجے تک کام کرتے ہیں جس میں ایک گھنٹہ کھانے وغیرہ کے لئے ملتا ہے۔ گویا مزدور منجملہ نو گھنٹوں کے ایک گھنٹہ آرام لینے اور آٹھ گھنٹے کام کرتے ہیں چونکہ ہر دوسرے گھنٹہ کو مزدور چٹا پیسے کے لئے کچھ دیر بیٹھ جاتے ہیں لہذا اگر حیثیت مجموعی آدھ گھنٹہ نکال دیں تو روزانہ کام کے گھنٹوں کی تعداد پانچ رہتی ہے۔

اکثر مزدور زیادہ اجرت کی لالچ میں زیادہ عرصہ کام کرتے ہیں مثلاً صبح سات بجے کھیت کو جاتے اور شام میں چھ بجے تک کام کرتے رہتے ہیں گیارہ گھنٹوں میں سے دو گھنٹہ آرام کے ہونے نہیں اور باقی نو گھنٹے کام رہتا ہے لیکن اس صورت میں عورتوں کو اندرون دیہات دو آنے کی بجائے تین آنے ۲ ٹھپائی ملتے ہیں۔ مردوں کے لئے چار آنے مقرر ہیں۔ اگر بیرون دیہات اسی قدر کام کیا جائے تو عورت کو تین آنے چار پائی اور مرد کو پانچ آنے چار پائی ملتے ہیں۔

یہاں تک تو ہم نے ان مزدوروں کی اجرتوں اور اوقات وغیرہ کا بھگلیہ اور زرعی ملازم ان کی اجرتیں اور اوقات کار | ذکر کیا جو اپنی اجرت روز کے روز حاصل کر لیتے ہیں۔ ان کے علاوہ موضع ہذا میں مزدوروں کا ایک دوسرا طبقہ وہ ہے جو کہ اپنی مزدوریاں روزانہ نہیں بلکہ ششماہی یا سالانہ حاصل کرتا ہے۔ سالانہ مزدوریاں حاصل کرنے والے دو طرح پر منقسم ہیں ایک وہ جو اپنے اوقات کے مفروض نہیں اور قرض کی ادائیگی کے تحت کام کر رہے ہیں۔ دوسرے وہ جو اپنے مالک کے مفروض نہیں اور بروقت مقررہ تنخواہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اول الذکر افراد کو بھگلیوں کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور آخر الذکر افراد زرعی ملازم

لے تاؤی ملک گان مالک عروسہ کادی میں بھگلی کی تہ بھگلی کی تہ بھگلی سے مداد و شخص ہے جو تحت شرطا معاہدہ بھگلیہ مزدوری سے کام کرنے کا ذمہ دار ہو۔

مستہار دے گئے ہیں موضع زیر بحث میں بدم میں بھگیلے اور دس زرعی ملازم ہیں ذیل میں ہم بھگیلوں اور زرعی ملازموں سے متعلق بعض ضروری امور کی تشریح کریں گے۔

بھگیلوں کی قرض داری کا آغاز اکثر و بیشتر صورتوں میں شادی کی وجہ سے ہوتا ہے بھگیلا اس امید میں قرض حاصل کرتا ہے کہ ملازمت کے ذریعہ اس کو ادا کر کے آزاد ہو جائے گا۔ لیکن اس آزادی کی بہت کم نوبت آتی ہے جہاں ایک مرتبہ قرض لیگایا تو پھر اس کا ادا ہونا محال ہو جاتا ہے نتیجہ یہ کہ بھگیلوں کی ساری عمر اپنے مالکوں کی خدمت میں گذر جاتی ہے اور ادائے قرض کی نوبت نہیں آتی۔

اگر ایک شخص کسی بھگیلے کو قرض دے تو وہ اس سے وعدہ لیتا ہے کہ ایک مدت معینہ تک ملازمت کر کے قرض کی پابجائی کر دے۔ قرض لی ہوئی رقم شادی بیاہ میں صرف کر دی جاتی ہے اور بھگیلے کو غور و نوش کے لئے کچھ نہیں رہتا، لہذا وہ انتہائی عاجزی کے ساتھ مالک سے مزید قرضہ حاصل کرتا ہے جب کہ پہلا قرض اسی طرح باقی تھا۔ جدید قرضہ پر طرفین کے تعلقات کی بنا پر دو تا ڈھائی فی صد ماہانہ کے حساب سے سود لگایا جاتا ہے۔ اصل و سود کا حساب اس طرح چلتا رہتا ہے کچھ عرصہ بعد بھگیلے کو روپیوں کی مزید ضرورت لاحق ہوتی ہے اور وہ مالک تیسری مرتبہ قرض طلب کرتا ہے۔ مالک بھی روپیوں کی ادائیگی سے اس لئے اٹکا رہیں کرتا کہ بھگیلے پر قرض کی مقدار جس قدر زیادہ ہوگی اسی قدر مضبوطی کے ساتھ وہ اس کے دسترس میں رہے گا۔ لیکن دین کا حساب برسوں چلتا رہتا ہے۔ نہ قرض کی ادائیگی ہوتی ہے اور نہ بھگیلے کو چھکار ملتا ہے۔ اکثر مالک بھگیلوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے غیر معمولی طور پر ان کا استیصال کرتے ہیں۔

اب ہم یہ دریافت کریں گے کہ معمولی حالات کے تحت بھگیلے کو ملازمت کرنے کی وجہ سے ایک ایسے ملازم کے مقابلے میں جو قرضدار نہیں ہے۔ ماہانہ یا سالانہ کس قدر نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

بھگیلے کو ماہانہ ۳ روپیے (۴۴ پی۔ جی جس کو کھدار کہا جاتا ہے) یا سالانہ ۲۸ روپیے (۳۷۱ کھدار) تنخواہ دی جاتی ہے۔ عکس اس کے زرعی ملازم کو جو کہ اپنے مالک کا مقروض نہیں ہوتا ماہانہ پانچ روپیے (۳۱ کھدار) یا سالانہ ۶۰ روپیے (۷۲ کھدار) دے جاتے ہیں گویا بھگیلے کو زرعی ملازم کے مقابل سالانہ ۱۲ روپیے کم ملتے ہیں اس کمی کی وجہ یہ ہے کہ بھگیلے کو تنخواہ میٹھی دی جاتی ہے۔ جب کہ ایک بھگیلے کو ۶۰ روپیے کی بجائے ۴۰ روپیے تنخواہ ملے تو اس کے یہ سنی ہیں کہ وہ ۴۰ روپیوں پر ایک سال میں بارہ روپیے سود ادا کر رہا ہے جس کی فی صد شرح سالانہ ۳ مہنتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں

یوں کہا جاسکتا ہے کہ بھگیلے کو زرعی ملازم کی تنخواہ (۶۰ روپیہ) کے مقابلے میں ۲۰ فی صد کم تنخواہ محض اس لئے ملتی رہی ہے کہ وہ اپنے مالک کا قرضدار ہے۔ نہ صرف ایک یا دو سال کے لئے اس قدر کم تنخواہ لینا پڑتا ہے بلکہ اس کا سلسلہ سا ہر سال جاری رہتا ہے بعض صورتوں میں تاخیر عوامی تنخواہ پر گزر کرنی پڑتی ہے جس کی وجہ سے بھگیلے اور اس کے خاندان کی زندگی متاثر ہوتی ہے۔

جہاں تک کہ اذنیات کا رکا تعلق ہے ہر بھگیلے زرعی ملازم کو صبح میں ناشتہ کے لئے درخواست دہے۔ ناشتہ کرے یا نہ کرے، ایک گھنٹہ اور دو پہر میں ایک گھنٹہ دیا جاتا ہے۔ شام میں سات بجے کے بعد دو ڈھائی گھنٹوں کی اجازت دی جاتی ہے شام کے کھانے سے فارغ ہو کر نو ساڑھے تین تک مالک کے مکان کو واپس ہونا پڑتا ہے۔ واپسی کے بعد جانوروں کو چارہ ڈالا جاتا ہے اور بعد ازاں سو رہتے ہیں۔ دس بجے سے پانچ بجے تک سوتے ہیں۔ صبح پانچ بجے اٹھ کر جانوروں کو چارہ ڈالتے ہیں۔ اس کے بعد کھیت کو چلے جاتے ہیں۔

موضع ہند کے بھگیلوں اور زرعی ملازمین کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ منجملہ ۴ گھنٹوں کے چار یا زیادہ سے زیادہ پانچ گھنٹے اپنے مکان پر گزارتے ہیں۔ باقی ۱۹ گھنٹے مالک کے مکان یا کھیت پر صرف ہوتے ہیں۔ ان ۱۹ گھنٹوں کے منجملہ تقریباً سات گھنٹے سوتے ہیں اور باقی بارہ گھنٹے کچھ نہ کچھ کام کرتے رہتے ہیں۔ بارہ گھنٹوں میں سے کم از کم چھ گھنٹے محنت شاقہ کرتے ہیں اور چھ گھنٹے معمولی کام انجام دیتے ہیں۔ روزمرہ اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں کے مقابل بھگیلے اور زرعی ملازم چونکہ زیادہ کام کرتے ہیں لہذا انھیں مالک کی جانب سے تنخواہ کے علاوہ بعض اور چیزیں بھی دی جاتی ہیں مثلاً روزانہ تقریباً ایک جیسہ کا تبا کو مفت دیا جاتا ہے مختلف تہواروں مثلاً آرد راء، باکاسی، پنچم، پولہ، ا، پوڑ سونی، دھہرو، دیوالی، مسکرات، کامرہ پنیم اور اکادی کے موقع پر شام میں ایک وقت کا کھانا بھی دیا جاتا ہے۔ سال میں ایک مرتبہ چار پائی دھان اور ایک بھارہ دیا جاتا ہے۔ ان تمام کی قیمت حسب ذیل پیش ہے۔

۱۔ روزانہ ایک جیسہ کے حساب سے سالانہ تبا کو کی قیمت ۳ روپیہ ۱۲

۲۔ پائی، ایک کم کام و جناب ہے ایک پائی چار سیر آٹھ چھٹانک پختہ کے مساوی ہوتی ہے۔

۳۔ بھارہ سے مراد گھٹا ہے اس لئے کو دھان لگے ہوتے ہیں۔

۱۔ فی ہزار اوسطاً دو روپائی کا کھانا دیا جاتا ہے اس طرح دس ہزاروں کے موقع پر جملہ

دس کھانوں کی قیمت روپے ۱۵

۲۔ سالانہ چار پائلی اور ایک بھارہ دھان کی قیمت بخرخ مروجہ

جملہ روپے ۵۰

اس طرح ظاہر ہے کہ بجلی کے اور زرعی ملازم کو مقررہ تنخواہ کے علاوہ دیگر طور پر سے سالانہ پانچ روپیہ فوآنے دینے جلتے ہیں اس لحاظ سے ایک زرعی ملازم کی اجرت صحیح سالانہ (۶۰ + ۵ روپیہ فوآنے) چھیٹھ روپیہ فوآنے ہوتی ہے جب کہ ایک بجلیگاہ کو (۴۸ جمع ۵ روپیہ فوآنے) تین روپیہ فوآنے ملتے ہیں۔ بالفاظ دیگر زرعی ملازم کو روزانہ اوسطاً آنے تقریباً ۱۱ پائلی ملتے ہیں بجلیگاہ کی روزانہ اوسطاً اجرت ۲ آنے اور تقریباً ۵ پائلی رہتی ہے۔

بالحفاظ کلدار (بی۔ جی) زرعی ملازم کی اجرت صحیح (۴۹ ۵۶) روپیہ ہے بجلیگاہ کو ۴۶ ۱۱ روپیہ ملتے ہیں۔ ہر دو کی روزانہ اوسطاً اجرت صحیح (شکل کلدار) بالترتیب ۲۵ اور ۲۰ ۵ آنے ہے۔ ان حالات کے تحت ہم یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ مزدوروں کو (خواہ وہ روز کے روز اجرت پانے والے ہوں یا ہفتہ وار یا سالانہ اجرت حاصل کرتے ہوں) بہت ہی معمولی اجرتیں ملتی ہیں۔ ذیلی اجرتوں کا بالواسطہ اثر ان کی قوت کار کو دگی پر پڑتا ہے مزدور اور ان کی کارکردگی

داخلی رہے کہ مزدوروں (خواہ وہ بجلیگاہ ہوں یا زرعی ملازم یا روز کے روز اجرت حاصل کرنے والے) سے متعلق اہم مسئلہ ان کی کارکردگی کا ہے۔ مانا کہ ہم مزدوروں کی

گرتی ہوئی کارکردگی کو ثبات بخزنے کے لئے کسی قسم کے اعداد نہیں پیش کر سکتے۔ لیکن اس کے باوجود بلا کسی خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ مزدوروں کی قوت کار دگی نسبتاً بعد نسل گھنٹی چلی آرہی ہے۔ خود مزدوروں کو اس امر کا اعتراف ہے کہ وہ اس قدر کام نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ ان کے ابا و اجداد کیا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ان کے توانے حتمی بھی اس قدر بھی مضبوط نہیں جیسے کہ ان کے ابا و اجداد کے تھے۔ مزید برآں گذشتہ زمانے میں ساٹھ تر سال کے بوڑھے اچھی طرح صل چلائی کا کام کرتے تھے لیکن آج ایک بھی بوڑھا ایسا نظر نہیں آتا جو اس عمر میں صل چلائی جیسے محنت طلب کام کو انجام دے سکے۔

۳۔ روز کے روز اجرت پانے والے مزدوروں کو کم سے کم ۲۸ اور زیادہ سے زیادہ ۵۰ آنے کلدار ملتے ہیں۔ اس طرح عورتوں کو کم سے کم ۱۱ ۵ اور زیادہ سے زیادہ ۲۸ ۵ آنے کلدار اجرت ملتی ہے۔ ایک روپیہ کلدار مساوی ایک روپیہ دو آنے چار پائلی مالی کے۔

ان بیانات کی بنیاد پر اور مزدوروں کے معمولی قوی کو دیکھتے ہوئے ہم یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ (اعتقاً) مزدوروں کی کارکردگی نسل ہائے سابق کے مقابل گھٹ گئی ہے۔ مانا کہ سابق مزدوروں کی طبع موجودہ مزدور کا تقریباً ۳ گھنٹے کام کرتے ہیں لیکن اس سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ موجودہ مزدوروں اور سابق مزدوروں (۲-۳ نسل قبل کے مزدور) کی کارکردگی مساوی ہے۔ ایک تو مسند اور قوی ہیکل شخص جس کام کو ایک گھنٹہ میں کر سکتا ہے ایک نحیف اور لاغر شخص بہت ممکن ہے کہ اسی کام کو ڈیڑھ یا دو گھنٹے میں انجام دے جبکہ دونوں مزدور آٹھ گھنٹے کام کریں تو لازمی طور پر ایک کا کام دوسرے کے مقابل بہت بڑھا ہوا ہوگا۔ کیوں کہ دونوں نے مساوی وقت کام کیا ہے۔ موجودہ مزدور اپنے اسلاف کی طبع روزانہ تقریباً آٹھ گھنٹے کام کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی کارکردگی ان کے اسلاف کے مقابل گھٹ گئی ہے۔

تخفیف کارکردگی اور اسکے وجہ | لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کارکردگی میں اس تخفیف کے کیا وجہ ہیں۔

تخفیف کارکردگی کی سبب اہم اور بنیادی وجہ غیر صحت بخش اور ناکافی غذا ہے (بچپن کی شادی بھی کمزوری نسل کا ایک اہم سبب ہے) تقریباً تمام مزدوروں کو نہ صرف کم پیٹ غذا ملتی ہے بلکہ جس قسم کی غذا انہیں ملتی ہے اس میں اس قدر اجزائے غذائیت نہیں ہوتے جو کہ جسم کے روزمرہ مطالبات کارکردگی کو پورا کر سکیں۔ جسم کے مطالبات کارکردگی سے ہماری مراد مختلف اجزائے غذائیت کی وہ مناسب مقداریں ہیں جو کہ تھکے ہوئے جسم کے اضمحال کو دور کرتی اور اس کو دوبارہ کام کرنے کے قابل بناتی ہیں۔

لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مزدوروں کو حسب ضرورت اور صحت بخش غذا کیوں نہیں ملتی۔

اس کا جواب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کی آمدنی ادنیٰ اور معمولی ہوتی ہے جس کے ذریعہ انہیں نہ صرف اپنا پیٹ پالنا پڑتا ہے بلکہ چند نیم کار گزار افراد کی بھی پرورش کرنی پڑتی ہے جہاں تک کہ خاص مزدور پیشہ خاندانوں کا تعلق ہے فی خاندان اوسط تعداد نفوس تقریباً چار ہے۔ اُن مفروضوں کے تحت جن کے ذریعہ موضع ہذا کی کار گزار آبادی معلوم کی گئی ہے ایک خاص مزدور پیشہ خاندان اوسطاً دو کار گزار۔ ایک نیم کار گزار

۱۰ دوسری فصل میں صفحہ (۱۹) دیکھیے جس میں ضروری اجزائے غذائیت کی وضاحت کی گئی ہے۔

۱۱ پہلی فصل میں صفحہ (۱۳) دیکھیے۔

اور ایک غیر کار گزار فرد شامل ہے۔ فرض کیجئے وہ کار گزار افراد میں ایک جوان مرد ہے اور ایک جوان عورت نیم کار گزار فرد ایک دس برس کا لڑکا ہے۔ اور غیر کار گزار فرد ان دونوں دو سالہ لڑکی ہے۔

اگر کار گزار مرد کو ۴۴ آنے اور کار گزار عورت کو ۲۸ مرپائی (نیم کار گزار فرد کو ۱۸ مرپائی (دس برس کے لڑکے کی اوسط اجرت سے زائد نہیں ہوتی) ملیں تو خاندان کی مجموعی آمدنی ۸۴ آنے ہوگی۔ اس قلیل آمدنی میں خاندان کی حیدر احتیاجات کی تکمیل ہونی چاہیئے۔ دیگر مجبوریوں مثلاً ادائی سود وغیرہ کے بغیر ایک خستہ حال خاندان فی یوم فی کس روزانہ ایک آنہ چھ پائی سے زائد غذا پر صرف نہیں کرسکتا۔ نتیجہ یہ کہ خاندان کم پیٹ ملتی ہے بلکہ غیر صحت بخش ہوتی ہے۔ ناکافی اور غیر صحت بخش غذا کے مسلسل استعمال سے والدین کے اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں۔ کمزور والدین کی اولاد کمزور پیدا ہوتی ہے اور یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل جاری رہتا ہے۔

آئندہ نسل پر اس میں شک نہیں کہ باپ اور ماں ہر دو کے قوی کا اثر ضرور پڑتا ہے لیکن مزدوروں کی حد تک ہم کہہ سکتے ہیں کہ بالعموم باپ سے کہیں زیادہ ماں کی بدولت بچے کے قوی کمزور ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ مزدور عورتیں اگر ایک طرف محنت شائد کرتی ہیں تو دوسری طرف انہیں پریٹ بھر اور صحت بخش غذا بھی نہیں ملتی جب کہ وہ حاملہ رہتی ہیں تو کمزور کار گزار ناکافی اور غیر صحت بخش غذا کا مخالف اثر حمل (جنین) کی نشوونما پر پڑتا ہے۔ اور بچہ کمزور پیدا ہوتا ہے۔ تولد کے بعد بھی بچے کی نشوونما ایک صحت بخش معیار پر نہیں ہوتی جسکی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ماں (جو کہ دودھ پلاتی ہے) کی غذائیں کیشیم کی معمولی مقدار (۶۸ و ۷۰ گرامس) بھی نہیں پائی جاتی۔ حالانکہ حاملہ عورتوں

لے اعضاء خاص حالات کے تحت مرد اور عورت مزدوروں کی آمدنی اس اجرت سے کم اور زائد بھی ہو سکتی ہے۔ یہ نظر ہویت درمیانی اجرتیں شمار کی گئی ہیں۔

۲۔ دوسری فصل میں صفحہ (۲۴) دیکھیئے۔ جہیں فی کس ایشیائے خوراک و اغذیات کی مصفاحت کی گئی ہے۔ واضح کیجئے یہاں پیہم نے لڑکے اور لڑکی کے روزانہ اغذیات خوراک بھی الا پائی فرض کئے ہیں۔

۳۔ ہم نے ایک مرد اور عورت کی ماہانہ غذا کا حساب لگا کر روزانہ اوسط غذائیں کیشیم کی مقدار دیکھی ہے کہ جو کہ ۵۵ گرامس دس برس تک بہت کم ہے (۱۲۴ گرامس) طبیعو حکومند ہند کے صفحہ (۹۱) پر بتلایا گیا ہے کہ ایک بالغ مرد روزانہ ۶۸ گرامس بھی زیادہ مقدار کیشیم ملنا چاہیئے۔

اور دو وہ پلانے والی ماؤں کو معمولی مقدار کلشیم (۶۸ و گرامس) سے زیادہ مقدار ملنی چاہیے۔ اگر ماں کو کافی مقدار میں کلشیم حاصل نہ ہو تو بچہ اس کلشیم کو چوس لیتا ہے جو کہ ماں کے دہریوں میں موجود رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے نہ صرف ماں بلکہ بچہ کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ جب کہ بچہ ڈیٹھ ایک سال کا ہو جاتا ہے تو غیر متدل غذائی بھر مار شروع کر دیک جاتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ دیگر امحاکبے مقابل بچوں کا پیٹ عموماً بڑھ جاتا ہے اور جلد اعصاب متناسب طور پر بڑھنے نہیں پاتے۔ اس کا اثر آئندہ زندگی پر پڑتا ہے۔ لہذا دل بہت کمزور جاتی اور قوت کار کردگی میں نمایاں فرق ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ یہ چنزاب بھی روز بہ عمل ہے۔

نہ صرف مزدور بلکہ جملہ باشندوں کی گرتی ہوئی قوت کار کردگی کو سنبھالنے کا مسئلہ بہت ہی اہم اور توجہ طلب ہے۔



پانچویں فصل زرعی اہل

زرعین عاملین پیدائش میں سے دو اہم عوامل یعنی زرعی زمین اور زرعی محنت کا حال معلوم کرنے کے بعد اب ہم ایک تیسرے عامل یعنی زرعی اہل کا حال بتلائینگے۔ زرعی اہل کو ہم نے دو طرح پر تقسیم کر لیا ہے۔ (۱) زرعی اہل قائم۔ (۲) زرعی اہل دائر۔ اہل قائم میں (الف) مویشی (ب) آلات زراعت اور (ج) مصنوعی ذرائع آبپاشی کو شامل کیا گیا ہے۔ اہل دائر میں (الف) کھاد اور (ب) تخم شامل ہیں۔ اولاً ہم اہل قائم کے حالات معلوم کریں گے۔

(الف) مویشی

۱۔ زرعی اہل قائم | ۱۹۳۷ء (مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۸ء) کی جانور شماری کے مطابق موضع ہذا کے جلد مویشی ۱۶۹۲ ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ زرعی جانور (۹۷۵)				۲۔ غیر زرعی جانور (۷۱۷)		
براہ راست مدد دینے والے		بالواسطہ مدد دینے والے		مینڈھے وغیرہ گدھے گھوڑے		
بیل	بھینے	گائے	بھینس			
۲۰۵	۶۵	۲۱۶	۸۹	۶۸۰	۳۵	۲
۲۲ فیصد	۳ فیصد	۲۵ فیصد	۵ فیصد	۴۰ فیصد	۲ فیصد	۱۰۰ فیصد

۱۔ جانور شماری بذات خود لگائی ہے۔ ۲۔ یہ اعداد نظر انداز کر دیئے گئے ہیں۔

مندرجہ بالا نقشہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مریشیوں کی تقسیم و طرح پر کی گئی ہے۔ (۱) اندر عی (۲) بیرونی
زرعی جانوروں کو پھر دو طرح پر تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) ایک وہ جانور جو زراعت میں براہ راست مدد دیتے ہیں۔ (۲) وہ جانور جو بالواسطہ مدد دیتے ہیں۔
براہ راست مدد دینے والے جانوروں میں بیل اور بھینس شامل ہیں۔ بالواسطہ مدد دینے والے جانوروں میں گلے اور بھینس شامل کئے گئے ہیں۔

بیسل — منجملہ ۴۰۵ ہیلوں کے ۱۰۷ یا ۲۶ فیصد جانوروں سے کوئی کام نہیں لیا جاتا اسلئے کہ ان کی عمر چار سال سے کم ہے باقی ۲۹۸ یا ۷۷ فیصد بیل مصروف کاشتکاری ہیں لیکن بلخاؤت عمران کے کام کی نوعیت جداگانہ ہوتی ہے۔ چار سو سات سال کی عمر تک ٹھیک کام کرتے ہیں۔ سات اور دس سال کی عمر کے مابین کام کی رفتار نسبتاً سست ہو جاتی ہے۔ دس سال کے بعد یہ رفتار بہت ہی سست ہو جاتی ہے اکثر جانور تو بالکل اڑکار رفتہ ہو جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان سے کام لیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ فوت ہو جائے مصروف کاشتکاریوں کی ذیل میں عمر وارتقسیم کی گئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں بڑھے جانور کثرت پر ہیں۔

الف۔ وہ میل جنکی عمر ۷ اور ۷ سال کے درمیان ہے

۵. ۱۵۰۰ " " " ۱۰۰۰ " " - ب

ج - / / / ۱۳ / . / /

۱۰۰ ۲۹۸ جملہ

مندرجہ بالا اعداد سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ۲۰ فیصد بیل (جن کی عمر دس اور تیرہ سال کے درمیان ہے) بوڑھے ہیں۔ یہ بیل نسبتاً بہت ہی لاغر اور کارکردگی کے لحاظ سے گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ صرف بوڑھے جانور نحیف و لاغر پائے جاتے ہیں بلکہ کم عمر جانوروں کی ایک قابلِ لحاظ تعداد بھی پوست و ستھن نظر آتی ہے۔ بلخانا حیات اور قوت کارکردگی ہم نے جلد مصروف کار پھیلوں کی درجہ بندی کی ہے۔

مکن جانوروں کو قسم اول میں شامل کیا گیا ہے جو کہ جسم اور مضبوط ہیں۔ وہ جانور جو کہ متوسط قسم کے ہیں درجہ دوم میں رکھے گئے ہیں۔ جن جانوروں کی حالت بہت ہی خراب ہے انہیں درجہ سوم میں شامل کیا گیا ہے۔ جاری اس تقسیم کے مطابق منجمد ۲۹ مصروف کاریوں کے ۵۰ یا ۷۰ فیصد اول قسم کے ہیں۔ ۱۲۲ یا ۲۱۱ فیصد دوم قسم کے اور باقی ۱۲۶ یا ۲۲ فیصد سوم قسم کے ہیں۔

قسم اول کے جانوروں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ دوم اور سوم قسم کے جانوروں کے مقابل بہت جسم ہوتے ہیں۔ نسبتاً جلد کام کرنے کے قابل ہوتے اور زیادہ عرصہ تک کام کرتے رہتے ہیں۔ مزید برآں یہ جانور فی یوم حمل چلائی کا کام بھی زیادہ کرتے ہیں۔ ذیل کے تحت میں ہم نے بتلایا ہے کہ متذکرہ ہر قسم کے مویشی کس کس عمر میں کام کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ کس عمر تک کام کر سکتے اور روزانہ (فی جوڑیل) کس قدر خشک یا تر زمین کی حمل چلائی کر سکتے ہیں۔

قسم بیل	وہ عرصہ کہ وہ کام کرنے کے قابل ہوتے ہیں	کتنے عرصہ تک کام کر سکتے ہیں	فی یوم۔ فی جوڑیل بل چلائی کی بہت (گنتوں میں)	
			تیری	خشکی
اول	۴ سال	۹ سال	۳۰ گنتے	۲۰ گنتے
دوم	۵ سال	۷ سال	۲۵ گنتے	۱۵ گنتے
سوم	۵ سال	۵ سال	۱۵ گنتے	۱۰ گنتے

مندرجہ بالا اعداد سے واضح ہے کہ درجہ اول کے مویشی دوم اور سوم قسم کے مویشیوں کے مقابل ہر لحاظ سے بڑے ہوتے ہیں خصوصاً درجہ اول اور سوم کے مویشیوں کی کارکردگی میں ۵۰ فیصد فرق نظر آتا ہے۔

۱۰۔ تصاویر نمبر (۱۱)۔ (۱۲) اور (۱۳) دیکھئے۔ ۱۱۔ ایک یجر ۳۰ گنتوں کے مساوی ہوتا ہے۔

۱۲۔ اس میں شک نہیں درجہ سوم اور دوم کے بیل پانچ سال کی عمر میں کام کرنے کے قابل ہوتے ہیں لیکن عموماً چار سال کی عمر ہی سے کام لیا جانے لگتا ہے نتیجتاً انکی قوت نسبتاً سرعت کے ساتھ گھٹتی ہے۔

بھینسے — موضع ہذا میں بھینسوں سے بہت کم کام لیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان کی تعداد بھی صرف ۶۵ ہے۔ منجملہ ۶۵ بھینسوں کے ۱۷ یا ۲۶ بھینسے ناقابلِ کاریں اسلئے کہ ان کی عمر ۳ سال سے کم ہے۔ باقی ۳۸ یا ۴۸ فیصد بھینسے مصروفِ کاریں مصروفِ کاری بھینسوں کی عمر و تقسیم حسب ذیل ہے۔

الف۔ وہ بھینسے جن کی عمر ۳ اور ۷ سال کے درمیان ہے

ب۔ ۷ ۱۰ ۱۰ ۱۸ ۳۷

ج۔ ۱۰ ۱۳ ۱۹ ۴۰

جملہ۔ ۲۸ ۱۰۰

مندرجہ بالا اعداد سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ منجملہ ۴۸ بھینسوں کے ۱۹ یا ۲۸ فیصد بھینسے بوڑھے ہیں۔

بیلوں کی طرح ہم نے بھینسوں (مصروفِ کاری) کی بھی درجہ بندی کی ہے۔ اس درجہ بندی میں بھی انہیں امور کو ملحوظ رکھا گیا ہے جو کہ بیلوں کی درجہ بندی کے پیش نظر تھے۔ منجملہ ۴۸ بھینسوں کے ۲۰ یا ۲۰ فیصد بھینسے درجہ اول کے ہیں۔ ۱۷ یا ۳۱ فیصد درجہ دوم کے اور باقی ۲۳ یا ۲۹ فیصد درجہ سوم کے ہیں۔ حسبِ ذیل اعداد کے ذریعہ بتلایا گیا ہے کہ متدکرہ ہر قسم کے بھینسے کس عمر میں کام کرنے کے قابل ہوتے ہیں کس وقت تک کام کر سکتے اور فی یوم (فی جوڑ) کس قدر خشک یا تر زمین کی محل چلائی کر سکتے ہیں۔

بھینسوں کی قسم	وہ عمر جبکہ وہ کام کر کے قابل ہوتے ہیں	کتنے عرصہ تک کام کر سکتے ہیں	فی یوم فی جوڑ محل چلائی کی وسعت (گنتوں میں)	
			تری	خشکی
اول	۳ سال	۹ سال	۲۰ گنتے	۲۰ گنتے
دوم	۵ سال	۷ سال	۱۵ گنتے	۱۵ گنتے
سوم	۵ سال	۵ سال	۱۰ گنتے	۱۰ گنتے

۱۔ تصاویر کی زیادتی کی وجہ سے بھینسوں کی تصویریں تو ضعیف نہیں کی گئی۔

۲۔ اس جدول سے اس امر کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ بھینسوں کے مقابل میں زیادہ کام کرتے ہیں۔

درجہ اول اور سوم قسم کے میلوں کی کارکردگی کا مقابلہ کرتے ہوئے ہم نے دیکھا تھا کہ درجہ اول کے میلوں کے مقابل درجہ سوم کے میلوں کی کارکردگی تقریباً ۵۰ فیصد گھٹی ہوئی تھی۔ چنانچہ درجہ اول کے بھینسوں کے مقابل درجہ سوم کے بھینسوں کی کارکردگی بھی تقریباً ۲۰ فی صد کم ہے۔

یہاں تک تو ہم بیلوں اور بھینسوں کے حالات کا جدا جدا طور پر مطالعہ کیا لیکن اگر ہم بحیثیت مجموعی ان کے حالات کا مطالعہ کریں تو حسب ذیل نتائج برآمد ہونگے۔

فیصد	تعداد	
۲۶۴	۱۲۴	۱۔ وہ بیل اور بھینس جن سے کم عمری کی بنا پر کام نہیں لیا جاتا
۷۳۶	۳۴۶	۲۔ وہ بیل اور بھینس جو اب مصروف کار ہیں
۱۰۰	۴۷۰	جملہ

مجملہ ۳۴۶ مصروف کار جانوروں کے ۶۰ یا ۱۷۰ فیصد درجہ اول کے جانور ہیں ۳۸ یا ۴۰ فیصد درجہ دوم کے ۱۴۸ یا ۴۳ فیصد درجہ سوم کے۔ اس طرح ہم دیکھ رہے ہیں کہ مصروف کار جانوروں میں کثیر تعداد ان جانوروں کی ہے جن کی کارکردگی بہت ہی خراب ہے۔ نتیجہ یہ کہ ادنیٰ کارکردگی والے بلیوں اور غیر معاشی ارضیات کی زیادتی کی وجہ سے فی اوتہ (مقامی زبان میں ایک اوتہ ایک جوڑیل کو کہا جاتا) کاشت شدہ رقبہ کا اوسط گھٹ جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۳۷ء (مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء تا ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۷ء) کے رقبہ مزروعہ (۱۲۱۸) ایکڑ کا لحاظ کرتے ہوئے اوسط مزروعہ رقبہ فی اوتہ سات ایکڑ سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ خود ملنے لگانے کے بعض اضلاع میں یہ اوسط کافی زیادہ ہے۔ مثلاً اطراف بلدہ میں اوسط کاشت شدہ رقبہ فی جوڑ مویشی ۳۳ یا ۳۴ ایکڑ ہے۔ محبوب نگر میں یہ اوسط ۵۲ یا ۵۱ ایکڑ ہے۔ عادل آباد میں ۹ ایکڑ اور کیم نگر و نرنگ میں ۶ و ۷ ایکڑ ہے۔ اضلاع مرہٹواڑی میں یہ اوسط بہت زیادہ ہے مثلاً عثمان آباد میں ۲۰ یا ۲۲ ایکڑ ہے۔ نانڈیڑ و رانچوڑی میں ۲۰ ایکڑ اور ننگ آباد و پریمپھی میں ۱۷ یا ۱۸ ایکڑ اور گلبرگہ میں ۶ و ۶ ایکڑ ہے۔ ملکانہ کے مقابل مرہٹواڑی میں اوسط رقبہ فی جوڑ مویشی زیادہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ملکانہ کے مقابل مرہٹواڑی کے بیل بالعموم بہت ہی مضبوط ہوتے ہیں۔

گائے۔ یہاں تک تو ہم نے ان جانوروں کی تعداد اور کارکردگی کا حال معلوم کیا جو کہ زراعت میں براہ راست مدد دیتے ہیں۔ اب ہم بالواسطہ مدد دینے والے جانوروں (گائے اور بھینس) کے حالات بیان کریں گے۔

سابق میں ہم نے بتلایا ہے کہ گائے اور بھینس زراعت میں بالواسطہ طور پر مدد دینے والے جانور ہیں۔ بھینس کے مقابل گائے کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ کیوں کہ گائے زراعت کیلئے سیل پیدا کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ کس مقام کی گائیں جس قدر عمدہ ہوگی اسی تناسب سے سیل بھی اچھی قسم کے حامل ہونگے حقیقت تو یہ ہے کہ سیلوں سے زیادہ گائیوں کی نگہداشت کی جانی چاہیے کیونکہ اچھی گائیوں سے اچھے سیل حاصل ہوتے ہیں اور اچھے سیلوں سے اچھی زراعت ہو سکتی ہے۔

لیکن اس اہمیت کے باوجود سب سے زیادہ لا پرواہی گائیوں کے ساتھ کی جاتی ہے۔ ان کے رکھ رکھاؤ کا انتظام بہت ہی غیر طینان بخش ہوتا ہے۔ یا تو انہیں زیر سما باندھ دیا جاتا ہے یا اس قسم کے سائبان کے نیچے باندھا جاتا ہے جس کا دجو اور عدم دونوں برابر ہے۔ جن اشخاص کے ہاں نسبتاً اچھی قسم کے کوٹھے۔ (کوٹھے سے مراد وہ مقام ہے جہاں جانوروں کو باندھا جاتا ہے) ہیں۔ ان میں گائیوں کو اس بری طرح بھر دیا جاتا ہے کہ سانس لینے کو مشکل ہوا ل سکتی ہے۔ نہ صرف گائیوں کے رکھاؤ میں انتہائی تغافل سے کام لیا جاتا ہے بلکہ انہیں پیٹ بھر چارہ بھی نہیں دیا جاتا۔ یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ گائیں تمام دن کھلیں چر کر اپنا پیٹ بھر لیتی ہیں۔ حالانکہ یہ مفروضہ کلیتہً صحیح نہیں۔ اسیں شکست نہیں موسم بارش میں کھل چائے سے بھرے ہوتے ہیں لیکن دیگر موسموں میں بہت کم چارہ دست یاب ہوتا ہے ان حالات کے تحت تقریباً تمام گائیوں کی پرورش نیم شکم غذا پر ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ نسلاً بعد نسل گائیوں کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ چنانچہ بلحاظ جسامت اور کارکردگی موجودہ گائیوں کی حالت بہت ہی ناگفتہ بہ ہے۔

۱۔ دیکھئے تصویر نمبر (۱۸) نہایت ادنیٰ اقسام کا کوٹھا۔

۲۔ دیکھئے تصویر نمبر (۱۹) نسبتاً بہتر قسم کا کوٹھا۔

بیلوں اور بھینسوں (نر) کی طرح ہم نے گائیوں کی بھی درجہ بندی کی ہے۔ لیکن یہاں تین کی بجائے چار درجے کرئیے گئے ہیں۔ درجہ چہارم میں ان گائیوں کو رکھا گیا ہے جو کہ بہت ہی لاغر ہوتی ہیں اور جنہیں منہج کہاد حاصل کرنے کی خاطر رکھا جاتا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ ان گائیوں کے وجود سے قلت چارہ کا مسئلہ اہم تر ہو جاتا ہے منجہ ۳۱۶ گائیوں کے ۴۱ یا ۴۲ فیصد گائیوں کی عمر ۴ سال سے کم ہے۔ باقی ۵۸ یا ۵۹ فیصد گائیوں کی عمر چار سال اور اس سے زیادہ ہے۔ چار سال اور زیادہ از چار سال عمر والی گائیوں کی درجہ بندی حسب ذیل ہے۔

الف۔ گائے درجہ اول		۱۵	۵	فیصد
ب۔ گائے درجہ دوم		۷۵	۲۷	
ج۔ گائے درجہ سوم		۱۰۵	۳۸	
ح۔ گائے درجہ چہارم		۸۰	۲۰	
جملہ		۲۷۵	۱۰۰	

گائیوں کی کارکردگی کا اندازہ اگر ایک طرف مندرجہ صدر اعداد کے ذریعہ سے کیا جاسکتا ہے تو دوسری طرف حسب ذیل اعداد بھی ان کی کارکردگی کو ظاہر کرتے ہیں۔

قسم گائے	روزانہ دودھ کی مقدار			وہ عمر جبکہ پچھلے کے قابل ہوتی ہیں	جس عمر تک بچہ دے سکتی ہیں	اپنی زندگی میں کتنے بچے دیتی ہیں
	صبح	شام	جملہ			
اولی	آدھ میر	تین پاؤ	سوا سیر	۴	۱۲	۵
دوم	پاؤ سیر	ڈیڑھ پاؤ	ڈھائی پاؤ	۵	۱۱	۴
سوم	-	پاؤ سیر	پاؤ سیر	۵	۱۰	۳

بھینس — جہاں تک کہ بھینسوں (مونث) کا تعلق ہے ان کی حالت گائیوں کی بہ نسبت کمزور ہے۔ نمائش ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بھینسوں کو منہج گھی اور دودھ حاصل کرنے کی خاطر رکھا جاتا ہے۔ اور زیادہ مقدار میں دودھ لے۔ دیکھئے تصاویر نمبر (۱۳) (۱۵) (۱۶) اور (۱۷) لے۔ گائیوں کو عموماً تیل حاصل کرنے کی خاطر رکھا جاتا ہے۔

حاصل کرنے کی لالچ سے انہیں چارہ کی زیادہ مقدار دی جاتی ہے۔ موسم بارش میں ہری گھاس کاٹ کر ڈالی جاتی ہے۔ جب تک کہ وہ دودھ دیتی ہیں بعض لوگ بنولہ وغیرہ بھی دیتے ہیں۔ ان کے رکھ رکھاؤ کا بھی نسبتاً اچھا انتظام کیا جاتا ہے اور انہیں گائیوں سے علیحدہ باندھا جاتا ہے (عام طور پر اندرون مکان باندھتے ہیں) بحیثیت مجموعی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر لحاظ سے گائیوں کے مقابل بھینسوں کی اچھی نگہداشت کی جاتی ہے۔

لیکن ان کی تعداد گائیوں کے مقابل بہت ہی کم ہے۔ جملہ زرعی جانوروں کا لحاظ کرتے ہوئے گائے ۲۵ فیصد ہیں تو بھینس صرف ۵ فیصد یا ۸۹ ہیں۔ منجملہ ۸۹ بھینسوں کے ۴۴ بھینس یا ۴۵ فیصد چار سال کم ہیں۔ باقی ۴۹ یا ۶۰ فیصد بھینسوں کی عمر چار سال اور اس سے زیادہ ہے۔ چار یا چار سال سے زید عمر والی بھینسوں (۴۹) میں ۴۲ فیصد یا ۶ بھینس درجہ اول کی ہیں۔ ۲۵ بھینس یا ۵۱ فیصد درجہ دوم کی۔ ۱۶ بھینس یا ۳۲ فیصد درجہ سوم کی۔ ۲ یا ۵ فیصد بھینس درجہ چہارم کی ہیں۔ درجہ چہارم کی بھینسوں میں بالکل ناکار بھینس شامل ہیں۔ ذیل کے اعداد میں بتلایا گیا ہے کہ لحاظ کار کردگی اول۔ دوم اور سوم درجہ کی بھینسوں کا کیا حال ہے۔

قسم بھینس	مقدار دودھ روزانہ			وہ عمر جبکہ پچھلے کے قابل ہوتی ہیں	جس عمر تک پہنچتی ہیں	اپنی زندگی میں مقدار بچے دے سکتی ہیں۔
	صبح	شام	جملہ			
اول	ایک سیر	ڈیڑ سیر	ڈھائی سیر	۴	۱۲	۶
دوم	تین پاؤ	ایک سیر	پونے دو سیر	۵	۱۲	۵
سوم	آدھ سیر	تین پاؤ	سوا سیر	۵	۱۰	۳

بھینس اس میں شک نہیں کہ گائیوں کے مقابل زیادہ دودھ دیتی ہیں لیکن فی بھینس مندرجہ صدر مقدار دودھ بہت ہی معمولی ہے۔ خصوصاً درجہ سوم کی بھینس بہت ہی کم دودھ دیتی ہیں یہی حال انکی قوت تولید کا ہے۔ یہاں تک تو ہم نے فراغت میں براہ راست اور بالواسطہ مددینے والے جانوروں کے حالات علیحدہ طور پر بیان کئے لیکن اسبم بحیثیت مجموعی یہ بیان کر سکیے کہ منجملہ ۹۷۵ زرعی جانوروں کے کتھے جانور غیر کارآمد ہیں۔

اور کتنے گائے گزارے کار گزار جانوروں میں کتنے جانور اول۔ دوم اور سوم درجہ کے ہیں۔

۹۷۵ زرعی جانوروں کے مغلہ ۲۸۷ یا ۷۷۹ فیصد جانور غیر کار گزار ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

غیر کار گزار زرعی جانور (۳۸۷)									
وجہ غیر کار گزاری	بیل		بھینسے		گائے		بھینس		جمد
	تعداد	فیصد	تعداد	فیصد	تعداد	فیصد	تعداد	فیصد	فیصد
کم عمری	۱۰۷	۱۰.۹	۱۷	۱.۷	۱۳۱	۱۳.۶	۳۰	۳.۱	۳۰.۵
زیادتی عمر وغیرہ	-	۰	۰	۰	۸۰	۸.۲	۲	۰.۲	۸۲
صدر جملہ	۱۰۷	۱۰.۹	۱۷	۱.۷	۲۱۱	۲۱.۸	۳۲	۳.۳	۳۹.۷

ان اعداد سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ۲۸۷ یا ۷۷۹ فیصد غیر کار گزار جانوروں کے مغلہ ۳۰.۵ یا ۳۱.۳ فی صد جانور اسلئے غیر کار گزار ہیں کہ وہ کم عمر ہیں اور باقی ۸۲ یا ۸۴ فیصد جانور زیادتی عمر وغیرہ کی وجہ سے غیر کار گزار ہیں۔ ان ۸۴ فیصد جانوروں کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ دیگر جانوروں کیلئے ایک قسم کا بار ہیں۔ بالفاظ دیگر ان جانوروں کا وجود دیگر جانوروں کیلئے قلت غذا کے مسئلہ کو شدید تر بنا دیتا ہے۔ مندرجہ صدر اعداد کے دیکھنے سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زیادتی عمر وغیرہ کی وجہ سے بیل اور بھینسوں (نر) میں ایکٹ بھی جانور غیر کار گزار نہیں حالانکہ گائیوں اور بھینسوں میں ۸۲ یا ۸۴ فیصد جانور غیر کار گزار ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کبھی کوئی بیل (مزارعین کی دانست میں) از کار رفتہ ہو جاتا ہے تو اسکو قصاب کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا ہے۔ برعکس اس کے گائیں از کار رفتہ ہو جانے کے باوجود بھی فروخت نہیں کی جاتی۔ وجہ یہ ہے کہ گائے کیلئے کسی خاص قسم کی نگہداشت نہیں کرنی پڑتی کیونکہ وہ کل میں چرچک کر اپنا پیٹ آپ پالیتی ہے۔ اور جب تک زندہ رہتی ہے کچھ نہیں تو کھیتوں کیلئے کھاد بھی پہنچاتی ہے۔ اسلئے گائے کی رہائش بار تصور نہیں کی جاتی۔ البتہ بیل کو اس طریق پر نہیں رکھا جاتا۔ بوڑھی اور ناکارہ گائیوں کو فروخت نہ کرنے کی ایک وجہ مذہبی روایات بھی ہیں۔ وجوہات خواہ کچھ ہوں ۷۹ زرعی

جانوروں کے منجملہ ۸۰۲ فیصد جانور بالکل ہی اذکار رفتہ ہیں۔ مزارعین کے بیان کے مطابق اس میں شبکٹ نہیں کہ ان سے گوہر ضرور حاصل ہوتا ہے لیکن یہ کوئی محقول آمدنی نہیں۔
جہاں تک کہ جملہ کار گزار زرعی جانوروں کا تعلق ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

کار گزار زرعی جانور (۵۸۸)									
درجہ	بیس		بھینسے		گائے		بھینس		جملہ
	تعداد	فیصد	تعداد	فیصد	تعداد	فیصد	تعداد	فیصد	تعداد
اول	۵۰	۵.۱	۱۰	۱.۰	۱۵۰	۱۵	۱۶	۶	۸۱
دوم	۱۲۲	۱۲.۶	۱۵	۱.۵	۷۵	۷.۵	۲۵	۲.۵	۲۳۷
سوم	۱۲۶	۱۲.۹	۲۳	۲.۳	۲۵۲	۲۵.۲	۱۶	۱.۶	۲۷۰
صد جملہ	۲۹۸	۳۰.۶	۴۸	۴.۸	۴۱۸	۴۱.۸	۴۷	۴.۷	۵۸۸

اس نقشہ سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ۵۸۸ کار گزار جانوروں کے منجملہ ۸۱ جانور درجہ اول کے ہیں ۲۳۷ درجہ دوم کے اور ۲۷۰ درجہ سوم کے۔ بلحاظ فیصد منجملہ ۶۰.۳ فیصد جانوروں کے ۸۰ فیصد جانور درجہ اول کے ہیں ۲۴.۳ فیصد درجہ دوم کے اور ۱۵.۴ فیصد درجہ سوم کے۔

اگر ہم مقامی موجودہ حالات کا لحاظ کرتے ہوئے درجہ اول کے جانوروں کو معیاری جانور فرض کریں (حالانکہ درجہ اول کی گائے اور بھینس اسکے کسٹھ مستحق نہیں) تو ۶۰.۳ فیصد کار گزار جانوروں کے منجملہ صرف ۸۳ فیصد جانور معیاری اور ۵۲ فیصد غیر معیاری قرار پاتے ہیں جن میں سے ۲۴.۳ فیصد جانوروں کی کارکردگی مقابلہ خراب ہے ۲۷.۴ فیصد جانوروں کی بہت ہی خراب ہے۔ ان حالات کے لحاظ سے موقع ہذا کے جانور کے متعلق ہم یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی ان کی کارکردگی بہت ہی ادنیٰ اور معمولی ہے۔

لیکن اب سوال یہ ہے کہ اس ادنیٰ کارکردگی کے کیا وجوہ ہیں۔ ادنیٰ کارکردگی کی سبب اہم وجہ میٹھیوں کی تعداد اور ذرائع چارہ کی غیر مناسب رفتار عرتی ہے۔ جب ہم کسی سال میں نہ کو لیکر میٹھیوں کی تعداد

مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعدادیں بحیثیت مجموعی اضافہ ہو گیا۔ برعکس اسکے جب چارہ کے ذرائع پر روشنی ڈالی جاتی ہے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان میں اس رفتار سے اضافہ نہیں ہوا جس رفتار سے کہ بیٹیوں کی تعدادیں زیادتی ہوئی۔ لہذا اضافہ مولشیاں اور ذرائع چارہ کی تجدید کی وجہ سے چارہ کا مسئلہ اہم سے اہم تر ہو جاتا ہے۔ ذرائع چارہ کی تجدید کو واضح کرنے کے لئے ہم حسب ذیل جدول سے مدد لیتے۔

سال فی	جانور			رقبہ گائے ران یکروں میں		
	زرعی	غیر زرعی	جملہ	جملہ	بلحاظ فیصد جانور	فی جانور
۱۳۳۸	۸۸۰	۳۵۱	۱۲۳۱	۳۸۱	۲۱۵۷	۳۰ و۔
۱۳۴۷	۹۷۵	۷۱۷	۱۶۹۲	۲۹۹	۲۳۱۵	۲۳ و۔

مندرجہ بالا جدول سے واضح ہو رہا ہے کہ ۱۳۳۸ء (م ۶ اکتوبر ۱۹۲۰ء تا ۳ ماہ اکتوبر ۱۹۲۹ء) تا ۱۳۴۷ء (م ۶ اکتوبر ۱۹۲۹ء تا ۳ ماہ اکتوبر ۱۹۳۸ء) کے دھبے میں جانوروں کی تعدادیں (خواہ وہ زرعی ہوں یا غیر زرعی) نمایاں اضافہ ہو گیا ہے۔ ۱۳۳۸ء میں جلد بیٹیوں کی تعداد ۲۳۱ تھی۔ دس سال بعد یعنی ۱۳۴۷ء میں ۱۶۹۲ ہو جاتی ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ رقبہ گائے ران میں اسی تناسب اضافہ نہیں ہوا۔ ۱۳۳۸ء میں جب کہ ۲۳۱ جانوروں کیلئے ۳۸۱ کیکر رقبہ گائے ران تھا تو اس تناسب ۱۳۴۷ء میں جب کہ جانوروں کی تعداد ۱۶۹۲ ہو گئی تو رقبہ گائے ران بھی ۲۳۱ کیکر ہونا چاہئے تھا حالانکہ وہ صرف ۲۹۹ کیکر ہے۔ لہذا تعداد مولشیاں اور رقبہ گائے ران کی غیر متناسب رفتار ترقی سے ۱۳۳۸ء کے مقابل ۱۳۴۷ء میں اوسط رقبہ گائے ران فی صد مولشی اور فی جانور گھٹ جاتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ تخفیف چارہ کی صورت میں نمودار ہو گا۔

تخفیف چارہ کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اجرائی نہر سے قبل (یعنی ۱۳۳۸ء مطابق اکتوبر ۱۹۲۹ء) سے قبل جب کہ خشک زمیانات نسبتاً نیا و نو تھیں لکڑ کا شکاروں کے ہاں ایک یا دو زائد از ضرورت غمراہ ہوتے تھے جن کو محض گھاس کی خاطر چھوڑ دیا جاتا تھا لیکن اب کسانوں کے لئے یہ نامکن ہے کہ وہ

گھاس کی خاطر کوئی ترزین چھوڑ رکھیں یا اوپر چارہ کی فصل اگائیں کیونکہ خشک زمین کے مقابل ترزین کی مالگنداری تقریباً پانچ گنی سے لیکر دس گنی تک زیادہ ہوتی ہے۔ اجرائی نہر سے قبل بحیثیت مجموعی تمام دہرائیں عموماً ۲۰ تا ۵۰ کیکر گھاس کی خاطر رکھے جاتے تھے لیکن نہر جاری ہونے کے بعد عموماً ۲۰ تا ۲۰ کیکر اس غرض کیلئے چھوڑے جا رہے ہیں۔ (واضح رہے کہ چارہ کی غرض سے صرف وہی کسان اپنے کھیت کا کچھ حصہ چھوڑ رکھتے ہیں جبکہ ہاں خشک (ارضیات ہیں) حالانکہ مویشیوں کی تعدادیں اضافہ کے ساتھ ساتھ اس رقبہ میں بھی زیادتی ہونی چاہیئے تھی لیکن اس میں اضافہ کی بجائے ۵۰ تا ۶۰ فیصد تخفیف ہو گئی ہے۔

مزارعین کا بیان ہے کہ اجرائی نہر سے قبل چونکہ خشک ارضیات زیادہ تھیں اسلئے نسبتاً وسیع پیمانہ جوار کی کاشت کیجاتی تھی جبکہ وجہ سے جانوروں کو کافی مقدار میں کڑبی حاصل ہوتی تھی لیکن نہر جاری ہونے کے بعد سے دھان کی کاشت بہت بڑھ گئی ہے۔ اور جوار کی کاشت میں نمایاں تخفیف (۵۰ فیصد سے زائد) نمودار ہوئی۔ نتیجہ یہ کہ اب کڑبی (جو کہ گھاس کے مقابل بیلوں کے لئے نہایت مقوی چارہ ہے) بہت ہی قلیل مقدار میں حاصل ہوتی ہے جو صرف زراعتی جانوروں کیلئے بھی کافی نہیں ہو سکتی۔ لہذا زراعتی بیلوں کو بیشتر دھان کا گھاس اور کمتر کڑبی دی جاتی ہے۔ ادنیٰ غذا اور کثرت کار کی وجہ سے بیلوں کی قومی سرعت کے ساتھ کمزور ہونے لگتے ہیں اور وہ قبل از وقت ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ قلت چارہ کی وجہ سے بیلوں کے مقابل بھینسوں کو اور بھینسوں کے مقابل گائیکوں کو کم چارہ دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح چارہ کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ مویشیوں کی کارکردگی پر پڑتا ہے۔

مویشیوں کی ادنیٰ کارکردگی کی دوسری وجہ ان کے رکھ رکھاؤ کا غیر موزوں انتظام ہے علاج حیوانات کا معقول اور بروقت انتظام نہ ہونے کی بدولت بھی مویشیوں کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔

بہر طور انسانوں کی کارکردگی کی طرح جانوروں کی کارکردگی کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے۔

چھٹی فصل

زرعی اصل بسلسلہ فعل سابق

(ب) آلات زراعت | زرعی اصل قائم کا دوسرا جز زرعی آلات ہیں۔ ذیل میں ہم مختلف مروجہ آلات زرعی کا حال معلوم کریں گے۔

۱۔ **اصل** — اصل بہت ہی اہم آلہ زراعت ہے۔ اصل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ بڑے اور چھوٹے۔ بڑے اصل خشک زمینات میں استعمال کیے جاتے ہیں اور چھوٹے اصلوں کا استعمال تر زمینات کیلئے مخصوص ہے۔ اصل چلائی کی بدولت زمین نرم اور ملائم ہوتی ہے۔

۲۔ **بکھر** — منظور خاص خلیف اور ربیع کی زمینات میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے چلانے سے گھاس صاف ہوتی۔ ڈھیلے پھوٹتے اور زمین ہموار ہوتی ہے۔

۳۔ **دورا** — دورے بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ بڑے اور چھوٹے۔ بڑے دورے (جنکو کو پے بھی کہا جاتا ہے) کو جوار کے کھیت میں چلایا جاتا ہے۔ جب کہ پودے ایک دو بانٹ اونچے ہو جاتے ہیں اس کی وجہ سے پودوں کے اطراف کی مٹی ملائم ہو جاتی ہے۔ پودوں کی جڑوں کو پھیلنے کا موقع ملتا ہے پیر مضبوط ہوتی ہے اور دھرت خوب بڑھتا ہے۔ انہی فوائد کے پیش نظر مچ کے پودوں نہیں چھوٹا دورا چلایا جاتا ہے۔

۴۔ **واتری** — یہ آلہ تر زمینات کو سطح کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ مزید برآں اس کا

۱۔ **ضمیمہ دوم کے صفحہ (۲۰۳) پر** مروجہ آلات زرعی کے مثال انگریزی الفاظ دیئے گئے ہیں۔

۲۔ **دیکھئے تصاویر نمبر (۲۰) اور (۲۱)۔ اصل۔ بکھر۔ دورے۔ اور واتری کی وضاحت کی گئی ہے۔**

استعمال اس وقت بھی کیا جاتا ہے جبکہ دھان کے پودے ایک دو بالشت اونچے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت یہ آدہ استعمال کر لیا جائے کہ اگر پودے بہت گنجان ہوں تو زیادہ ضرورت پودے اکٹڑ جاتے ہیں۔ نیز گھاس بھی صاف ہوجاتی ہے۔

۵۔ دوشیا — یہ آدہ زیادہ تر مر مٹواڑی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے ذریعہ بڑی جوار کی تخم ریزی کی جاتی ہے۔

۶۔ تپھن — دوشیا اور تپھن بالکل ہم شکل ہوتے ہیں۔ ہر دو جوار کی تخم ریزی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ ہر دو کا فرق یہ ہے کہ تپھن میں تین پھن ہوتے ہیں اور دوشیا میں صرف دو زیادہ تر ٹکٹانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور دوشیا مر مٹواڑی میں۔ تپھن سے چھوٹی جوار بونی جاتی ہے اور دوشیا سے بڑی جوار تپھن کے ذریعہ تخم تقریباً ۶ انچ اندر بٹے جاتے ہیں لیکن دوشیا سے صرف تین یا چار انچ اندرون زمین تخم ریزی ہوتی ہے

۷۔ بندی (چھکرا) — زراعت میں بندی کو بہت اہمیت حاصل ہے اس کے ذریعہ قمر کی حمل و نقل میں بڑی سہولت ہوتی ہے۔

۸۔ کوٹھو — موضع ہذا میں قدیم کوٹھو کا رواج بالکل ترک ہو چکا ہے اور اب صرف جدید کوٹھو زیر استعمال ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ قدیم کوٹھو کے مقابل جدید کوٹھو سے گنے کا رس بہت عمدگی کیساتھ نکلتا ہے اور کسان اس خوبی سے واقف ہیں لہذا جدید کوٹھو کو اس قیمت ہونیکے باوجود کمتر کٹور پر خرید لیا جاتا ہے

۹۔ متفرق آلات زراعت — متذکرہ بالا آلات کے علاوہ دیگر چھوٹی قسم کے آلات بھی متصل ہیں۔ مثلاً دراتی فصل کی کٹائی وغیرہ کیلئے استعمال کی جاتی ہے۔ زمین کھودنے کیلئے سل کا استعمال کیا جاتا ہے پھاڑے سے مٹی نکالی جاتی اور بھیت کی مینڈیں درست کی جاتی ہیں۔ کلہاڑی درخت کترنے کے کام آتی ہے۔

۱۔ دیکھئے تصویر نمبر (۲۲) تپھن اور دوشیا کی وضاحت کی گئی ہے۔

۲۔ دیکھئے تصویر نمبر (۲۳) بند اور کوٹھو دکھلائے گئے ہیں۔

کونکی کے ذریعہ کھیت کے کونوں کی مٹی نرم اور کھوکھی کی جاتی ہے۔ کھر پیستے اُن جھگی پودوں کو نکال دیا جاتا ہے جو تباہ کو اور مروج کے کھیتوں میں آگ آتے ہیں۔ اسی طرح دیگر آلات بھی مختلف کاموں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔

یہاں تک تو ہم نے اقسام آلات کا حال بتلایا۔ اب ہم متذکرہ آلات کی تعداد دریافت کرینگے۔

تعداد	اقسام آلات	تعداد	اقسام آلات
۴۲۲	دراتیاں	۳۹۴	ناگز ہل، بڑے اور چھوٹے
۶۵	سبل	۱۰۳	بکھر
۱۵۱	پھاؤڑے	۱۲۱	دورے بڑے اور چھوٹے
۶۳	کھر پیاں	۱۲۴	داتریاں
۳۵۴	کونکیاں	۱۰	دوشیا
۲۱۵	کلہاڑیاں	۶۷	پتھن
۳۶	تپائیاں	۲۶	بنڈیاں (چھکڑے)
۳۹۹	سوپ و چھبیاں	۴	کولہو

بحیثیت مجموعی جملہ دیہات میں ہل، بکھر، دورے اور داتریوں کی تعداد زیادہ ہے۔ کیونکہ جملہ رقبہ مزروعہ مختلف غیر معاشی اراضیات میں منقسم ہے۔ زمین خواہ معاشی ہو یا غیر معاشی ہر اس شخص کو جو زراعت

کرتا ہے ہل۔ بکمر۔ دورا اور وارتی رکھنا پڑتا ہے۔ اس طرح بلحاظ مجموعی ان آلات کی تعداد بہت بڑھ جاتی
 پوشیا تعداد میں اس قدر کم اس لئے ہیں کہ زیر بحث موضوع میں ماہوری چار بہت کم بولی جاتی ہے
 موضوع ہذا کی مزدور خشک زمینات کا لحاظ کرتے ہوئے شخصوں کی یہ تعداد بھی زیادہ ہے جہاں تک کہ بنڈیوں کا
 تعلق ہے ان کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دیگر دیہی آلات کے مقابل بنڈی بہت قیمتی ہوتی ہے جن کو
 ہر کسان آسانی کے ساتھ نہیں خرید سکتا۔ حالانکہ ہر کسان کے ہاں بنڈی کا رہنا ضروری ہے
 کیونکہ اس کے ذریعہ مکان سے کہنوں تک کھا لیجانے کی حکمت سے پیداوار مکان لانے اور پھر اس کو منڈی لے جانا
 میں غیر معمولی مدد ملتی ہے۔ یہاں اگر کسان اپنا غلہ مقامی طور پر اس لئے بھی فروخت کر دیتے ہیں کہ ان کے ہاں ذاتی
 بنڈی نہیں ہوتی۔

یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کو لہو کی طرح بنڈی بھی مشترکہ طور پر کیوں نہیں خریدی جاتی۔ سوال بالکل معقول
 ہے۔ کسان کو مشترکہ طور پر بنڈیاں خریدنا چاہیے لیکن اس طرف وہ بہت کم توجہ کرتے ہیں گوکہ بنڈی کے ہونے
 کی وجہ سے انہیں آگے وں مختلف وقتیں اور قابل لحاظ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

متفرق آلات میں دلیاتوں۔ کوئیکیں۔ سوپ اور ٹیبل کی تعداد بہت زیادہ معلوم ہو رہی ہے لیکن
 فی نفسہ یہ زیادہ نہیں ہے کیونکہ ان کی اہمیت کی مد نظر ہر کسان کے ہاں ان کی ضروری تعداد موجود ہوتی ہے۔
 زرعی آلات کی مذکورہ تشریح سے ہمیں دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ موضوع ہذا میں کس قسم کے آلات
 شامل ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کی تعداد کیا ہے۔

قسم آلات کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ کو لہو کے سوائے جملہ آلات متعلقہ وہی قدیم اور پرانے ہیں
 جو آج سے کئی نسل قبل مروج تھے۔

جب ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ ہمارے کسان قدیم آلات کیوں استعمال کرتے ہیں تو ہمیں اس کے چند وجوہ نظر آتے ہیں۔
 سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ جدید آلات کی قیمت قدیم آلات کے مقابل زیادہ ہوتی ہے اور کسان
 انہیں نہیں خرید سکتے۔ چنانچہ چند آلات کی تقابلی قیمتوں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ قدیم آلات کے مقابل جدید
 آلات کی قیمتیں کس قدر زیادہ ہوتی ہیں۔

قدیم آلات	قیمت کھار	جدید آلات	کھار قیمت	قیمتوں میں فی صد فرق
ہل	۴ روپیے	ہل	۲ روپیہ ۸ آنے	۴۷
بکھر	۳	بکھر	۹۵	۹۷
پٹھن	۸	پٹھن	۶۰	۸۷
دورا	۴	دورا	۴۵	۴۱
داتری	۳	داتری	-	-

مانا کہ جدید آلات کے مقابل قدیم آلات ارزاں ہوتے ہیں۔ انہیں آسانی کے ساتھ منتقل کیا جاسکتا ہے۔ مقامی سیلوں کی استطاعت کے موافق ہیں اور انکی مرمت بھی بہ آسانی ہو سکتی ہے لیکن محض ان خصوصیات کی بنا پر یہ خیال کر لینا کہ ہماری زراعت کیلئے پرانے آلات ہی موزوں ہیں ٹھیک نہیں۔ یہ خیال درست ہے کہ کسانوں کے موجودہ اقداس اور جاغوروں کی ناگفتہ بہ حالت کے تحت مروجہ آلات کے سوا جدید آلات کا استعمال کرنا بہت وقت طلب ہے لیکن اگر ہم اپنی زراعت کو بہتر بنانا چاہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل ہو سکے تو ہمیں نہ صرف مویشیوں کی حالت کو بہتر کرنا ہوگا بلکہ جدید اور مناسب حال آلات کا استعمال بھی ضروری ہے۔

(ج) مصنوعی ذرائع آبپاشی — زرعی اصل قائم کاتیسرا جزو مصنوعی ذرائع آبپاشی ہیں۔ یہ مصنوعی ذرائع آبپاشی سے ہماری مراد تالاب اور نہریں ہیں۔ واضح رہے کہ موضع ہڈا میں ایک بھی باؤلی آبپاشی کے لئے استعمال نہیں۔

نہر نظام ساگل کی اجماعی سے قبل ۱۹۳۴ء میں مطابقت ۱۹۳۱ء میں موضع زیر بحث کا جبرہ و فیکہ کا شست

۱۴۵۲۵ ایکڑ تھا۔ اس رقبہ میں ۹۲۶ ایکڑ خشک اراضیات تھے اور ۲۶۶ ایکڑ تراراضیات پر مشتمل تھے۔ بالفاظ دیگر مجموعی رقبہ کاشت کا لحاظ کرتے ہوئے رقبہ آبپاشی ۲۶۶ فیصد تھا۔ اس رقبہ کی آبپاشی حسب ذیل تین تالابوں کے ذریعہ ہوا کرتی تھی

تالاب	وسعت		گہرائی		فی تالاب رقبہ آبپاشی	
	ایکر	گنٹہ	فٹ	انچ	وسعت ایکڑوں میں	فی صد
تہور تالاب	۸۲	۱۸	۱۶	۶	۲۴۱	۱۶۶۵
اوسرگا پٹی تالاب	۸۹	۱۴	۹	۶	۲۲۹	۱۵۶۷
ماسانی تالاب	۲۸	۱۸	۶	-	۵۶	۳۶۸
جملہ	۲۰۰	۱۰	۳۲	-	۵۲۶	۳۶۶۰

سابقہ جدول سے واضح ہو رہا ہے کہ ۳۶ فی صد رقبہ آبپاشی کے سمجھ ۱۶۵ فیصد تہور تالاب کے ذریعہ ۷۵ فیصد اوسرگا پٹی تالاب سے اور ۴۳ فیصد رقبہ ماسانی تالاب سے سیراب ہو سکتا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ مذکورہ تین تالابوں کے ذریعہ فصل آبی اور خصوصاً تابی کی کاشت میں بڑی مدد ملتی تھی لیکن اس امداد کا مدار بالواسطہ طور پر بارش سے تھا کیونکہ اگر بارش ٹھیک ہوتی تو تالابوں میں بھی خوب پانی جمع رہتا تھا۔ اور اس طرح نسبتاً وسیع رقبہ پر تری کاشت کی جا سکتی تھی۔ برعکس اس کے اگر بارش ٹھیک نہ ہوتی تو تالابوں میں بھی پانی کی مقدار قلیل ہوتی جسکی بنا پر رقبہ کاشت کو محدود کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ قلت آب کی وجہ سے

۱۹۱۹ء (۱۹۲۰ء) سے ۱۹۲۹ء (۱۹۳۰ء) اور ۱۹۳۰ء (۱۹۳۱ء) میں ضلوع تباہی کا شت ہی نہیں کئے گئے۔ قلت آب ہری کی بنا پر ۱۹۱۰ء (۱۹۱۱ء) سے ۱۹۲۰ء (۱۹۲۱ء) اور ۱۹۲۱ء (۱۹۲۲ء) سے ۱۹۲۵ء (۱۹۲۶ء) میں پانچ ایکڑ سے بھی کم رقبہ کا شت کیا گیا حالانکہ معمولی سالوں میں فصل لائے تباہی کا رقبہ پچاس سے سو ایکڑ تک کا شت کیا جاتا تھا۔

اجرائی نمبر (۱۹۳۳) ۱۳۴۳ء مطابق ۱۹۳۴ء میں نہر کی اجرائی عمل میں آئی۔ کسے بعد ذیل آبپاشی میں دو قسم کی سہولتیں ہم پہنچیں۔ ایک یہ کہ بمقابلہ سابق رقبہ آبپاشی میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔ یعنی یہ کہ اجرائی نہر سے قبل جملہ رقبہ کا شت ۱۴۵۲ ایکڑ تھا۔ اس میں ۹۲۶ ایکڑ خشک زمین تھی اور ۵۲۶ ایکڑ تراڑھی۔ لیکن اجرائی نہر کے بعد ۱۳۶۰ ایکڑ رقبہ کا شت میں سے ۹۸۴ ایکڑ زمین ہو گئی اور خشک زمین صرف ۳۷۶ ایکڑ رہ گئی۔ گویا نہر جاری ہونے کی بدولت رقبہ آبپاشی میں فیصد کا اضافہ ہوا۔ نہر کی اجرائی سے قبل مجموعی کا شت کا لئی ذکر کئے ہوئے جملہ رقبہ آبپاشی صرف ۳۶ فیصد تھا لیکن اب وہ ۴۵ فیصد ہو گیا جن ذیل سے یہ رقبہ سیراب ہوتا ہے وہ ذیل میں درج ہیں۔

رقبہ آبپاشی بذریعہ نہر و تالاب		تالاب و نہر
فیصد	دست کیون میں	
۲۵ ر ۲	۶۱۵	تین تالاب (دھورہ اور سرگاپی اور ماسائی)
۲۷ ر ۸	۳۶۹	تین نہر (۱ - ۵ - ۲ - ۱)
۷۳ ر ۰	۹۸۴	جملہ

۱۔ واضح رہے کہ ۱۹۳۳ء کے مطابق (۱۹۳۴ء) کے مقابلہ ۱۹۳۳ء مطابق (۱۹۳۴ء) میں جملہ رقبہ کا شت ۱۴۵۲ ایکڑ سے گھٹ کر ۱۳۶۰ ایکڑ ہو گیا۔

نہری اجرائی سے دوسری سہولت یہ ہوئی کہ اب فصل تابانی کی کاشت میں بارش کی اہمیت نسبتاً کم ہو گئی۔ کیونکہ اگر ایک آدھ سال قلت بارش کی وجہ سے تالابوں میں پانی کی مقدار کم رہے تو نہروں کے ذریعہ مدد ملی جاتی ہے اور فصل تابانی کے رقبہ کاشت میں غیر معمولی کمی نہیں ہونے پاتی جس طرح کہ اجرائی نہر سے قبل ہوا کرتی تھی۔ اجرائی نہر سے اب تک ۱۳۴۳ء تا ۱۳۴۸ء مطابق ۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۹ء فصل تابانی کی کاشت میں پانی کی قلت کبھی کبھی محسوس نہیں ہوئی۔ حالانکہ اجرائی نہر سے قبل فصل تابانی کی کاشت بہت ہی غیر یقین ہوتی تھی۔ چنانچہ ذیل کے اعداد سے ہمیں اس امر کا اندازہ ہوتا ہے کہ نہر جاری ہونے سے قبل کس طرح فصل تابانی کا رقبہ ایک سال میں بہت زیادہ ہوتا تھا تو دوسرے سال میں بہت ہی کم۔

سال فصلی	مزرعہ فصل تابانی		سال فصلی	مزرعہ فصل تابانی		سال فصلی	مزرعہ فصل تابانی	
	یکڑ	گنٹے		یکڑ	گنٹے		یکڑ	گنٹے
۱۳۳۴	۳	-	۱۳۳۷	۳	۳۱	۱۳۴۰	۷	۲۲
۱۳۳۵	۳	۱	۱۳۳۸	۱۱۹	۱۷	۱۳۴۱	۲	۱۰
۱۳۳۶	۲۴	۱۴	۱۳۳۹	۱	۳۶	۱۳۴۲	۷۲	۱

لیکن نہری بدولت فصل تابانی کے رقبہ کاشت میں اگر ایک طرف بہت اضافہ ہو گیا تو دوسری طرف قلت بارش کی وجہ سے سابقہ غیر یقینی صورت حال بھی باقی نہیں رہی چنانچہ ۱۳۴۳ء مطابق ۱۹۳۲ء کے بعد فصل تابانی کی کاشت حسب ذیل رہی۔

سال فصلی	مزرعہ فصل تابانی		سال فصلی	مزرعہ فصل تابانی		سال فصلی	مزرعہ فصل تابانی	
	یکڑ	گنٹے		یکڑ	گنٹے		یکڑ	گنٹے
۱۳۳۷	۳۲۶	۳۱	۱۳۴۵	۳۰۲	۲۳	۱۳۴۷	۳۰۲	۳۲
۱۳۳۸	۲۹۹	۱	۱۳۴۶	۳۱۶	۳۶	-	-	-

بہر طور موضع ہذا کے ذرائع آبپاشی کے متعلق ہم یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ وہ بہت تسفی بخش ہیں۔ لیکن جب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ ہمارے کن مذکورہ ذرائع آبپاشی سے کس طور پر اور کیونکر استفادہ کر رہے ہیں تو حالات بہت ہی مایوس کن نظر آتے ہیں ان پڑھ کسان ذرائع آبپاشی کی مزید سہولتوں سے خوش نظر آنے کی بجائے اس امر کے شاکِ پائے گئے کہ نہر کی اجرائی سے انہیں بجائے فائدے کے نقصان پہنچ رہا ہے۔

جب ہم کسوں کی زبان سے یہ سنتے ہیں تو ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ ایک زرعی مقام کے باشندے ذرائع آبپاشی جیسی اہم سہولتوں کی شکایت کریں!! اس شکایت کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ چونکہ خشک ارضیات کے مقابل زراعت کی مالگاری زیادہ ہوتی ہے لہذا ترزینات کی کاشت میں اس قدر گنجائش نہیں ہوتی کہ مصارف پیدائش اور مالگاری کی سہائی کے بعد قابلِ لحاظ آمدنی ہو سکے۔ بعض مرتبہ یہ آمدنی اس قدر قلیل ہوتی ہے کہ اس سے مصارف پیدائش اور رقم مالگاری بشکل حاصل ہوتے ہیں۔

لیکن مزاحمین کی اس شکایت سے ہمیں اتفاق نہیں۔ ان کا یہ خیال کہ چونکہ ترزینات کے مقابل خشک زمینات کی مالگاری کم ہوتی ہے لہذا ان کے لئے بہتر اور مناسب بھی ہے کہ موضع کی زمینات کا ایک بڑا حصہ خشک ارضیات پر مشتمل ہو۔ بہت ہی غیر معقول ہے۔ ترزینات کی کاشت میں انہیں قلیل آمدنی محض اس لئے نہیں ہو رہی ہے کہ خشک زمینات کے مقابل ترزینات کی مالگاری زیادہ ہے۔ بلکہ قلیل آمدنی کی اصل اور بنیادی وجہ غیر اصولی نظام زراعت ہے۔ پیدائش دولت کا خواہ کوئی شعبہ کیوں نہ ہو عاقلین پیدائش کا ایک سوزوں اور مفید تناسب میں مشغول رہنا ضروری ہے۔ ورنہ خاطر خواہ آمدنی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ موضع ہذا میں ہمیں متعدد مثالیں ایسے کسوں کی ملتی ہیں جن کے ہاں زرعی عوامل پیدائش (زرعی زمین۔ زرعی محنت اور زرعی اصل بہت ہی غیر مناسب ہیں) اور صرف عوامل پیدائش میں عدم تناسب پایا جاتا ہے بلکہ زرعی طریقہ ہائے کاشت بھی ناقص ہوتے ہیں۔ دھان کی کاشت کے مقابل بہت ہی

۱۔ ضمیمہ دوم ملاحظہ فرمایا جائے۔

۲۔ ۱۳۳۲

۳۔ ۱۳۳۵

۴۔ ضمیمہ دوم بیان نمبر ۱۲ دیکھئے۔

۵۔ ۱۳۳۸

۶۔ ۱۳۳۹

۷۔ ۱۳۳۲

۸۔ ۱۳۳۵

اہتمام طلب ہوتی ہے۔ اس کے لئے نہ صرف زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے بلکہ سرمایہ اور کھاد بھی زیادہ صرف کرنا پڑتا ہے محنت کے لحاظ سے ہمارے کسان کبھی پیچھے نہیں ہٹتے۔ لیکن جب روپیہ اور کھاد کا سوال اٹھتا ہے تو اس کی ہر مسمانی سے غاصر ہوتے ہیں۔ دھان کی فصلیں بھی (چند کسانوں کے سوائے) عموماً اسی لا پر دانی سے بودی جاتی ہیں جس طرح کہ جوار بوئی جاتی ہے۔ کھاد بہت ہی قلیل مقدار میں دی جاتی ہے اور روپیہ بچانے کی خاطر ضروری کچھائی نہیں کی جاتی نتیجہ یہ کہ پیداوار فی ایکڑ بہت ہی ادنیٰ اور معمولی ہوتی ہے۔ اس پیداوار کو فروخت کرنے کے طریق بھی مدرجہ ناقص ہوتے ہیں۔ لہذا ان حالات کے تحت اگر آمدنی بہت ادنیٰ ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ کسانوں کو بعض مرتبہ تر زمینات کی کاشت سے اس قدر آمدنی بھی نہیں ہوتی کہ اس سے صرف مصارف پریشانی اور مالگاری وصول ہو سکیں۔ لیکن ہمیں اس امر کا بخوبی علم ہونا چاہیے کہ ادنیٰ آمدنی اس لئے نہیں ہو رہی ہے کہ مکوست نے ہر جاری کی یا تر زمینات کی مالگاری خشک اراضیات کے مقابل زیادہ ہے بلکہ اس کے سب سے اہم وجہ وجہ جن سے تقریباً تمام کسان ناواقف ہیں، زرعی عوامل پیدا کا عدم تناسب۔ غیر معمولی طریقہ ہائے کاشت۔ ناقص طریقہ ہائے فروخت اور نا جائز طریقہ ہائے لین وین ہیں۔ لیکن انہوں کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے کسان جب کبھی ادنیٰ آمدنی پر غور کرتے ہیں تو وہ مذکورہ وجہ میں سے ایک وجہ کا بھی لحاظ نہیں کرتے اور یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ چونکہ خشک زمینات کے مقابل تر زمینات کی مالگاری زیادہ ہے لہذا انہیں خشک اراضیات کے مقابل تر اراضیات کی کاشت میں کوئی قابل لحاظ فائدہ نظر نہیں آتا۔ بالفاظ دیگر وہ بھی کہتے ہیں کہ خشک اراضیات کی بجائے تر اراضیات کی کاشت میں انہیں نقصان ہوتا ہے۔ مگر ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر تر زمینات کی کاشت مناسب اور روزوں طریق پر کی جائے تو خشک زمینات سے کہیں زیادہ منافع تر زمینات سے حاصل ہو سکتا ہے لیکن کسان اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ان کا کوشش ہوتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے کم سے کم تر ارضی کاشت کی جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ نقصان برداشت نہ کرنا پڑے لیکن کسان تر زمینات کی کاشت محض اس لئے کرتے ہیں کہ انہیں خشک زمینات

سے فروخت پیداوار کے عوض برائے فصل میں فصل بحث کا جائے گی۔
سے مقروضیت کے عوض برائے فصل میں فصل بحث کا جائے گی۔

دستیاب نہیں ہوتیں۔ چنانچہ ان کا بیان ہے کہ اگر انہیں خشک زمینات دستیاب ہوں تو وہ تری زمینات کی کاشت سے بڑی حد تک دست کش ہو جائیں گے۔ مزارعین کے اس رجحان کا نتیجہ یہ ہے کہ تقریباً تمام خشک اراضی زیر کاشت رہتی ہے۔ برعکس اس کے تری زمینات کا بہت بڑا حصہ خارج از کاشت رہتا ہے جس کی وجہ سے حکومت کو موضوع ہذا کے ذرائع آبپاشی کا لحاظ کرتے ہوئے، جس قدر آمدنی ہونی چاہیے تھی نہیں ہو رہی ہے۔ بندوبست اراضی کا لحاظ کرتے ہوئے حکومت کو موضع زیر بحث سے سالانہ ۴۴، ۱۹ روپیے وصول ہونا چاہیے تھا لیکن چونکہ تری زمینات کا ایک بڑا حصہ خارج از کاشت رہتا ہے۔ لہذا اب صرف ۲۴، ۹۰ روپیے وصول ہو رہے ہیں۔ بالفاظ دیگر ۳۴ لاکھ (مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء تا ۶ اکتوبر ۱۹۳۸ء) میں متوقع رقم مالگاری (۱۹۳۷ء سے ۱۰۲۵۰ روپیے کم وصول ہوئے۔ آمدنی کا نقصان کس طرح قابل قبول ہو سکتا ہے۔

اگر ذرائع آبپاشی سے جھٹکتی مٹی میں نائدہ اٹھایا جائے اور حکومت کو متوقع آمدنی وصول ہو تو اسکے ذریعہ فلاح عامہ کے بہت سے تعمیری کام کئے جاسکتے ہیں

ذرائع آبپاشی سے خاطر خواہ طور پر استفادہ کرنے کا مسئلہ بہت ہی اہم ہے۔ یہاں تک تو ہم نے

۲۔ زرعی اصل دائرہ زرعی اصل کے ایک جز یعنی زرعی اصل قائم جس میں مویشی۔ آلات زراعت اور مصنوعی ذرائع آبپاشی کو شامل کیا گیا ہے، کے حالات بیان کئے۔ لیکن اب ہم زرعی اصل کے ایک دوسرے جز یعنی زرعی اصل دائرہ جس میں کھاد اور تخم شامل ہیں، کے حالات بیان کریں گے۔

دالف، کہاؤ۔ خشک اراضیات میں کاشت کی جانے والی اجناس کو دمرق و تباکو کے سوا کسی قسم کی کھاد نہیں دی جاتی۔ ان اراضیات کی قوت زرخیزی کو برقرار رکھنے کے لئے ادوار کا طریق کاشت سے مدد لی جاتی ہے۔ ادواری طریقہ کاشت کے تحت کسان مقررہ کھیتوں میں ہر سال اجناس بدل کر بوسے ہیں جس کی وضاحت صفحہ آئندہ پر کی گئی ہے۔

کھیت				سال
پہلا	دوسرا	تیسرا	چوتھا	
جوار	تل	السی	کپاس	پہلا
تل	السی	کپاس	جوار	دوسرا
السی	روٹی	جوار	تل	تیسرا
کپاس	جوار	تل	السی	چوتھا
جوار	تل	السی	کپاس	پانچواں

حسب ملاحظہ بالا فرض کیجئے کہ ایک کسان کے ہاں کھیت کے چار ٹکڑے — پہلا - دوسرا - تیسرا اور چوتھا — ہیں۔ پہلے سال ان چار ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑے پر جوار کی کاشت کی جاتی ہے۔ دوسرے سال پر تل بویا جاتا ہے۔ تیسرے سال پر السی اور چوتھے سال پر کپاس۔ دوسرے سال مذکورہ کھیتوں میں علی الترتیب جوار تل السی اور کپاس کاشت نہیں کئے جاتے کیونکہ اس طرح عمل سے زمین کی قوت پیدا شدہ نسبتاً ٹھٹھ جاتی ہے لہذا اس قوت کو برقرار رکھنے کے لئے اجناس کاشت بدل دیے جاتے ہیں۔ مثلاً پہلے سال جس کھیت میں جوار بولی گئی تھی دوسرے سال تل کی کاشت کی جاتی ہے جس کھیت میں تل بویا گیا تھا اس میں السی کاشت کی جاتی ہے جس میں السی کاشت کی گئی تھی اس میں کپاس بولی جاتی ہے اور جس میں کپاس بولی گئی تھی اس میں جوار بولی جاتی ہے۔

اس طرح ہم دیکھ رہے ہیں کہ سال اول جوار پہلے کھیت میں بولی گئی تھی تو اب وہ چوتھے کھیت میں بولی گئی ہے۔ تل دوسرے کھیت میں بویا گیا تھا تو اب وہ پہلے کھیت میں بویا گیا ہے۔ السی کی کاشت تیسرے کھیت میں کی گئی تھی تو اب دوسرے کھیت میں کی گئی ہے۔ کپاس چوتھے کھیت میں بولی گئی تھی تو اب تیسرے کھیت میں بولی گئی ہے۔

جدول کے دیکھنے سے واضح ہو رہا ہے کہ تیسرے سال پر اسی قسم کا رو بدلیا جاتا ہے۔ چوتھے سال بھی یہی تبدیلی جاری رہتی ہے حتیٰ کہ پانچویں سال زیر بحث چاروں کھیتوں میں بالترتیب وہی اجناس کا کاشت کئے جاتے ہیں جو کہ چار سال قبل کا کاشت کئے گئے تھے۔ مابعد سالوں میں پھر وہی ترکیب اختیار کی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ مزارعین کے بیان کے مطابق جوار کی کاشت سے زمین کے بہت سے قوتی اجزاء کم ہوجاتے ہیں لیکن جب دوسرے سال جوار کے کھیت میں تل کی کاشت کیجاتی ہے تو تل کے پودوں کی پتیلیں کھیت میں جھڑتی ہیں اور ان پتوں کی بدولت کھیت کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ تل کی کاشت کی وجہ سے زمین قوت دار ہو جاتی ہے لہذا تل کے بعد اسی کی کاشت کی جاتی ہے۔ جوار کی طرح (مزارعین کے بیان کے مطابق) اسی کے پورے بھی زمین کی بہت قوت کھینچ لیتے ہیں لہذا اس کے بعد کپاس بولی جاتی ہے۔ کپاس کی پتیاں بھی زمین کو قوت دیتی ہیں۔ کپاس کی کاشت کے بعد جب زمین قوت دار ہو جاتی ہے تو پھر جوار بولی جاتی ہے۔ اس طرح کسان ایک مرتبہ ایسے پودوں کی کاشت کرتے ہیں جو زمین کی قوت بہت کچھ کھینچ لیتے ہیں۔ دوسری مرتبہ اس نوعیت کے پودے لگائے جاتے ہیں جو زمین کی قوت کو جذب کرنے کی بجائے اپنی پتیوں کی ذریعہ اس کو زرخیز بناتے ہیں۔ جوار اور اسی کی کاشت سے زمین کی زرخیزی گھٹ جاتی ہے لیکن تل اور کپاس کی کاشت سے اس کی زرخیزی پھر خود کو برآتی ہے۔ لہذا کسان جوار، اسی، تل اور کپاس میں رو بدلی کر کے کاشت کرتے رہتے ہیں۔ اوواری طریق کاشت کسانوں کے حق میں بہت مفید ہے چونکہ وہ اس کے ذریعہ کھیتی بہت کچھ کفایت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس طریق پر تل پیرا ہو کر وہ خشک زمین پر کاشت کی جانے والی اجناس کو دسوا کرچہ و تبا کر کے کھا دیں گے۔

جہاں تک استعمال کھاد کا تعلق ہے سیدھی سادی اور قدرتی کھاد استعمال کی جاتی ہے۔ گوبر کے ساتھ مکانات کا کوڑا کرکٹ خاب گھاس اور کڑواں وغیرہ جمع کی جاتی ہے۔ جب یہ چیزیں مٹر گل کر گوبر میں مل جاتی ہیں تو اس مرکب کو بطور کھاد استعمال کیا جاتا ہے اس مرکب کو گوبر کی کھاد کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مٹیگی کی کھاد گوبر کی طرح جمع نہیں کی جاتی بلکہ کھیتوں میں منہ سے بھلائے جاتے ہیں۔

مزارعین کا بیان ہے کہ موضع کی زمینات کا لحاظ کرتے ہوئے عمدہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے

دھان کے کھیت میں فی ایکڑ اوسطاً پندرہ ہنڈی (چھکڑا) مرنج کے کھیت میں میں ہنڈی اور نیشکر کے کھیت میں چالیس ہنڈی کھا دی جانی چاہیے۔ ۱۹۳۷ء (مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء تا ۵ اکتوبر ۱۹۳۸ء) میں دھان کا جملہ سالانہ رقبہ کاشت (ایک ہیکڑ دو و نصف) ۸۱۴۴ ہیکڑ تھا۔ سات ہیکڑ پر مرنج کی کاشت کی گئی تھی اور دس ہیکڑ پر گت لگایا تھا۔ مزارعین کے مذکورہ حساب کے مطابق دعوہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے دھان۔ مرنج اور نیشکر کے مندرجہ رقبہ جات مزدور جمع کیلئے بالترتیب ۱۲۲۱۰۔ ۲۴۰۔ اور ۳۶۱ ہنڈی کھا دو کر کافی۔ بالفاظ دیگر ۱۹۳۷ء (مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء تا ۵ اکتوبر ۱۹۳۸ء) میں دھان۔ مرنج اور گتے کا جو رقبہ کاشت کیا گیا اس سے عہدہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے بحیثیت مجموعی ۷۱۰ ہنڈی کھا دو مطلوب تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ۱۹۳۷ء (مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء) میں جملہ کتنے ہنڈی سبکیں اور گوبر پیدا ہوا اس میں کوٹاکرٹ اور دیگر اشیاء کو خلوط کر کے کتنے ہنڈی کھا و تیار کی گئی یہ کہا۔ مطلوبہ مقدار (۱۲۷۱۰ ہنڈی) کے مساوی تھی۔ اگر مساوی تھی تو کس قدر اولاً ہم گوبر کی پیداوار کا اندازہ لگائینگے۔

پانچویں فصل میں ہم معلوم کر آئے ہیں کہ موضع زیر بحث میں ۱۹۳۷ء (مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء تا ۵ اکتوبر ۱۹۳۸ء) کے اعداد کے مطابق زرعی جانوروں کی جملہ تعداد ۹۷۵۰ ہے۔ ۹۷۵۰ جانوروں میں سے ۳۰۵ جانوروں کی عمر ہر سال سے کم ہے اور ۶۷۰ جانور زائد از ۴ سال عمر والے ہیں۔ مزارعین کا بیان ہے کہ چار سال سے کم عمر والے سوجانوروں سے روزانہ ۱۲ ہنڈی گوبر حاصل ہوتا ہے اور زائد از چار سال عمر والے سوجانوروں سے روزانہ ۱۲ ہنڈی فی یوم جب کہ چار سال سے کم اور چار سال سے زائد عمر والے جانوروں کی تعداد علی الترتیب ۳۰۵ اور ۶۷۰ ہے تو ان سے روزانہ بالترتیب ۲۱۲۰ اور ۸۱۴۰ ہنڈی گوبر حاصل ہوگا بحیثیت مجموعی تمام زرعی جانوروں سے روزانہ ۱۲۱۲۰ ہنڈی گوبر تیار ہوگا جب کہ گوبر کی جملہ روزانہ پیداوار ۱۲۱۲۰ ہنڈی ہو تو سالانہ پیداوار (۳۷۵ × ۱۲۱۲۰) ۴۵۳۸۰ ہنڈی ہوگا۔ واضح رہے کہ گوبر کی یہ تمام مقدار کہا و بنانے کے لئے استعمال نہیں کی جاتی۔ بلکہ اسکا کافی حصہ جلانے میں صرف ہوتا ہے اور ایک قابل لحاظ حصہ کو مکانات کے لینے اور ان کے چھڑکاو میں صرف کیا جاتا ہے۔ مزارعین کا بیان ہے کہ موضع ہذا میں نصف اپنی اور نصف لکڑی جلانی جاتی ہے۔ ایک خاندان روزانہ اسی پانچ افراد پر مشتمل جو روزانہ دس اپلیاں جلاتا ہے۔ جب کہ ایک خاندان روزانہ دس اپلیاں جلاتے

تو چونکہ جملہ ۲۴۶ خاندان ہیں لہذا روزانہ جلنے والی ایلویوں کی تعداد ۲۴۶ ہوگی۔ مزارعین کے بیان کے مطابق ایک ہنڈی گوبر میں ۵۰۰ ایلیاں تیار ہو سکتی ہیں۔ جب کہ ۵۰۰ ایلیاں مساوی ہیں ایک ہنڈی گوبر کو تو ۲۴۶۰ ایلویوں کے لئے روزانہ ۹۴ ہنڈی گوبر درکار ہوگا جب کہ روزانہ ۹۴ ہنڈی گوبر مطلوب ہے تو سالانہ (۳۶۵ × ۹۴) ۱۶۸۸۵ ہنڈی گوبر ایلویوں کی خاطر مطلوب ہوگا۔ فرض کیجئے کہ مکانات کے لیسپنے اور چھڑکاؤ کرنے میں (ماہانہ دو ہنڈی کے حساب سے) سالانہ چوبیس ہنڈی گوبر صرف ہوتا ہے۔ اس طرح جملہ ۱۸۱۲۵ ہنڈی گوبر ہر سال جلانے لیسپنے اور چھڑکے میں صرف ہوگا۔ لیچہ ہم معلوم کر آئے ہیں گوبر کی سالانہ پیداوار ۴۵۳۰ ہنڈی۔ اگر اس مقدار میں سے ۱۸۱۲۵ ہنڈی ہنہا کر دیئے جائیں تو ۲۶۴۰ ہنڈی گوبر بچ رہے گا جس کی کھا دہائی جاسکتی ہے۔ مزارعین کا بیان ہے کہ ایک ہنڈی خالص گوبر میں مکانات کا کوڑا کرکٹ، جلی ہوئی ایلویوں کی راکھ، اور خراب کھس و کڑی وغیرہ جمع کر کے دو ہنڈی کھا دیا جاتا ہے۔ اس حساب سے ۲۶۴۰ ہنڈی خالص گوبر میں ۵۶۸۱ ہنڈی کھا دیا جائے گا۔ گوبر کی کھاؤ کا اندازہ لگانے کے بعد اب ہم میٹگی کی کھاؤ کا تخمینہ لگائیں گے۔ موضع زیر بحث میں جملہ ۶۸۰ مینڈے اور مینڈیاں ہیں۔ واضح رہے کہ جنگل میں جہاں کہیں بھی گوبر پیا جائے اس کو چن لیا جاتا ہے۔ لیکن میٹگیں نہیں چنی جاسکتیں کیونکہ جانور پہاڑ کے دامن میں ادھر ادھر چرتے رہتے ہیں۔ البتہ سال میں تقریباً تین مہینے کھیتوں میں چرنے کا موقع ملتا ہے۔ لہذا کھیتوں میں گری ہوئی میٹگیاں کھا دے کام آتی ہیں۔ اس طرح ۳۶۵ دنوں کے مہینہ ۹۰ یوم۔ رات اور دن کی میٹگیاں کھا دے کام آتی ہیں۔ باقی ۲۷۵ یوم صرف رات کی میٹگیاں کام آسکتی ہیں۔ ان تمام جزویات کا لحاظ کرتے ہوئے (دھنگروں کی مدد سے) ہم اندازہ لگا دیا ہے کہ ۶۸۰ مینڈے اور مینڈیوں وغیرہ سے سالانہ ۱۲۰ ہنڈی میٹگیں حاصل ہوتی ہے۔ جانتا کہ کتاب ”ہندوستان میں کاشت عمیق“ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ میٹگیں گوبر کے مقابل تقریباً دو گنی مقوی ہوتی ہے۔ لہذا ہم میٹگیں کی ہنڈیوں کو گوبر کی ہنڈیوں میں تبدیل کرنے کے لئے ۱۲۰ ہنڈیوں کو دو ضربے

۱۲۰ دیہات میں چھوٹی لڑکیوں کا ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ صبح ہوتے ہی جنگل سے سوکھا گوبر چن لائیں
۱۲۰ متر جہ مظفر حسین صاحب صفحہ (۹۳) دیکھئے۔

دیکھئے جس کے بعد ۱۲۰ بنڈی منگنی۔ ۲۴ بنڈی خالص گوبر کے مساوی ہوگی۔ ایک بنڈی خالص گوبر میں چونکہ دو بنڈی کھاوتیار ہوتی ہے۔ لہذا ۲۴۰ بنڈی خالص گوبر ۴۸۰ بنڈی کھاو کے مساوی ہے۔ اس طرح ہم دیکھ رہے ہیں کہ گوبر کی کھاو کی سالانہ پیداوار (۶۸۱ + ۴۵۶ - ۴۸۰) ۶۶۱ بنڈی ہوگی۔

واضح رہے کہ گہرے اور گھوڑوں کی لید بھی رائیگاں نہیں کی جاتی۔ رات میں جب قدر لید حاصل ہوتی ہے اس کو جمع کر کے بطور کھاو استعمال کیا جاتا ہے۔ پانچویں فصل میں ہم معلوم کر آئے ہیں کہ موضع ہذا میں جلد ۳۵ گدھے اور دو گھوڑے ہیں۔ دیہاتیوں کے اندازہ کے مطابق ان جانوروں سے سالانہ ۲۴ بنڈی لید حاصل ہوتی ہے جان کنی نے بتلایا ہے کہ گوبر کے مقابل لید و ڈیرہ گنی متوی ہوتی ہے۔ اس حساب کے مطابق لید کی ۲۴ بنڈیوں کو گوبر کی بنڈیوں میں تبدیل کرنے سے ۳۶ بنڈیاں حاصل ہوگی۔ چونکہ ایک بنڈی خالص گوبر میں دو بنڈی کھاوتیار ہوتی ہے لہذا ۳۶ بنڈیوں میں ۷۲ بنڈی کھاوتیار ہوگی۔ اگر ہم ان بنڈیوں کو کھاو کی سابقہ بنڈیوں (۶۶۱) میں جمع کر لیں تو موضع زیر بحث میں کھاو کی سالانہ پیداوار مکمل طور پر حاصل ہوگی اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ موضع ہذا میں سالانہ (۶۶۱ + ۷۲) ۷۳۳ بنڈی کھاوتیار ہوتی ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک سو بنڈی کھاو کی محل و نقل میں ایک بنڈی ضایع ہوتی ہے۔ لہذا ۷۳۳ بنڈی کھاو کی محل و نقل میں ۷۲ بنڈی سے کی مقدار زائد کھاو ضایع ہوگی۔ ۷۳۳ بنڈی میں سے ضایع شدہ ۷۲ بنڈی سہا کرنے کے بعد ۶۶۱ بنڈی کھاو بچ رہی جس کو ۱۳۴۰ (مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء تا ۵ اکتوبر ۱۹۳۸ء) میں دماغ اور مشین کی کاشت کے لئے استعمال کیا گیا۔ واضح رہے کہ عمدہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے بحیثیت مجموعی ۱۲۰ بنڈی کھاو مطلوب تھی۔ لیکن صرف ۶۶۱ بنڈی دستیاب ہوئی۔ کھاو کی اس کمی کو بیان کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ عمدہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے اگر سربنڈی کھاو درکار تھی تو صرف ۵۵ ۴۸۸ بنڈی دستیاب ہوئے۔ بالفاظ دیگر لیں کہا جاسکتا ہے کہ عمدہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے بحیثیت مجموعی اس قدر کھاو مطلوب تھی اس سے ۴۴ ۵۱۶ فی صد کم دستیاب ہوئی۔ جب کہ کمی کھاو کی یہ حالت ہوا اور

جب کہ یہی حالت کم و بیش کئی سال سے جاری ہے تو بھلا ایسی صورت میں زمین کی قوت پیداواری ایک چھ مییار پر کیوں کہ برقرار رہ سکتی۔ جس طرح ناکافی اور غیر صحت بخش غذا کی وجہ سے نسل انسانی دن بدن کمزور ہوتی چلی آ رہی ہے اسی طرح ناکافی اور ناقص طریقہ کھاد کی بدولت زمین کی زرخیزی کا مسئلہ بھی اہم ہے اہم تر ہوتا جا رہا ہے۔

دب، تخم — یہاں تک تو ہم نے زرعی اصل و امر کے ایک جزو یعنی کھاد کی تشریح کی لیکن اب اس کے دوسرے جزو یعنی تخم کا حال معلوم کرینگے۔

عمدہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے جہاں اور امور کا لحاظ ضروری ہے ساتھ ہی ساتھ عملہ تخم کی اہمیت کو بھی کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ کھاد کو مقدار زائد کیوں نہ ڈالی جائے اگر تخم بھی عمدہ نہ ہوں تو خاطر خواہ پیداوار نہیں حاصل ہو سکتی۔

جملہ اجناس کے تخم متعاقب طور پر حاصل کئے جاتے ہیں۔ تقریباً تمام کسان اختتام فصل پر اجناس کا ایک مناسب حصہ آئندہ تخم ریزی کے خاطر احتیاط کے ساتھ محفوظ کر لیتے ہیں۔ دھان کے تخم عام طور پر گیوں میں رکھے جاتے ہیں۔ مگنی بائس کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔ تخم کو مگنی میں بھرنے کے بعد اس پر دھان کا گھاس ڈالا جاتا ہے۔ اور بعد ازاں ٹی کی ایک پتلی تپہ اس طور پر بچھا دی جاتی ہے کہ مگنی کا منہ مکمل طور سے بند ہو جائے۔ تخم ریزی سے قبل مگنی کو چار پانچ مرتبہ کھولا جاتا ہے اور دھان سوکھائے جاتے ہیں۔ دھان کو سوکھانے کے بعد مگنی کو پھر اسی طرح بند کر دیا جاتا ہے۔ مزارعین کا بیان ہے کہ اس طرز عمل سے بیج خراب ہونے نہیں پاتا۔ بچے مونگ وغیرہ کے تخم میں راکھ نیم کا پتلا اور بھلا نوے ڈال کر کسی محفوظ چیز میں رکھ دیا جاتا ہے۔

حفاظت تخم کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسان انتہائے ہوشیاری کے ساتھ اسکو عمدہ حالت میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن تخم پر نظر ڈالتے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت ہی ادنیٰ اور کمزوری ہے۔ نہ صرف وہاں بلکہ ہر جنس گھٹیا قسم کی بونی جاتی ہے ناکافی کھاد اور گھٹیا تخم کی وجہ سے پیداوار فی ایکڑ بھی ادنیٰ ہوتی ہے۔ چنانچہ موضع ہذا کی مختلف پیداواروں کا تفصیلی حال آئندہ فصل میں بیان کریں گے۔

ساتویں فصل

خست طریقہ ہائے کاشت - زرعی پیداوار - زرعی فرو

۱۔ طریقہ ہائے کاشت | دیگر امور کے علاوہ زرعی پیداوار کی زیادتی یا کمی بطریقہ ہائے کاشت کا بھی بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ اگر طریقہ ہائے کاشت اصولی ہوں تو پیداوار بھی زیادہ ہوگی۔ عکس اس کے غیر اصولی طریقہ ہائے کاشت کی بنا پر پیداوار کی تخفیف ایک لازمی امر ہے۔ اصولی طریقہ ہائے کاشت سے ہماری مراد یہ ہے کہ کھیت کی جتنائی - کھاد دلوائی - بوائی - کھجائی (ڈوینڈنگ) - پھینچائی - نکائی - اور کٹائی بروقت اور مناسب طریق پر کی جاتی چاہیے۔ خصوصاً اچھی جتنائی عمدہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ جتنائی کی اہمیت کے متعلق جتھیر وٹل دجو کہ بہت بڑا عالم زراعت گذرا ہے، کہتا ہے کہ ”کھیت کی جتنائی کرنا کھاد دینا ہے“ کانپور کے سرکاری مزرعہ زراعت پر ۲۵ سال متواتر تجربہ کے بعد یہ ثابت ہوا ہے کہ اچھی جتنائی کھاد دینے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ (وضع رہے کہ اچھی جتنائی کا مدار بڑی حد تک عمدہ آلات پر بھی ہے۔) حقیقت تو یہ ہے کہ کھاد کا پورا پورا فائدہ بھی اسی وقت اٹھایا جاسکتا ہے جب کہ کھیت عمدگی کے ساتھ جتنا گیا ہو۔ عمدہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے کھیت کو نہ صرف عمدگی کے ساتھ جتنا چاہیے بلکہ اس کا بروقت جوتا جانا بھی ضروری ہے۔ ماہرین کی رائے میں کھیت کی جتنائی بارش سے قبل ہو جانی چاہیے۔ کیونکہ اسکی وجہ سے مختلف فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ بارش کا پانی گہرائی تک پہنچ سکتا ہے جنگلی پودے بہت کم اُگتے ہیں اور مہلک کیرے بھی مرجاتے ہیں۔

واقع رہے کہ موضع زیر بحث میں ۴ قسم کے کسان ہیں۔ ایک وہ جن کو ”کبئی“ کہا جاتا ہے۔ ”کبئی“

حقیقی معنی میں زراعت پیشہ کہلانے کے مستحق ہیں۔ زراعت انکی آبائی ہوتی ہے۔ انکی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ کلیتہً زراعت ہی پر گذر بسر کرتے ہیں نتیجہ یہ کہ انکی تمام توجہ زراعت ہی کی طرف رہتی ہے۔ انکی انضامی منتشر سہی لیکن کافی وسیع ہوتی ہے۔ اس قدر وسیع کہ جسکے ذریعہ وہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کی پرورش دیہاتی نکتہ نظر سے ایک اچھے معیار پر کر سکتے ہیں۔ ان کے مویشی عمدہ ہوتے ہیں۔ زراعت سے متعلق قدیم معلومات میں یہ لوگ یکتا ہوتے ہیں۔ کھیت کو بروقت اور نسبتاً بہتر طریق پر جوتے۔ بولتے۔ کھاتے۔ سینچتے۔ نکالتے اور کاتتے ہیں۔ چونکہ انکے ہاں جانور زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں لہذا کھاد بھی کافی مقدار میں دستیاب ہوتی ہے نتیجہ یہ کہ دیگر کاشتکاروں کے مقابل ان کی پیداوار اتنی اکر زیادہ ہوتی ہے۔

ہندوستان میں عام طور پر دو خیالات کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک وہ جو ہندوستانی کسان کی تعریف کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمسے کسان نہایت محنتی جفاکش اور اپنے فن کی حد تک یکتا ہوتے ہیں جب وہ یہ کہتے ہیں تو ان کے پیش نظر اس قسم کے کسان ہوتے ہیں جنکو ہم نے کنبی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ برعکس اسکے ایک دوسری جماعت ایسے افراد کی ہے جو ہندوستانی کسانوں پر بری طرح تنقید کرتی ہے۔ اور پیشہ سے متعلق تمام نقصانات کا ذمہ دار کسانوں ہی کو قرار دیتی ہے۔ اس کے پیش نظر دوسری قسم کے کنبی واقفان قابل تعریف ہیں کیونکہ وہ اپنی محنت جفاکشی اور ہوشیاری سے نہ صرف اس قدر کماتے ہیں اس سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی پرورش کر سکیں۔ بلکہ اپنی کفایت شعاری کی بدولت تھوڑے بہت سرمایہ کے مالک بھی ہوتے ہیں۔ موضع ہذا میں بہت کم کنبی مقروض نظر آتے ہیں۔ برعکس اسکے ان کی اکثریت قرض لینے کی بجائے ایک محدود پیمانہ پر قرض دہی کا کاروبار بھی کرتی ہے۔ کنبی جو مالی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے دیگر دیہاتیوں کے مقابل بہتر نظر آتے ہیں اسکی اہم وجہ یہ ہے کہ ان کی اراضیات بالعموم معاشی ہوتی ہیں ان کے میل عمدہ اور طریقہ بڑے کاشت (گودیم سہی) نسبتاً اچھے ہوتے ہیں۔ فروخت کی حد تک ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کٹائی کے بعد پیداوار کو محفوظ کر دیتے ہیں۔ اور اس وقت فروخت کرتے ہیں جبکہ اجناس کا نرخ گراں ہو۔ اس ترکیب کی وجہ سے انہیں اجناس کی قیمت اچھی ملتی ہے۔ اور وہ نسبتاً اچھی زندگی گزارتے ہیں۔

کاشتکار ہوتے ہیں۔ ان کاشتکاروں کی حالت تقریباً ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ بیان کی جاتی ہے۔

آبادی کے بیان میں ہم معلوم کرائے ہیں کہ ۱۹۰۹ء فیصد خاندان ایسے ہیں جنکا اصل پیشہ تو کچھ اور ہے لیکن جو ذیلی طور پر زراعت کرتے ہیں۔ دھوبی حجام۔ بڑوڑ۔ جلاہے۔ درزی۔ برہی۔ لوبار۔ سنار وغیرہ کو (جو اپنے آبائی پیشے کے ساتھ زراعت کرتے ہیں) مذکورہ طبقہ میں شامل کیا گیا ہے۔ ان افراد کے ان اراضیات بالعموم بہت مختصر ہوتی ہیں ان مختصر اراضیات پر کاشت کرنے کیلئے بیل خریدے جاتے ہیں جنکو خاطر خواہ طور پر مصروف نہیں رکھا جاسکتا۔ مزید برآں ان کے ہاں کھاد کی بہت قلت ہوتی ہے اسلئے کہ ان کے پاس مویشی بہت محدود تعداد میں ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ لوگ اپنی دیگر مصروفیات کی وجہ سے زراعت کی طرف خاطر خواہ طور پر توجہ نہیں کر سکتے نتیجہ یہ کہ کنبیوں کے مقابل پیداوار فی ایکڑ کم ہوتی ہے۔ دیہات کے ایسے افراد جو مفلس ہیں اخراجات کاشت میں کفایت کی خاطر ضروری کھچائی نہیں کرتے اپنی دانست میں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ چار مرتبہ کھچائی کرنے کی بجائے ایک مرتبہ کھچا کر کفایت کر رہے ہیں لیکن اس کفایت کا مخالف اثر پیداوار پر پڑتا ہے۔ کیونکہ جنگلی اور غیر ضروری پودوں کو اس سطح چھوڑ دینے کی وجہ سے وہ فصل کیلئے ایک طرف تو ہوا۔ روشنی اور دھوپ کو کم کر دیتے ہیں تو دوسری طرف کھاد کا بڑا حصہ بھی کھائیتے ہیں لہذا پیداوار کم ہوتی ہے۔ اکثر کسان ناقص کھچائی کی وجہ سے بہت کچھ نقصان اٹھاتے ہیں۔

بحیثیت مجموعی موضع ہذا میں طریقہ لمبے کاشت کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ جتنائی۔ بوائی کھاد ٹولوائی۔ سینچائی۔ نکائی۔ کھچائی۔ نگرائی اور کٹائی جیسے ہم کاموں کو بہت کم کسان مناسب موزوں طریق پر انجام دیتے ہیں۔ دیر سے جوتے دیر سے بونے اور دیر سے کاٹنے کا مرض عام ہے دیہات کے ہوشیار کسان ان باتوں سے ہر وقت احتراز کرتے ہیں۔

دھان کی حد تک نارنگائی (ٹرانسپلینٹیشن) کا طریق بہت مفید ہے۔ اس طریق کے تحت ایک کھاری میں دھان بوئیے جاتے ہیں۔ ۱۵۔۲۰ دن بعد پودوں کو اکھاڑ کر کھیت میں لگایا جاتا ہے

اس طرح کاشت کرنے سے پیداوار فی ایکڑ بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن بہت کم کسان اس طریقہ پر عمل کرتے ہیں۔ موضع زیر بحث میں دھان عام طور پر چھڑک کر بٹے جاتے ہیں۔

جہاں تک کھاد کا تعلق ہے اس کی قلت بہت زیادہ ہے۔ دھان - گنے - مرچ - اور تباہ کیکے سوائے دیگر اجناس کو کسی قسم کی کھاد نہیں دیکھائی۔ مذکورہ اجناس میں بھی دھان گنے اور مرچ کو زیادہ کھاد دیکھائی ہے۔ واضح رہے کہ سب کسانوں کو کھاد کیساں طور پر دستیاب نہیں ہوتی۔ صرف چند کسانوں کو کافی مقدار میں کھاد ملتی ہے۔ دیر سے جوتے - دیر سے بونے اور دیر سے کاٹنے ضروری کھپائی نہ کرنے اور مناسب کھاد نہ دینے کی وجہ سے پیداوار بہت ادنیٰ ہوتی ہے۔

۲۔ زرعی پیداوار | ذیل میں ۲ کاشت کاروں کی پیداوار فی ایکڑ کے تقابلی اعداد دیے گئے ہیں۔ کاشت کار نمبر ۱ سے ہماری مراد ایسا کاشت کار ہے جسکے طریقہ بٹے کاشت نسبتاً بہتر ہیں۔ یعنی یہ کہ وہ ہر وقت جو مٹا - بوتا - سینچتا - ضروری کھاد دیتا - کھپاتا - نکالتا - نگرانی کرتا اور ہر وقت کاٹتا ہے۔ کاشت کار نمبر ۲ سے ایسا کاشت کار مراد ہے جسکے طریقہ بٹے کاشت میں توازن نہیں۔

نام جنس	کاشت کار نمبر ۲	کاشت کار نمبر ۱
	اور پیداوار فی ایکڑ	اور پیداوار فی ایکڑ
دھان	۱۰ تا ۱۵ من	۱۵ تا ۲۰ من
جوار	۲ تا ڈھائی من	ڈھائی تا سات من

مندرجہ بالا اعداد سے واضح ہے کہ کاشت کار نمبر ۱ کے مقابل کاشت کار نمبر ۲ کی پیداوار فی ایکڑ (خواہ جوار ہو یا دھان) کم ہے۔ جسکی اہم وجہ ہر دو کے طریقہ بٹے کاشت میں۔ اگر دیگر کاشت کار بھی کمینیوں کے سے طریقے اختیار کریں تو دھان اور جوار کی فی ایکڑ پیداوار میں علی الترتیب ۵ من اور ایک من اضافے کی گنجائش ہے۔

بمطابق پونڈ فی ایکڑ چاروں کی پیداوار کم سے کم ۸۷ اور زیادہ سے زیادہ ۱۷۷ پونڈ رہتی ہے۔ اوسط پیداوار فی ایکڑ بھی ۸۷ پونڈ ہے۔ جب ہم ان اعداد کا مقابلہ دیگر مقامات کی

پیداوار سے کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اوسط سب سے کم ہے۔ ذیل کے اعداد ملاحظہ ہوں

نشان	نام مقام	اوسط پیداوار جاولی ایکڑ پونڈوں میں
۱	ریاست ٹٹے متحدہ امریکہ	۱۰۹۰
۲	اٹلی	۲۱۵۱
۳	مصر	۱۲۵۶
۴	جاپان	۲۴۷۷
۵	ہندوستان	۹۱۱
۶	روپائی	۸۷۰

واضح رہے کہ دھان اور جواری موضع ہذا کی اہم پیداواریں ہیں۔ سب سے زیادہ اہمیت دھان کو حاصل ہے۔ دھان کے بجار جواری کا درجہ ہے۔ ۱۹۳۷ء تک اہم اکتوبر ۳۸۔ ۱۹۳۷ء میں جواری کے مختلف فصلوں کے تحت کاشت کیا گیا وہ حسب ذیل ہے۔ ان اعداد سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مختلف فصلوں (یعنی خریف۔ آبی۔ ربیع۔ تابائی) میں کس قسم کی اجناس کاشت کی گئیں۔ کن اجناس کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

تفصیل فصل	نام جنس	یکر	رقبہ گنتہ
	تمباکو	۱۱	۹
خریف	آسمانی دھان	۸	۲۷
	مونگ	۲	۱۳
	اژد	۳	۱۵
	گھاس	۱۸	۲۱

۳۲	۳	کئی	خریف
۱	۷	کودرو	
۳	۱۱	تفرق	
۱۴	۴	آسمانی دھان	
۱	۸	گھاس	
۵	۱	تمباکو	آبی
۳۳	۴	مونگ پھلی	
۳۸	۵۰۲	دھان	
-	۷	مرچ	
۳۰	۲	ارنڈی	ربیع
۳۸	۳۰۳	جوار	
۱۰	۲۵	کپاس	
۷	۲۹۷	دھان	تابی
۲۶	۹	نیشکر	

ان اعداد سے ظاہر ہے کہ موضع زیر بحث میں چاروں فصلوں میں برابر کاشت ہوتی ہے۔ ان ہی اعداد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمباکو۔ آسمانی دھان۔ مونگ۔ ارڈو۔ کئی۔ کودرو۔ مونگ پھلی۔ ارنڈی۔ کپاس۔ مرچ۔ دھان اور جوار یہاں کی عام اجناس ہیں۔ دھان اور جوار کے علاوہ باقی تمام اجناس کا بقیہ کاشت محدود ہے۔ دھان اور جوار کی اس اہمیت کا لحاظ کرتے ہوئے ضرورت اس امر کی ہے کہ دیگر اجناس کے مقابل سب زیادہ توجہ انہی کی طرف کی جانی چاہیئے۔

۳۔ فروخت پیداوار | یہاں تک تو ہم نے طریقہ لمبے کاشت اور زرعی پیداوار کی تشریح کی لیکن اب ہم اپنی توجہ فروخت پیداوار کی طرف مبذول کرینگے۔

مزارعین کی آمدنی میں تخفیف ایک طرف تو ادنی پیداوار (جو گونا گوں حالات کا نتیجہ ہوتی ہے) کی وجہ سے ہوتی ہے اور دوسری طرف ~~مناقص~~ طریقہ ہائے فروخت کی بہ دولت بھی قابل لحاظ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں موضع زیر بحث کی سب سے اہم پیداوار دھان ہے ذیل میں ہم دھانوں کی فروخت کے مختلف طریقوں کی تشریح کرتے ہوئے یہ معلوم کریں گے کہ کسانوں کے لئے کونسا طریقہ مفید ہے لیکن عام طور پر کس طریق کے تحت دھان فروخت کئے جاتے ہیں۔

دھان کی فروخت کا پہلا طریقہ — دھان کی فروخت کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ اس کو چاول کی شکل میں تبدیل کر کے نظام آباد کی مارکیٹ میں فروخت کیا جاتا ہے۔ بنظر سہولت ہم یہ فرض کر لیتے کہ ایک کھنڈی (۲۰ من) دھانوں کی فروخت عمل میں آ رہی ہے۔ موجودہ حالات کے تحت ایک کھنڈی دھان کو چاول کی شکل میں تبدیل کرنے اور نظام آباد کی مارکیٹ میں فروخت کرنے کیلئے حسب ذیل اخراجات لاحق ہوتے ہیں۔

(الف) صرف حمل و نقل از دیہات تا کرنی	روپیہ	آئے	پائی
۱۔ کرایہ حمل و نقل	۳	۰	۰
۲۔ چٹھی راہ داری بحساب فی بنڈی ایک آنہ	۰	۲	۰
جملہ	۳	۲	۰

(ب) صرف جو کرنی میں دھانوں کو چاول کی شکل میں تبدیل کرنی کی وجہ لاحق ہوتا ہے۔	روپیہ	آئے	پائی
۱۔ دھانوں کو چاول کی شکل میں تبدیل کرنے کی اجرت	۴	۱۱	۰
۲۔ اجرت مالی	۰	۳	۶
۳۔ دھرم داؤ	۰	۱	۶
۴۔ بالاجی	۰	۱	۶
جملہ	۵	۲	۶

پانی	آٹے	روپیہ	(ج) صرف جو چاولوں کو گرنی میں فروخت کرنے کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے۔
۶	۴	۱	۱۔ کرایہ بند ہی از گرنی تاکس۔
۰	۱	۰	۲۔ لوکل فنڈ
۶	۵	۱	۳۔ اڑتی بحساب فیصد ایک روپیہ آٹھ آنے
۹	۰	۰	۴۔ دھرم داؤ
۹	۰	۰	۵۔ بالاجی
۰	۶	۰	۶۔ اجرت باردار (قولنے والا)
۶	۱	۰	۷۔ صرف سستی
۶	۱	۰	۸۔ اجرت حمالی
۶	۵	۲	جملہ.....

اس طرح ایک کھنڈی کو چاولوں کی شکل میں تبدیل کر کے فروخت کرنے کے جملہ اخراجات ۱۰ روپیہ ۱۰ آنے ہوتے ہیں۔ ایک کھنڈی دھان میں سو سات پتے چاول نکلتے ہیں۔ بازاری نرخ کا لحاظ کرتے ہوئے ان کی قیمت ۸۶ روپیہ ہوتی ہے۔ ۸۶ روپیہ میں سے جملہ اخراجات فروخت منہا کرنے کے بعد کسان کو ۷ روپیہ ۶ آنے ملتے ہیں۔

دھان کی فروخت کا دوسرا طریقہ — دھان کی فروخت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مختلف مقامات کے تاجر دیہات آتے ہیں اور مقامی طور پر دھان خریدتے ہیں۔ دھان کی خریدی عام طور پر ۷۰ یا زیادہ سے زیادہ ۷۲ روپیہ کھنڈی کے حساب سے ہوا کرتی ہے۔ تاجر کشمیر، ہندوستان دھان خرید کر گرنی میں محفوظ کرواتے ہیں۔ جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ چاولوں کا نرخ بڑھ گیا ہے تو فوراً دھان کو چاولوں کی شکل میں تبدیل کر کے فروخت کر دیتے ہیں۔ اس ترکیب کی وجہ سے انہیں فی کھنڈی ۷ روپیہ ۶ آنے سے بھی زیادہ قیمت ملتی ہے۔ جسکی اہم وجہ تاجروں کی معاملہ فہمی ہے۔

دھانوں کی فروخت کا تیسرا طریقہ — دھانوں کی فروخت کا تیسرا طریقہ لاولی کا ہے۔

کسان ابتداءے کاشت کے وقت ساہوکار سے قرض حاصل کرتا ہے۔ اور اس سے وعدہ کرتا ہے کہ کٹائی فصل کے بعد اصل سود کی ادائیگی بشکل زر کرنے کی بجائے ایک مقررہ نرخ سے (بہاداری نرخ سے کم ہوتا ہے) اس قدر غلہ فروخت کرے گا کہ حساب بے باقی ہو جائے۔ بعض ساہوکار ۵۰ فیصد تخفیف کے ساتھ خریدتے ہیں مثلاً یہ کہ اگر ایک ساہوکار ابتداءے فصل پر کسان کو ۳۵ روپیہ قرض دے تو وہ اس سے وعدہ لیتا ہے کہ اختتام فصل پر ایک کھنڈی دھان دے۔ اس وقت ایک کھنڈی دھان کا بازاری نرخ ۷۰ روپیہ ہوتا گو یا آسامی کو ساہوکار کے ہاتھ مال فروخت کرنے کی وجہ سے ۳۵ روپیہ کا نقصان ہو رہا ہے۔ (ساہوکار نہ صرف کم قیمت پر مال خریدتے ہیں بلکہ نپائی کے وقت سرکاری ناپ کے مقابل نسبتاً بڑا ناپ استعمال کرتے ہیں۔ مزید برآں انکے ناپنے کا طریقہ کچھ اس طور کا ہوتا ہے کہ اسکی بدولت زیادہ دھان نپ جاتی ہیں اگر ان امور کا پورا پورا لحاظ کیا جائے تو کسان کا نقصان ۳۵ روپیوں سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔

لیکن اس نقصان کو نقصان عام کہنا چاہیئے۔ اسلئے کہ ۳۵ روپیوں کا سود بھی اسی میں شامل ہے ۳۵ روپیوں پر اگر ایک فیصد ماہانہ کے حساب سے سود لگایا جائے تو اسکی مقدار (۶ ماہ کیلئے) ۲۱ روپیہ ایک آنہ ۶ پائی ہوتی ہے۔ ۳۵ روپیوں میں سے یہ مقدار منہا کرنے کے بعد ۳۲ روپیہ بہ آنے چھ پائی بچ رہتے ہیں۔ اور یہی نقصان خالص ہے۔ چونکہ دیہاتی تھوڑی تھوڑی رقوم مثلاً ۲-۴-۶-۸ اور ۱۰ قرض لیتے ہیں لہذا انہیں نقصان کا حقیقی احساس نہیں ہوتا۔ مزید برآں وہ اپنی لاعلمی کی بدولت اس کا حساب بھی نہیں لگا سکتے۔

واضح ہے کہ قرض لیکر ۵۰ فیصد تخفیف کے ساتھ مال فروخت کرنے کا وعدہ صرف دیہی کسان کرتے ہیں جو بہت ہی مجبور ہوتے ہیں۔ ساہوکار ان کی مجبوری سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

بعض ساہوکار ایسے بھی ہیں جو ۸۵ و ۲۰ فیصد کی تخفیف کے ساتھ مال خریدتے ہیں مثلاً یہ کہ اگر وہ ابتداءے فصل پر کسان کو ۳۰ روپیہ قرض دیں تو اس سے وعدہ لیتے ہیں کہ اختتام فصل پر ایک کھنڈی دھان دیئے جائیں۔ اس صورت میں کسان کا نقصان عام ۳۵ کی بجائے ۳۰ ہو جاتا ہے۔ اگر ۴۰ روپیوں پر ایک فیصد ماہانہ کے حساب سے ۶ ماہ کا سود لگایا جائے تو اسکی مقدار ۲ روپے ۶ آنے ۵ پائی ہوتی ہے۔

نقصان تمام میں سے یہ مقدار منہا کرنے کے بعد نقصان خالص کی مقدار ۲۷ روپیہ ۱۱ آنے پائی رہتی ہے۔
 دھان کی خریدی کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ ساہوکار ابتداً نقصان پر اگر ۱۲۰ روپیہ قرض دے
 وہ آسامی سے وعدہ لیتا ہے کہ ۶۰ روپیوں پر دیر ۵ فیصد ماہانہ کے حساب سے رتھی سود ادا کرے۔ باقی
 ۶۰ روپیوں کے دھان ۱۰ فیصد تخفیف کے ساتھ فروخت کرے یعنی یہ کہ اگر بازار میں ایک کھنڈی دھان کا
 نرخ ۷۰ روپیہ ہو تو ۶۰ روپیہ میں فروخت کرے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس طریق کی وجہ سے کسان کو کس قدر
 نقصان ہوتا ہے۔ ساہوکار کو چاہیے تھا کہ وہ قرض دے کر رتھی سود وصول کرتا۔ اگر وہ ۱۲۰ روپیوں پر
 ایک فیصد ماہانہ کے حساب سے خالص رتھی سود وصول کرے تو چھ ماہ کا جملہ سود ۷ روپیہ ۳ آنے پائی
 ہوتا ہے۔ لیکن ساہوکار کسان سے اصل کے علاوہ ۵ روپیہ ۶ آنے پائی (۶۰ روپیوں پر فیصد دیر ۵ روپیہ
 ماہانہ کے حساب سے ۶ ماہ کا سود) جمع ۱۰ روپے (منافع بابت خریدی دھان) وصول کرتا ہے۔ گویا
 ساہوکار اصل کے علاوہ بحیثیت مجموعی ۱۵ روپیہ ۶ آنے پائی وصول کرتا ہے اگر اس میں سے ۱۲۰ روپیہ پر
 ۶ ماہ کیلئے فیصد ایک روپیہ ماہانہ کے حساب سے سو منہا کر دیا جائے تو جو باقی بچ رہے گا وہ کسان کا
 نقصان خالص ہوگا۔ جو کہ اسکو اپنی مجبوری کی وجہ سے برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس عمل کے بعد ۴ روپیہ
 ۹ آنے پائی بچ رہتے ہیں۔ گویا یہی نقصان خالص ہے۔ اگر زائد ناپ کا بھی پورا پورا لحاظ کیا جائے تو
 نقصان کی مقدار میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

واضح رہے کہ فروخت پیداوار کے اول الذکر طریق (یعنی ۵ فیصد تخفیف کے ساتھ فروخت کرنے کے
 تحت کسانوں کو ۷۴ فیصد حقیقی نقصان ہوتا ہے۔ دوسرے طریق کے تحت حقیقی نقصان کی مقدار ۶۳۹
 فیصد رہتی ہے۔ تیسرے طریق میں یہ نقصان تقریباً ۶۷ فیصد رہتا ہے۔ اول الذکر دو طریقوں کے تحت
 نسبتاً بہت کم مال فروخت کیا جاتا ہے البتہ تیسرے طریق کے تحت سب سے زیادہ دھان فروخت ہوتی ہیں
 اندازاً دیہات کے جملہ فروخت شدنی دھانوں کا ۵ فیصد حصہ اسی طریق کے تحت فروخت ہوتا ہے۔

جب ہم بحیثیت مجموعی دیہات کے جملہ طریقہ ہائے فروخت پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ
 کسانوں کے لئے سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ وہ دھانوں کو چادروں کی شکل میں تبدیل کر کے فروخت کریں۔

لیکن گونا گوں مجبوریوں کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ (صرف چند کسان جو غیر مقرض ہیں اور جنکے ہاں ذاتی بنڈیاں ہیں اپنی اجناس کو نظام آباد کی مارکٹ میں فروخت کرتے ہیں) سب سے اہم وقت جو انہیں اس کام سے روکتی ہے وہ ساہوکاروں کا قرض ہے۔ چونکہ کسان ساہوکاروں کے مقرض ہوتے ہیں لہذا وہ اس بات پر مجبور ہوتے ہیں کہ اپنا غلہ ساہوکاروں ہی کے ہاتھ فروخت کریں۔ ورنہ وہ انہیں قرض دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔ کسان اگر اپنی پیداوار کو معاشی اصول پر فروخت کریں تو ان کی آمدنیوں میں قابل لحاظ اضافہ ہو سکتا ہے۔

صرف دھان کی فروخت کے حالات خصوصیت کے ساتھ اسلئے بیان کئے گئے ہیں کہ وہاں نہ صرف موضع زیر بحث کی سب سے اہم پیداوار ہے بلکہ یہ ایک تجارتی جنس بھی ہے۔ جہاں تک کہ دیگر پیداوار کا تعلق ہے (موضع ہذا کے لئے) انکی فروخت کا مسئلہ اسقدر اہم نہیں لہذا انہیں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ آٹھویں اور نویں فصل میں ہم مقرضیت کے حالات کی تشریح کریں گے۔ جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ اعلیٰ شرح سود کی وجہ سے بھی کسانوں کو قابل لحاظ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

آٹھویں فصل زرعی مقرضیت

اس فصل میں ہم حسب ذیل عنوانات پر بحث کریں گے۔

- ۱۔ قرض کی تقسیم
- ۲۔ مجموعی قرض اور اسکا بار
- ۳۔ قرض کی ماہیت
- ۴۔ قرض کی خصوصیات

قرض کی تقسیم | (الف) تقسیم قرض بلحاظ مذہب — موضع زیر بحث کا جملہ قرض ۱۵۰۰۰ روپے ہے۔ اس کی تقسیم و طرح پر کچا سکتی ہے۔ ایک بلحاظ مذہب۔ دوسرے بلحاظ پیشہ۔ اولاً ہم قرض کی تقسیم مذہبی لحاظ سے معلوم کریں گے۔ ذیل کے اعداد میں ہم نے بتلایا ہے کہ مختلف مذاہب میں کتنے فیصد خاندان مقرض ہیں اور کتنے فیصد غیر مقرض۔ ہر مذہب والوں کا جملہ قرض کس قدر ہے مجموعی قرض کا لحاظ کرتے ہوئے ہر ایک قرض کا فیصد کیا ہے۔ ہر مقرض اور غیر مقرض خاندان کا اوسط قرض کس قدر ہے نیز اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ فی کس قرض کا بار کس قدر ہے۔

تفصیل مذہب	خاندان		جملہ قرض	فیصد قرض بلحاظ مجموعی قرض	اوسط قرض		فی کس
	فیصد مقرض	فیصد غیر مقرض			فی مقرض خاندان	خاندان	
ہندو	۸۲	۱۶	۳۰۶۱۹	۷۳	۲۱۱	۱۷۸	۳۶
سیخ ذات	۹۲	۸	۹۰۹۴	۲۳	۱۵۲	۱۳۰	۲۲
مسلمان	۸۶	۱۴	۱۱۱۲	۳	۱۸۵	۱۵۹	۳۱
عیسائی	۰	۱۰۰	۰	۰	۰	۰	۰

۱۔ ہمیں یہ طور پر غیر زرعی قرض کی بھی تشریح کی گئی ہے۔ ۲۔ ۱۲۴۴ (م اکتوبر ۲۸-۶۳) کی قرضہ کاری کے مطابق جو بذات خود لکھی ہے۔

مندرجہ صدر اعداد سے واضح ہے کہ قرض کا سب سے زیادہ بار (کیا بلحاظ خاندان اور کیا بلحاظ فرداً) ہندو خاندانوں پر ہے۔ اسکی ایک وجہ ہندو خاندانوں کی ساکھ اور پیمانہ کاروبار ہے۔ عمدہ ساکھ کی وجہ سے اگر ایک طرف قرض باسانی حاصل کیا جاسکتا ہے تو دوسری طرف زائد مقدار میں بھی قرض لیا جاسکتا ہے۔

نیچ ذات (چھوت) خاندانوں پر اس میں شک نہیں کہ ہندو خاندانوں کے مقابل قرض کا بار کم ہے لیکن ان کی پست معاشی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مقدار بھی زیادہ ہے۔ خصوصاً اس شرح سود کا لحاظ کرتے ہوئے جس پر کہ نیچ ذات افراد قرض حاصل کرتے ہیں۔

مسلمان خاندانوں میں اوسط قرضہ فی کس سب سے کم ہے لیکن بلحاظ خاندان قرض کا اوسط بڑھ جاتا ہے۔ نیچ ذات خاندانوں میں فی مقروض خاندان قرض کا اوسط ۱۵۲ روپیہ ہے لیکن مسلمان خاندانوں میں یہ اوسط ۱۸۵ روپیہ ہے۔ اس فرق کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مسلمان خاندان نیچ ذات خاندانوں کے مقابل صرف ہیں بلکہ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ نیچ ذات خاندانوں کے مقابل مسلمانوں کا معاشی درجہ اور پیمانہ کاروبار بڑھا ہوا ہے یہی رشتہ مسلمان اور ہندو خاندانوں کے مابین ہے۔ ہندو خاندانوں کا معاشی درجہ اور پیمانہ کاروبار چونکہ مسلمانوں کے مقابل بڑھا ہوا ہے لہذا ان کا قرض بھی نسبتاً زیادہ ہے۔

مندرجہ صدر اعداد سے ظاہر ہے کہ عیسائیوں میں صد فی صد خاندان غیر مقروض ہے۔ لیکن یہ امر واضح رہنا چاہیے کہ صرف ایک عیسائی خاندان تبلیغ مذہب کی خاطر مقیم ہے۔ چونکہ اس خاندان کی ماہانہ معینہ آمدنی ہے اور چونکہ اسکے افراد تعلیم یافتہ ہیں لہذا خرچ کو آمدنی کے حدود سے بڑھنے نہیں دیا جاتا۔ جب کہ خرچ آمدنی سے کم یا اس کے مساوی ہے تو قرض کا سوال ہی کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔

(ب) تقسیم قرض بلحاظ پیشہ — تقسیم قرض بلحاظ مذہب بتانے کے بعد اب یہ دریافت کرنا ہے کہ پیشوں کے لحاظ سے اس کی نوعیت ہے۔ آبادی کے بیان میں پیشوں کی ایک عام تقسیم دو طرح پر کی گئی تھی (۱) زراعتی (۲) غیر زراعتی۔ اسی قسم کا لحاظ کرتے ہوئے قرض کا تجزیہ کیا جائیگا۔

۱۔ غیر زرعی قرض — ۲۵۸۲۵ روپیوں میں سے غیر زرعی قرض ۱۷۲۲ روپیہ ہے۔
بالفاظ دیگر مجموعی قرض کا لحاظ کرتے ہوئے غیر زرعی قرض ۳۴ فیصد ہے۔ ذیل کی جدول میں مختلف
نقاطہ نظر سے اس قرض کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

تفصیل غیر زراعت پیشہ	خاندان		جلد قرض	اوسط قرضہ		
	فیصد مقرض	فیصد غیر مقرض		فی مقرض خاندان	فی غیر مقرض خاندان	فی کس
خالص دستکار	۲۰	۸۰	۸۷۲	۲۳۶	۸۷	۱۹
خالص ملازم سرکار	۱۰۰	۰	۱۵۰	۷۵	۷۵	۲۵
خالص تجارت	۵۰	۵۰	۶۰۰	۶۰	۳۰	۱۵۰
گدا پیشہ	۳۰	۷۰	۱۰۰	۲۳	۰۲۵	۱۰

واضح رہے کہ غیر زراعت پیشہ افراد میں دستکار۔ ملازمت پیشہ۔ تجارت پیشہ اور گدا پیشہ افراد
شامل کیا گیا ہے۔ اس تقسیم کا لحاظ کرتے ہوئے قرض کا سب سے زیادہ با تجارت پیشہ خاندانوں پر ہے۔ لیکن
اس بار کو بار نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ان کا تقریباً تمام حصہ پیداوار ہے۔ خالص ملازمت پیشہ صرف دو
خاندان ہیں اور یہ دونوں خاندان مقرض ہیں اسی لئے انہیں صد فیصد مقرض بتلایا گیا ہے۔ خالص
دستکار خاندانوں میں اس میں شک نہیں کہ ۸۰ فیصد غیر مقرض ہیں لیکن مقرض خاندان بری طرح قرض میں
بتلا ہیں۔ پیشہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ذاتی بد رویگی کی وجہ سے۔ گدا پیشہ خاندان بھی اپنی بضاعت کے موافق
مقرض نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ان خاندانوں میں اوسط قرضہ فی کس صرف دس روپیہ ہے۔

اگر ہم غیر زراعت پیشہ خاندانوں کے قرض کا مطالعہ مجموعی نقطہ نظر سے کریں تو ۴۴ فیصد خاندان
مقرض اور ۵۶ فیصد غیر مقرض ملینگے۔ اوسط قرضہ فی خاندان ۹۶ روپیہ ہے۔ فی مقرض خاندان
۱۷۰ روپیہ اور فی غیر مقرض خاندان ۶۰ روپیہ ہے۔

۲۔ گدا پیشہ خاندانوں کو بہ نظر سہولت غیر زراعت پیشہ خاندانوں میں شامل کیا گیا ہے۔ مولانا انیس سال علیہ مکنا جائے۔

قرض کا اوسط ۱۲۵ روپیہ ہے۔ کسی قرض کا بار ۲۷ روپیہ ہے۔

(۲) زرعی قرض — غیر زرعی قرض کی تشریح کے بعد اب ہم زرعی قرض کا حال معلوم کریں گے۔

مجموعی قرض یعنی ۲۰۸۲۵ روپیوں میں ۳۹۱۰۳ روپیہ زرعی قرض ہے۔ گویا مجموعی قرض کے تناسب سے زرعی قرض ۸۷ فیصد ہے۔ ذیل کی جدول میں بتلایا گیا ہے کہ یہ قرض مختلف خاندانوں میں کیونکر منقسم ہے۔

تفصیل زراعت پیشہ	خاندان		جملہ قرض	اوسط قرض	
	فیصد مقرض	فیصد غیر مقرض		فی مقرض	فی خاندان
خالص زراعت پیشہ	۹۳	۱۷	۱۷۶۶۰	۲۵۷	۲۰۶
اصل پیشہ زراعت ذیلی طور پر دیگر	۹۲	۸	۱۳۶۱۱	۲۰۶	۱۸۹
اصلی طور پر دیگر پیشہ ذیلی طور پر زراعت	۸۹	۱۱	۸۲۰۰	۱۸۶	۱۶۵
خالص زرعی مزدور	۸۶	۱۴	۲۶۳۲	۸۵	۷۳

مندرجہ بالا اعداد سے واضح ہے کہ طبقہ اول (خالص زراعت پیشہ کے خاندانوں میں غیر مقرض خاندانوں کا فیصد اس میں شک نہیں کہ دیگر طبقوں کے مقابل بڑھا ہوا ہے لیکن قرض کا بار (کیا بلحاظ خاندان اور کیا بلحاظ فی کس) سب سے زیادہ اس طبقے پر ہے۔

دوسرے طبقے (وہ خاندان جن کا اصل پیشہ تو زراعت ہے لیکن جو ذیلی طور پر دیگر کاروبار بھی کرتے ہیں) میں غیر مقرض خاندانوں کا فی صد طبقہ اول کے مقابل بہت کم ہے لیکن جہاں تک کہ بار قرض کا تعلق ہے یہ طبقہ اس قدر زیادہ مقرض نہیں۔

تیسرے طبقے (وہ خاندان جن کا اصل پیشہ تو کچھ اور ہے لیکن جو ذیلی طور پر زراعت کرتے ہیں) میں مقرض خاندانوں کا فی صد طبقہ دوم کے مقابل زیادہ اور طبقہ اول کے مقابل کم ہے۔ بار قرض

لحاظ سے بھی یہ طبقہ نسبتاً کم مقروض ہے۔ البتہ اوسط قرض فی کس طبقہ دوم کے مساوی ہے۔ چوتھے طبقے (خالص زرعی مزدور) پر قرض کا بار (ہر لحاظ سے) سب سے کم ہے۔ لیکن اس کی کا یہ مطلب نہیں کہ یہ طبقہ دیگر طبقوں کے مقابل خوش حال ہے۔ قرض کی کمی بہت معاشی وجہ اور ادنیٰ سا کھ کا نتیجہ ہے نہ کہ خوش حال زندگی کا باعث۔

جب ہم مجموعی لحاظ سے زرعی مقروضیت پر غور کرتے ہیں تو ہمیں ۲۲۸ زراعت پیشہ خاندانوں میں سے ۲۰۱ یا ۸۸ فی صد خاندان مقروض اور ۲۷ یا تقریباً ۱۲ فی صد غیر مقروض نظر آتے ہیں اوسط قرضہ فی خاندان تقریباً ۱۷۲ روپیہ ہے۔ فی مقروض خاندان قرض کا اوسط تقریباً ۱۹ روپیہ ہے فی کس قرض کا بار تقریباً ۳۶ روپیہ ہے۔

زرعی اور غیر زرعی قرض کی جدا جدا تشریح کے بعد ہر دو کا مقابلہ خالی از ہمتی نہ ہوگا۔ چنانچہ ذیل میں تقابلی اعداد پیش کئے جاتے ہیں۔

تفصیل پیشہ	خاندان		مجموعی قرض	فیصد قرض		اوسط قرضہ	
	فیصد قرض	فیصد غیر مقروض		مجموعی قرض	فیصد قرض	فیصد غیر مقروض	فی کس
غیر زراعت پیشہ	۲۴	۵۶	۱۷۲۲	۳۱۲	۲۱۵	۹۶	۲۷
زراعت پیشہ	۸۸	۱۲	۳۹۱۰۳	۹۵۱۸	۱۷۲	۱۷۲	۳۶

مندرجہ ذیل اعداد سے ظاہر ہے کہ غیر زراعت پیشہ خاندانوں میں صرف ۲۲ فیصد قرض اور ۵۶ فی صد غیر مقروض ہیں۔ زراعت پیشہ خاندانوں میں نوعیت بالکل برعکس ہے۔ کیونکہ صرف ۱۲ فیصد قرض سے بری اور ۸۸ فیصد مقروض ہیں۔

غیر زراعت پیشہ خاندانوں میں فی مقروض خاندان قرض کا اوسط تقریباً ۳۱ فیصد بڑھا ہوا ہے اس زیادتی کی وجہ یہ کہ غیر زراعت پیشہ خاندانوں میں بعض نا عاقبت اندیش خاندان بہت بری طرح

مقروض ہیں۔ ان استثنائی خاندانوں کی وجہ سے قرض کا اوسط بہت بڑھ گیا ہے۔
جب ہم جملہ خاندانوں (مقروض و غیر مقروض) کا لحاظ کرتے ہوئے بار قرض پر غور کرتے ہیں تو غیر زراعت پیشہ خاندانوں کے مقابل زراعت پیشہ خاندانوں پر ۱۰۳ فیصد زائد بار نظر آتا ہے۔
غیر زراعت پیشہ خاندانوں کے مقابل زراعت پیشہ خاندانوں میں فی کس قرض کا بار بھی ۳۳ فیصد زیادہ ہے۔
جسکی ایک اہم وجہ پیشہ زراعت کی ادنی قوت پیدا آوری ہے۔

۲۔ مجموعی قرض اور اس کا بار یہاں تک تو ہم نے زرعی اور غیر زرعی قرض کے جدا جدا حالات بتلاتے ہوئے آخر میں ہر دو قرضوں کا تقابلی مطالعہ کیا لیکن اب ہم یہ دریافت کریں گے کہ بلا تفریق مذکور یا پیشہ آبادی پر قرض کا کس قدر بار ہے۔

یہاں فصل میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ موضع زیر بحث میں جملہ ۲۲۶ خاندان ہیں۔ ان خاندانوں میں ۲۱۱ خاندان مقروض اور صرف ۱۵ غیر مقروض ہیں بالفاظ دیگر مجموعی خاندانوں کا لحاظ کرتے ہوئے ۸۵ فیصد مقروض اور ۱۵ فیصد غیر مقروض ہیں۔ اوسط قرض فی خاندان ۱۷۹ روپیہ ہے۔ فی مقروض خاندان قرض کا اوسط ۱۹۳ روپیہ ہے۔ فی کس قرض ۳۵ روپیہ ہے۔ مندرجہ ذیل اعداد کے ذریعہ بتلایا گیا ہے کہ موضع بڑا اور دیگر مقامات ہند میں غیر مقروض خاندانوں کا فی صد کیا ہے۔

نشان	نام مقام	فیصد غیر مقروض خاندان
۱	پنجاب	۱۳
۲	صوبہ جات متحدہ	۴۶
۳	بہار و اڑیسہ	۵۰ تا ۳۵
۴	صوبہ جات متوسط	۴۶
۵	برما	۱۴
۶	آسام	۱۵
۷	گجرات	۲۲

۱۳	سندہ	۸
۲۱۵۵	تعلقہ بورسید (واقع گجرات)	۹
۲۶۵۵	موضع ایکام (واقع گجرات)	۱۰
۳۲۵۶	موضع پنڈ (واقع حیدر آباد دکن)	۱۱
۳۳۵۲	موضع من گنڈ (واقع حیدر آباد دکن)	۱۲
۱۳۵۵	موضع پھل ماٹری (واقع حیدر آباد دکن)	۱۳
۱۵	موضع دوپلی (موضع زیر بحث)	۱۴

مندرجہ بالا اعداد کے دیکھنے سے واضح ہے کہ زیر بحث موضع میں بھی برما، آسام اور پنجاب وغیرہ کی طرح غیر مقروض خاندانوں کا اوسط نسبتاً بہت کم ہے۔ ذیل میں فی کس اوسط قرض کے تقابلی اعداد دیے گئے ہیں۔

نام مقام	اوسط قرضہ فی کس		نام مقام	اوسط قرضہ فی کس	
	حالی	کلدار		حالی	کلدار
پنجاب	۶۶،۱۲	۵۷	مارواڑ	۵۱،۵۰	۴۴
صوبجات متحدہ	۲۹	۲۵	تعلقہ بورسید	۱۲۵،۲۸	۱۰۸
بھار واڑلیہ	۴۶،۵۶	۴۱	موضع ایکام	۲۹،۸۸	۳۳
صوبجات متوسط	۲۶،۶۸	۲۳	موضع پنڈ	۲۳	۱۹،۸۲
برما	۴۲،۹۲	۳۷	موضع من گنڈ	۲۲	۳۶،۲
آسام	۲۷،۸۳	۲۴	موضع پھل ماٹری	۵۱	۳۳،۹۶
شمال مشرقی سرحدی صوبہ	۵۱،۵۰	۴۴	موضع دوپلی	۳۵	۳۰،۵۱

۱۔ یہ اعداد سرسٹریٹ ڈیٹیل کی کتاب ہندوستانی زرعی قرض کے صفحہ ۲۳۴ سے لئے گئے ہیں۔ ۲۔ لائف اور لیبر ایسی کمٹیار صفحہ (۲۳۸) دیئے ہوئے اعداد کی مدد سے فیصد نکالا ہے۔ ۳۔ ”موضع پنڈ“ کی معاشی تحقیق ”از محمد نام علی صاحب صفحہ ۲۵ سے۔ ”موضع من گنڈ کی معاشی تحقیق“ از شیخ علی محمد عثمانیہ جلد ۱ صفحہ ۵۸ سے۔ موضع پھل ماٹری کی معاشی تحقیق از احمد خاں (مضمون غیر مطبوعہ) فی ڈپٹ۔ ۱۱۶ حالی مسادی ہے۔ ۱۰۰ کلدار رپوں کے۔

مندرجہ بالا اعداد سے واضح ہے کہ صوبہ جات متحدہ صوبہ جات متوسط اور آسام کی طرح موضع دوپٹی میں قرض کا اوسط کم ہے۔ مسٹر بھروچہ زائد متحدہ مال نے ۱۳۳۵ء (م اکتوبر ۳۶-۱۹۲۵ء) میں حیدر آباد کے ۳۱۲ مواضع میں زرعی قرضہ جات کی تحقیق کی (واضح ہے کہ صاحب موصوف کی تحقیق صرف زمیندار جماعتوں تک محدود تھی)۔ اور اپنی رپورٹ ۱۳۳۶ء (م اکتوبر ۳۶-۱۹۳۶ء) میں نتائج کی۔ اس رپورٹ میں فی کس قرض کا بار ۳۰ روپیہ عالی بتلایا گیا ہے جو کہ ۸۶ و ۲۵ روپیہ کلدار کے مساوی ہے۔ موضع نیرجوت میں فی کس قرض کا بار مسٹر بھروچہ کے اعداد سے ۶۶ و ۱۶ فیصد بڑھا ہوا ہے۔ لیکن اسکے باوجود یہ کہا جاسکتا ہے کہ موضع ہذا میں قرض کا بار کچھ زیادہ نہیں۔

۳۔ قرض کی ماہیت | قرض کی تقسیم اور بار قرض کی تشریح کے بعد اب ہم اپنی توجہ ایک دوسرے دلچسپ عنوان یعنی ماہیت قرض کی طرف مبذول کرتے ہیں۔ اس عنوان کے تحت ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مجموعی قرض میں سے (۱) سودی قرض کس قدر ہے اور غیر سودی کس قدر (۲) اسی طرح کفالتی قرضہ کتنا ہے اور غیر کفالتی کتنا (۳) غنسی قرضہ کس قدر ہے اور غیر غنسی کس قدر (۴) ذاتی، آبائی اور غلو قرضوں کی کیا مقدار۔
ذیل میں ان امور کی سلسلہ وار تشریح کی جاتی ہے۔

(۱) سودی اور غیر سودی قرض — واضح رہے کہ غیر سودی قرض سے ہماری مراد قرض حسنہ ہے۔ اس قسم کے قرض کی مقدار بہت ہی قلیل ہے۔ ۲۵۰۸۲ روپیوں میں سے غیر سودی قرض کی مقدار صرف ۲۵ ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ مجموعی قرض کا لحاظ کرتے ہوئے غیر سودی قرض ۱۳ فی صد ہے۔ باقی ۲۰۳۰ روپیے یا ۹۸ فی صد قرض سودی ہے۔

غیر سودی قرض عموماً عزیز و اقارب ایک دوسرے سے حاصل کرتے ہیں۔ ان قرضوں کی مقدار بالعموم ۵-۱۰-۱۵-۲۰ روپیوں سے زائد نہیں ہوتی۔ بعض مرتبہ ساہوکار بھی خبر آسایوں کو (بعض ان کے دوستانہ تعلقات ہیں) ایک قلیل عرصہ کیلئے غیر سودی قرض دیتے ہیں۔

(۲) کفالتی اور غیر کفالتی قرض — جس طرح غیر سودی قرض کی مقدار بہت محدود ہے اس طرح کفالتی قرض بھی بہت ہی قلیل ہے۔ ۲۵۰۸۲ روپیوں میں سے ۳۹۲۳۵ روپیہ غیر کفالتی قرضہ

اور ۱۵۹ روپیہ کفالتی قرض ہے۔

۱۵۹ روپیوں میں سے ۱۳۵۲ روپیے جائیداد وغیرہ منقولہ مثلاً زمین اور مکانات کی کفالت پر حاصل کئے گئے ہیں۔ باقی ۲۳۸ روپیہ قرض اشیاء منقولہ (مثلاً سونے چاندی کی چیزیں) کی کفالت پر لیا گیا ہے۔
دفعہ ۹۸ کے مجموعی قرض کا لحاظ کرتے ہوئے کفالتی قرضہ ۱۵۹ فیصد ہے اور غیر کفالتی قرض ۹۸ فیصد ہے۔ کسانوں کیلئے یہ چیز بہت ہی باعث سہولت ہے کہ انہیں غیر کفالتی قرضہ آسانی ملتا ہے شہروں میں ہم دیکھتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی رقومات بھی عموماً بغیر کفالت کے قرض نہیں دیتے بلکہ خاص طور پر انہیں تو بغیر کفالت قرض ہی نہیں دیتے۔ اگر دیہاتوں میں بھی یہی کیفیت ہوتی تو زراعتی کاروبار کا چلنا محال تھا۔ دیہاتی چونکہ عموماً دیانت دار ہوتے ہیں لہذا انہیں غیر کفالتی قرضہ آسانی ملتا ہے۔ چنانچہ ایک ساہوکار نے ہم پر اس کا اظہار بھی کیا ہے کہ اوسکو دیہاتوں کی جائیداد سے کہیں زیادہ انکی زبان کا لحاظ ہوتا ہے۔ ساہوکار چونکہ ہر دیہاتی سے شخصی طور پر بخوبی واقف ہوتے ہیں اس لئے غیر کفالتی قرض کے دینے میں پس پیش نہیں کیا جاتا۔ ساہوکاروں کو اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ اونکا قرضہ ڈوبے گا نہیں۔ آج نہیں تو کل۔ باپ سے نہیں تو بیٹے سے ضرور وصول ہو جائیگا۔

(۳) جنسی و رقی قرض — رقی قرض سے ہماری مراد وہ قرض ہے جو بشکل زردیا جائے جنسی قرض وہ ہے جو جنس کی شکل میں دیا جائے۔ موضع زیر بحث میں ہر دو قسم کے قرض مروج ہیں۔ جنسی قرض عام طور پر خوراک اور تخم ریزی کے لئے حاصل کئے جاتے ہیں مگر یہ بالعموم قلیل المقدار ہوتے ہیں۔ ۲۰۸۲۵ روپیوں میں سے رقی قرضہ ۲۰۱۷۳ روپیہ ہے۔ جنسی قرض کی مقدار (تقریباً ۹۸ فیصد) ۶۵۲ روپیے کے ہتھکڑے۔ مجموعی قرض کے تناسب سے جنسی قرضہ ۱۵۹ فیصد ہے اور غیر جنسی یعنی رقی قرض ۹۸ فیصد ہے۔

(۴) ذاتی آبائی اور مخلوط قرضے — ذاتی قرضوں میں ان قرضوں کو شامل کیا گیا ہے جسکو

۱۔ دوسرے ضمیمے میں صفحہ ۱۸۳ اسکے متعلق ایک بیان موجود ہے۔

۲۔ ایک کھنڈی ۲۰ من کی ہوتی ہے۔ اور ایک من ۱۶ پائلی کا۔ ایک پائلی ۴ سیر کے مساوی ہوتی ہے۔

کسی شخص موجود نے بذاتہ حاصل کیا ہو۔ آبائی قرضوں سے وہ قرضے مراد ہیں جو کسی شخص موجود کو دینے میں ملے ہوں۔ بعض افراد کے قرضے اس نوعیت کے ہیں کہ انہیں نہ تو کلیتاً آبائی قرض کہا جاسکتا ہے۔ اور نہ ذاتی۔ لہذا اس قسم کے قرضوں کو مخلوط قرضوں کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ذیل کے جدول میں ذاتی۔ آبائی اور مخلوط قرضوں کی تفصیل دی گئی ہے۔

نوعیت قرضہ جات	قرضہ جات		فی صد بلحاظ	
	تعداد	رقم	مجموعی تعداد	مجموعی رقم
ذاتی قرضے	۶۰۶	۳۰۹۱۸	۸۱	۷۶
آبائی قرضے	۱۲۰	۶۹۹۲	۱۶	۱۷
مخلوط قرضے	۲۲	۲۹۱۵	۳	۷
جملہ	۷۴۸	۴۰۸۲۵	۱۰۰	۱۰۰

مندرجہ بالا اعداد سے واضح ہے کہ جملہ قرضوں کی تعداد (جبکہ ہر آسامی نے مختلف ماہوں کا دس حاصل کیا ہے) ۷۴۸ ہے۔ ۷۴۸ قرضوں میں سے ۶۰۶ یا ۸۱ فی صد قرضے ذاتی ہیں۔ ۱۲۰ یا ۱۷ فیصد آبائی ۲۲ یا تقریباً ۳ فیصد مخلوط ہیں۔ اسی طرح رقم کا لحاظ کرتے ہوئے ۴۰۸۲۵ روپیوں میں سے ۳۰۹۱۸ یا ۷۶ فیصد روپیہ ذاتی قرض سے متعلق ہے۔ ۶۹۹۲ یا ۱۷ فیصد قرض آبائی ہے۔ ۲۹۱۵ یا ۷ فیصد مخلوط ہے۔ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ مخلوط قرض (۲۹۱۵) میں بھی ۱۶ فیصد قرضہ آبائی ہے تو اس مفروضہ کی بناء پر ۴۰۸۲۵ روپیوں میں سے ذاتی قرض کی مقدار ۳۱۳۸۴ رہتی ہے اور آبائی قرض ۹۴۴۱ روپیہ رہتا ہے۔ اس طرح مجموعی قرض کا لحاظ کرتے ہوئے ذاتی قرض کی مقدار ۷۶ فیصد اور آبائی قرض کی ۲۴ فیصد ہے بالفاظ دیگر ذاتی اور آبائی قرض کا باہمی تناسب تقریباً ۷۶ اور ۲۴ رہتا ہے۔ اس نتیجہ کو دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اگر مجموعی قرض ۹ روپیہ ہے تو اس میں ذاتی قرضہ ۷ روپیہ اور آبائی ۲ روپیہ ہے۔ مانا کہ ذاتی قرض کے مقابل آبائی قرض کی مقدار بہت کم ہے لیکن یہی قلیل مقدار کسان کی مصیبتوں میں اضافہ یا ترقی کو دیتی

واضح رہے کہ ۲۱۱ مقرض خاندانوں میں سے ۱۴۸ یا تقریباً ۷۰ فیصد خاندان ایسے ہیں جن کے مجموعی قرض میں آبائی قرض کا کچھ نہ کچھ جزو شامل ہے۔ صرف ۶۲ یا ۲۹ فیصد خاندان ایسے ہیں جن کے مجموعی قرض میں آبائی قرض کا کوئی جزو شریک نہیں۔ جب کہ ۷۱ فیصد خاندانوں کو قرض کا کچھ نہ کچھ جزو بطور درتے کے ملا ہے تو ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ موضع زیر بحث کے کسانوں کی اکثریت بھی مقرض پیدا ہوتی مقرض زندگی بسر کرتی اور مقرض قوت ہوتی ہے

۴۔ قرض کی خصوصیات | موضع ہذا میں قرضہ جات کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ عموماً ایک سے زائد ساہوکاروں سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ بہت کم قرضے ایسے ہیں جو صرف ایک ساہوکار سے حاصل کئے گئے ہیں۔ ذیل کے اعداد سے ہمارے اس بیان کی وضاحت ہوتی ہے۔

قرضے	تعداد	فیصد
وہ قرضے جو صرف ایک ساہوکار سے حاصل کئے گئے ہیں۔	۲۹	۲۳
وہ قرضے جو دو ساہوکاروں سے حاصل کئے گئے ہیں	۳۲	
۳	۵۱	
۴	۲۲	
۵	۱۷	
۶	۱۳	۷۷
۷	۸	
۸	۶	
۹	۶	
۱۰	۴	
۱۱	۳	

سابقہ صفحہ کے اعداد سے ظاہر ہے کہ جملہ ۲۱۱ قرضوں میں سے صرف ۲۳ یا ۲۴ فیصد قرضے ایک ساہوکار سے حاصل کئے گئے ہیں۔ باقی ۱۶۲ یا ۷۷ فیصد قرضے دو تا بارہ مختلف ساہوکاروں سے حاصل کئے گئے ہیں۔

واضح رہے کہ کسان کی مقروضیت کا آغاز ایک ساہوکار سے ہوتا ہے۔ ابتداً منہ مانگی رقم قرض ملتی رہتی ہے اور سود و اصل کا مطالبہ بھی شدت کے ساتھ کیا جاتا ہے لیکن کچھ مدت بعد جب کہ قرض کی مقدار بڑھ جاتی ہے تو ساہوکار کا طرز عمل بالکل بدل جاتا ہے۔ اور اب وہ جدید قرض دینے کی بجائے واپس وصول اصل و سود کا سختی سے مطالبہ کرتا ہے لہذا کسان دوسرے ساہوکار سے تھوڑی بہت رقم حاصل کر کے قدیم ساہوکار کے قرض کا ایک حصہ بے باقی کرتا ہے۔ لیکن اسی اثنا میں کسان کو بیل کی خریدی یا کسی دوسرے اہم کام کے لئے مزید قرض کی ضرورت لاحق ہوتی ہے نتیجہ یہ کہ وہ تیسرے ساہوکار کے ہاں جاتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے چنانچہ ہماری تحقیق کے مطابق ۳ خاندان گیارہ مختلف ساہوکاروں کے مقروض ہیں۔

قرضہ جات کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ زیادہ تر قلیل المقدار (مثلاً ۵-۱۰-۱۵-۲۰ اور ۲۵) ہوتے ہیں۔ چونکہ اکثر کسانوں کا مجموعی قرض متعدد اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے لہذا ۲۱۱ مقروض خاندانوں کے مجموعی قرضہ جات (۲۱۱) میں ۷۲۸ چھوٹے چھوٹے قرضے شامل ہیں جو کہ ۱۲ مختلف ساہوکاروں سے حاصل کئے گئے ہیں۔ ذیل کے اعداد میں بتلایا گیا ہے کہ کچھ خاص مقدار ان قرضوں کی کیا نوعیت ہے۔

نوعیت قرضہ جات	تعداد	فیصد
وہ قرضے جن کی مقدار ۱۰ روپیہ سے کم ہے۔	۱۴۹	
وہ قرضے جن کی مقدار ۱۰ اور ۱۵ روپیہ کے درمیان ہے	۲۵۱	۶.
۱۵ - ۲۵	۵۱	
۲۵ - ۵۰	۹۹	

۱۔ پچھلے صفحہ پر قرض سے مراد کسی شخص کا مجموعی قرض ہے۔ اس صفحہ پر قرض سے ہماری مراد کسی شخص کا مجموعی قرض ہے۔

۲۷	۱۰۳	۵۰	۱۰۰	روپیہ کے درمیان ہے۔
	۷۰	۲۰۰	۱۰۰	"
۱۳	۱۲	۳۰۰	۲۰۰	"
	۸	۴۰۰	۳۰۰	"
	۵	۵۰۰	۴۰۰	"
۱۰۰	۷۲۸	جملہ		

مندرجہ بالا اعداد سے واضح ہے کہ ۷۲۸ قرضوں میں سے ۶۰ فیصد قرضوں کی مقدار ۲۵ روپیہ تک ہے۔
 ۲۵ اور ۱۰۰ روپیوں کے درمیانی قرضے ۲۷ فیصد ہیں۔ صرف ۱۳ فیصد قرضے ۱۰۰ اور ۵۰۰ روپیہ کے درمیانی ہیں۔
 جب کبھی کسان کو بڑی رقم (مثلاً ۱۰۰ تا ۵۰۰) کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ اس رقم کو مختلف ماہی فروش
 مال کرتا ہے۔ ساہوکار بڑی رقمیں بہت کم قرض دیتے ہیں البتہ چھوٹی چھوٹی رقموں میں اصل و سود جمع کر کے
 بڑی رقموں کے مساوی کر دیتے ہیں۔

قرضہ جلتے کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ ایک مرتبہ مال کئے جائیں تو پھر ان کے لین دین کا سلسلہ				
مدتوں جلتا رہتا ہے۔ چنانچہ ۴۸ کے کھاتوں کا مدت وار تجزیہ حسب ذیل ہے۔				
فیصد	تعداد	دہ کھاتے جنہیں قایم ہو کر ابھی ایک سال مکمل نہیں ہوا۔		
۱۱	۸۰	دہ کھاتے جو ایک اور ۵ سال کے درمیان قائم کئے گئے ہیں۔		
۳۱	۲۳۰			
۲۵	۱۸۹	"	"	۵ " ۱۰ " ۱۵ " ۲۰ " ۲۵ " ۳۰ " ۳۵ " ۴۰ " ۴۵ " ۵۰ " ۵۵ " ۶۰ " ۶۵ " ۷۰ " ۷۵ " ۸۰ " ۸۵ " ۹۰ " ۹۵ " ۱۰۰ "
۱۵	۱۱۵	"	"	۱۵ " ۲۰ " ۲۵ " ۳۰ " ۳۵ " ۴۰ " ۴۵ " ۵۰ " ۵۵ " ۶۰ " ۶۵ " ۷۰ " ۷۵ " ۸۰ " ۸۵ " ۹۰ " ۹۵ " ۱۰۰ "
۱۱	۸۳	"	"	۲۰ " ۲۵ " ۳۰ " ۳۵ " ۴۰ " ۴۵ " ۵۰ " ۵۵ " ۶۰ " ۶۵ " ۷۰ " ۷۵ " ۸۰ " ۸۵ " ۹۰ " ۹۵ " ۱۰۰ "
۶	۴۱	"	"	۲۵ " ۳۰ " ۳۵ " ۴۰ " ۴۵ " ۵۰ " ۵۵ " ۶۰ " ۶۵ " ۷۰ " ۷۵ " ۸۰ " ۸۵ " ۹۰ " ۹۵ " ۱۰۰ "
۱	۱۰	"	"	۵۰ " ۵۵ " ۶۰ " ۶۵ " ۷۰ " ۷۵ " ۸۰ " ۸۵ " ۹۰ " ۹۵ " ۱۰۰ "
۱۰۰	۷۲۸	جملہ		

تقریباً ہر کسان کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ جس قدر قرض لیتا ہے اُس کا تین چار گنا سود (ایک طویل مدت میں) ادا کرتا ہے۔ دوران تحقیق میں بھی متعدد مثالیں ایسے کسانوں کی ملتی ہیں جنہوں نے آٹھ ایک سال قبل صرف ایک مرتبہ قرض لیا تھا اور اب تک (جس قدر ممکن ہو سکے) صرف سود ہی ادا کرتے چلے آئے ہیں۔ خصوصاً متفرق چھوٹے چھوٹے قرضوں (مثلاً ۵-۱۰-۱۵-۲۰ رو) میں یہ چیز بہت عام ہے۔ مثال کے طور پر ہم مسیحی نانا کو پیش کر سکتے ہیں۔ اس نے آج سے ۸ سال قبل ایک ساہوکار سے (۳۰ رو) اشیا چاندی کی کفالت پر (دس روپے قرض حاصل کئے۔ اور وعدہ کیا کہ ہر ماہ دس روپیوں پر چار آنے سود ادا کریگا۔ مسیحی مذکور کا بیان ہے کہ وہ حسب وعدہ ۸ سال سے مقررہ سود برابر ادا کر رہا ہے۔ جس کے متعلق ساہوکار کو بھی اعتراف ہے۔ گزشتہ ۸ سال میں اسامی نے سالانہ تین روپے (جس کی فیصد شرح ۳۰ رہتی ہے) کے حساب سے ۲۴ روپیہ بطور سود ادا کئے جو کہ اصل کردہ اصل (۱۰ روپے) سے ۱۴۰ فیصد زیادہ ہے۔ سود کے ضمن میں اس میں شک نہیں کہ اس قدر زائد رقم ادا کیجا چکی ہے لیکن ابھی تک ادائے اصل کی نوبت نہیں آئی۔ مزید برآں اشیا سے کفالت بھی ساہوکار کے ہاں موجود ہیں۔ اچھوت خاندانوں میں اس قسم کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

نویں فصل - زرعی مقروضیت

(بہ سلسلہ سابق)

قرض کی تقسیم - بار قرض - ماہیت قرض - اور خصوصیات قرض کے حالات معلوم کرنے کے بعد اب ہم یہ دریافت کریں گے کہ موضع زیر بحث میں قرض حاصل کرنے کے کیا ذرائع ہیں - قرض کی وجوہات کیا ہیں - اور کن شرحوں پر قرض حاصل کیا جاتا ہے -

۱۔ قرض حاصل کرنے کے ذرائع | مزارعین کے بیان کے مطابق ذرائع قرض کو ۲ طرح پر تقسیم کیا جاسکتا ہے (الف) سرکاری ذرائع قرض اور (ب) خانگی ذرائع قرض - ذیل میں ہم ان ہر دو ذرائع کی جدا جدا تشریح کرتے ہوئے آخر میں یہ بتلائیں گے کہ قرض کا سب سے اہم ذریعہ کیا ہے -

(الف) سرکاری ذرائع قرض — واضح رہے کہ حکومت دو طرح پر قرض دیتی ہے -

(۱) براہ راست اور (۲) بالواسطہ براہ راست تقاوی کے ذریعہ اور بالواسطہ انجمن امداد باہمی کے توسط قرض دیا جاتا ہے -

(۱) تقاوی — موضع ذرا میں رقم تقاوی کی تقسیم سب سے پہلے ۱۳۳۲ء (م اکتوبر ۳۱ - ۱۹۱۳ء) میں ہوئی - جلد رقم ۲۵۵ روپے تھی جو کہ ۱۲ اشخاص کو دی گئی - ۱۳۳۳ء (م اکتوبر ۳۲ - ۱۹۱۴ء) میں صرف ۷۵ روپیہ ایک شخص کو دیے گئے - تین سال بعد یعنی ۱۳۳۶ء (م اکتوبر ۲۹ - ۱۹۱۶ء) میں ۲۷۰ روپیہ ۱۱ مختلف سامیوں کو دیے گئے - ۱۳۳۷ء (م اکتوبر ۳۰ - ۱۹۱۷ء) میں بھی رقم ضمن تقاوی سامیوں کو واجب الوصول تھی مجموعی قرض (۲۰۸۲۵) کا لحاظ کرتے ہوئے تقاوی کا قرضہ تقریباً ۹ فیصد ہے -

(۲) انجمن امداد باہمی — سرکاری ذرائع قرض کا دوسرا ذریعہ انجمن امداد باہمی ہے -

اس موضع میں انجمن کا قیام ۱۳۳۳ء (م اکتوبر ۲۵ - ۱۹۱۴ء) میں ہوا - جلد ۱۹ دیہاتوں نے اس کی

شرکت قبول کی۔ ۱۰۹۰ روپے صدر بنک سے حاصل کئے گئے اور ان کی تقسیم اراکین کے مابین ہوئی۔ ذاتی سرمایہ کی مقدار بتدریج بڑھتی گئی چنانچہ اب انجمن کلینٹ ”ذاتی سرمایہ سے“ کام کر رہی ہے۔ اس وقت اراکین کی تعداد ۲۵ ہے گویا قیام انجمن کے بعد سے اراکین کی تعداد میں ۲۳ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ سال حال اراکین کے ذمے ۱۱۲۶ روپے واجب الوصول ہیں اسطرح اوسط قرضہ فی رکن ۴۵۶.۰۲ روپے ہے۔ مجموعی قرض کا لحاظ کرتے ہوئے انجمن کا قرض ۲۰۸ فیصد ہے۔

بحیثیت مجموعی یہ کہا جاسکتا ہے کہ سرکاری ذرائع قرض سے ۱۱۴۹۶ روپے حاصل کئے گئے ہیں جو کہ جملہ قرض (۲۰۸۲۵) کا ۷۳ فیصد ہے۔

(ب) خانگی ذرائع قرض — خانگی یا غیر سرکاری ذرائع قرض سے ہماری مراد ساہوکار ہیں موضع زیر بحث میں جملہ ۲۲ ساہوکار ہیں جن میں سے ۳ مسلمان اور ۱۹ ہندو ہیں۔ بالفاظ دیگر کم فیصلہ مسلمان اور ۸۶ فیصد ہندو ساہوکار ہیں۔ ساہوکاروں کی ایک دوسری تقسیم ۲ طح پر کی جاسکتی ہے۔ مقامی اور غیر مقامی جملہ ۲۲ ساہوکاروں میں سے صرف ۷ یا تقریباً ۳۲ فیصد مقامی ساہوکار ہیں۔ باقی ۱۵ یا ۶۸ فیصد غیر مقامی ہیں۔ غیر مقامی ساہوکار اس میں شک نہیں کہ مقامی ساہوکاروں کے مقابل دو گنے سے زیادہ ہیں لیکن اسکے باوجود انکا دیا ہوا قرض (۹۵.۶) مجموعی قرض کا لحاظ کرتے ہوئے صرف ۲۳ فیصد ہے۔ مقامی ساہوکار کو تعداد میں کم ہیں لیکن ۷۲ فیصد قرض (۲۹۲۹۸) انہیں سے متعلق ہے۔ اس فرق کی اہم وجہ مقامی اور غیر مقامی ساہوکاروں کی شخصی واقفیت ہے۔ مقامی ساہوکار چونکہ ہر دیہاتی کو اچھی طرح جانتے ہیں لہذا حالات کے مد نظر ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق قرض دیا جاتا ہے۔ برعکس اسکے غیر مقامی ساہوکار صرف انہیں آسامیوں کو قرض دیتے ہیں جن سے وہ بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ وصولات کی دقتیں بھی غیر مقامی ساہوکار کو زیادہ قرض دینے سے روکتی ہیں۔

یہ ایک ضمنی بحث تھی کہ کونسے ساہوکار (مقامی یا غیر مقامی) زیادہ قرض دیتے ہیں۔ ساہوکار

خواہ وہ مقامی ہوں یا غیر مقامی زرعی مالیات میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس اہمیت کا اندازہ حسب ذیل اعداد سے ہو سکتا ہے۔

ذرائع قرض	مقدار رقم	فی صد
الف۔ وہ قرض جو سرکاری ذرائع سے حاصل کیا گیا ہے۔		
(۱) تقادی.....	۳۷۰	۹
(۲) انجمن امداد و باہمی.....	۱۳۹۶	۸
ب۔ وہ قرض جو خانگی ذرائع سے حاصل کیا گیا ہے۔		
(۱) جو مقامی ساہوکاروں سے لیا گیا ہے۔	۲۹۲۹۸	۷۲
(۲) جو غیر مقامی ساہوکاروں سے لیا گیا ہے۔	۹۵۰۶	۳۳
(۳) جو عزیز و اقارب سے لیا گیا ہے۔	۵۲۵	۱۳
جملہ.....	۴۰۸۲۵	۱۰۰

مندرجہ بالا اعداد سے واضح ہے کہ مجموعی قرض (۴۰۸۲۵) کا لحاظ کرتے ہوئے ۳۷ فیصد قرض سرکاری ذرائع سے حاصل کیا گیا ہے۔ ۹۶۳ فیصد قرض خانگی ذرائع سے۔ خانگی ذرائع قرض میں صرف ۱۳ فیصد قرض عزیز و اقارب سے بطور قرض حسنہ لیا گیا ہے۔ اور باقی ۹۵ فیصد قرض مقامی و غیر مقامی ساہوکاروں سے متعلق ہے۔ ان حالات کے تحت ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ ساہوکاری زرعی مالیات کی روح رواں ہیں۔

۲۔ قرض کے وجوہ ذرائع قرض کی تشریح کے بعد اب ہم یہ دریافت کرینگے کہ موضع زیر بحث میں کن مختلف وجوہات کیلئے قرض لیا جاتا ہے۔ ہمارے جمع کردہ اعداد کے مطابق وجوہ قرض کو مختلف مدت کے تحت تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ۱۔ شادی بیاہ ۲۔ تعمیر مکانات ۳۔ سابقہ قرضوں کی ادائیگی۔ قرضہ وجوہات نامعلوم ۵۔ خریدی بیل وغیرہ ۶۔ لاگوٹ (اخراجات کا شتہ کو مقامی زبان میں لاگوٹ کہا جاتا ہے) ۷۔ تجارت وغیرہ ۸۔ مالگوزاری کی ادائیگی ۹۔ موت مٹی ۱۰۔ خوراک و لباس ۱۱۔ عقاید کی پابجائی۔ ذیل کے

اعداد میں اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ ۲۰۸۲۵ روپیوں میں کس قدر قرض مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر پربا گیا ہے۔

نشان	قرض بوجہ	مقدار قرض	فی صد
۱	شادی بیاہ	۹۰۲۳	۲۲
۲	تعمیر مکانات	۶۶۶۰	۱۶
۳	سابقہ قرض کی ادائی	۲۶۹۰	۱۱
۴	نامعلوم	۴۱۶۱	تقریباً ۱۱
۵	خریدی بیل وغیرہ	۲۰۵۲	۱۰
۶	لاگوڑ (اخراجات کاشت)	۳۵۲۷	۹
۷	تجارت وغیرہ	۳۳۴۰	۸
۸	مالگزاری	۲۷۱۱	۷
۹	موت مٹی	۱۳۱۰	۳
۱۰	خوراک و لباس	۹۲۶	۲
۱۱	عقاید کی پابجائی	۲۲۵	۱
جملہ		۲۰۸۲۵	۱۰۰

(۱) شادی بیاہ۔ موضع زیر بحث میں شادیاں نہ صرف قبل از وقت کیجاتی ہیں بلکہ قرض لے کر کیجاتی ہیں۔ ساگندشتہ کوئی ۳۰ شادیاں کی گئیں جنہیں سے ایک شادی بلا حصول قرض کی گئی ورنہ باقی تمام شادیوں میں کچھ نہ کچھ قرض ضرور لیا گیا۔ فی نفسہ شادی کے اخراجات بہت زیادہ نہیں ہوتے۔ لیکن جس شرح پر (آئندہ عنوان میں ہم شرح قرض کا مفصل حال بیان کریں گے) قرضے لئے جاتے ہیں وہ بہت تباہ کن ہوتی ہے۔ مزید شرح سود اور قرض کی رقم بتدریج جمع ہو کر ایک کی بجائے چار ہو جاتی ہے اور غریبوں کیلئے وبال جان ثابت ہوتی ہے۔ شادی بیاہ کے موجودہ قرض (۹۰۲۳) میں نہ معلوم جمع شدہ سود کا کس قدر جوڑ شامل ہے!

۱۵۔ ضمیمہ میں ان افراد کا فہرست دی گئی ہے جنہوں نے ساگندشتہ شادیاں کیں

(۲) تعمیر مکانات۔ شادی بیاہ سے قبل تقریباً ہر دیہاتی کی یہ فکر ہوتی ہے کہ حتی الامکان اپنے مکان کی حالت ٹھیک کرے۔ جو افراد کہ جھونپڑیوں میں رہتے ہیں انکی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ایک کمرے والا سفال پوش مکان بنایا جائے اسطرح وہ افراد جو ایک کمرے والے مکانات میں رہتے ہیں اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ مکان کو نسبتاً وسیع کیا جائے۔ اس رجحان کا نتیجہ یہ ہے کہ گذشتہ ۱۰ سال کے عرصے میں اکثر جھونپڑیاں ایک کمرے والے مکانات میں تبدیل ہو گئی ہیں اور بعض ایک کمرے والے مکانات وسیع کر دیئے گئے ہیں۔ حالات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دیہاتیوں کو تعمیر مکان کا بہت شوق ہے۔ اس شوق کی تکمیل بذریعہ قرض کی جاتی ہے۔ اور قرض کا سلسلہ مدتوں چلتا رہتا ہے۔ ہم اس بات پر معترض نہیں کہ مکانات کیوں تعمیر کئے جاتے ہیں۔ ہمارا اعتراض اس امر پر ہے کہ ان مکانات کی تعمیر اعلیٰ شرح سود پر قرض حاصل کر کے کیجاتی ہے۔ اس اعلیٰ شرح کی وجہ سے دیہاتیوں کو مدتوں پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔

(۳) سابقہ قرضوں کی ادائی۔ پیچھے یہ بتایا جا چکا ہے کہ ۲۱۱ مقرض خاندانوں میں سے ۷۷ فی صد افراد دوبارہ مختلف ساہوکاروں کے مقرض ہیں۔ ان کی آمدنیاں چونکہ محدود ہوتی ہیں لہذا ہر ساہوکار کے مطالبات کو ذاتی آمدنی سے پورا نہیں کیا جاسکتا ترکیب یہ کی جاتی ہے کہ ایک ساہوکار سے قرض لیکر دوسرے کو اور بعض مرتبہ تیسرے سے قرض لیکر چوتھے کو ادا کیا جاتا ہے۔ اس ترکیب کی وجہ سے اس میں شک نہیں کہ ساہوکاروں کی ادائیگی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن قرضوں کا حقیقی بار کھٹا نہیں بلکہ بحدیر حج بڑھتا جاتا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہوتا ہے کہ قرض کی رقم ایک کھاتے سے دوسرے کھاتے میں منتقل ہو جاتی ہے۔

(۴) قرضہ بوجہات نامعلوم۔ اکثر قرضے اس نوعیت کے تھے کہ جنکے متعلق یہ نہیں معلوم کیا جاسکا کہ وہ کن اغراض کے تحت حاصل کئے گئے تھے۔ لہذا ایسے تمام قرضوں کو ”قرضجات بوجہ نامعلوم“ میں شامل کیا گیا ہے۔

(۵) خریدی بیل وبھینسے۔ کسانوں کو خریدی بیل وبھینسے وغیرہ کے لئے قرض کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ چنانچہ مجموعی قرض کا لحاظ کرتے ہوئے ۱۰ فیصد قرض اسی اعتبار سے متعلق ہے۔ بیل یا بھینسے کے فوت ہونے پر کسان اس بات پر مجبور ہوتا ہے کہ دوسرا جانور خریدے ورنہ زراعتی کاروبار نہیں چل سکتے۔

(۶) لاگوڑ (اخراجات کاشت)۔ اخراجات کاشت مثلاً مینڈہ بندی باٹا لگائی، مکھائی وغیرہ

تفصیل مقدار قرضے (مثلاً ۵-۱۰-۱۵) حاصل کئے جاتے ہیں۔ کٹائی فصل کے لئے بھی قرض حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ قرضے عام طور پر چھوٹے چھوٹے ساہوکاروں سے لئے جاتے ہیں۔

(۷) تجارت وغیرہ۔ تجارتی قرضے بیشتر جلاہوں۔ دھنگلوں۔ گولیوں اور دھوبیوں سے متعلق ہیں۔ بعض جلاہے نہ صرف کپڑا بناتے ہیں بلکہ گرنی کے بنے ہوئے کپڑوں کی تجارت بھی کرتے ہیں جس کے لئے قرض لیا جاتا ہے۔ دھنگر کردوں کی تجارت کیلئے قرض لیتے ہیں۔ گولیوں کو پہلوں کی تجارت اور مختلف قسم کے گنتوں کے لئے قرض دیکار ہوتا ہے۔ دھوبی دھان کا بیوپار کرتے ہیں۔ مزید برآں گدھے خرید کر حمل و نقل کا کام انجام دیتے ہیں۔ تجارتی قرضے جو کہ مجموعی قرض کا لحاظ کرتے ہوئے ۸ فیصد ہیں کلیمتہ پیداوار قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

(۸) مالگذاری۔ جب کہ فصلیں خراب ہو جاتی ہیں تو قیمت پیداوار سے اخراجات کاشت اور مالگذاری بھی نہیں وصول ہو سکتی۔ لہذا مالگذاری کی ادائی بذریعہ قرض کی جاتی ہے۔ ایسے موقعوں پر جب کہ فصلیں خراب ہو جاتی ہیں حکومت کی جانب سے ایک مناسب رقم معاف بھی کی جاتی ہے تاکہ رعایا پریشان نہ ہونے پائے۔ (۹) موت مٹی۔ ہمارے دیہاتیوں کی بے سروسامانی کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ انہیں پیدایش سے لیکر موت تک تقریباً تمام کاروبار کے لئے قرض لینا پڑتا ہے۔ چنانچہ موت مٹی اور اس سے متعلق امور کی تکمیل سے متعلق قرض ۱۳۱۰ روپیہ یا تقریباً ۳ فیصد ہے۔

(۱۰) خوراک و لباس۔ اکثر کسان خوراک و لباس کی خاطر بھی قرض لیتے ہیں۔ دھان ساہوکاروں قرض لئے جاتے ہیں اور کپڑا جلاہوں سے مجموعی قرض کے تناسب سے صرف ۲ فیصد قرض خوراک و لباس سے متعلق ہے۔

(۱۱) عقاید کی پابجائی۔ دیہاتیوں کے عقاید بھی ایک حد تک ان کی مقرر و نصیت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ جب کبھی کوئی شخص بخار وغیرہ میں مبتلا ہو تو ”فال“ کے ذریعہ بیماری کا سبب معلوم کیا جاتا ہے کسی شخص کے مکان میں اگر کوئی فوت ہو جائے اور اس کے بعد دوسرا شخص بیمار ہو تو سمجھا جاتا ہے کہ اس شخص پر فوت شدہ شخص نے اثر کر لیا ہے۔ اس اثر کو دور کرنے کیلئے فوت شدہ شخص کے نام پر بکرا ذبح کیا جاتا ہے۔ اگر کسی شخص کی بیماری دوا سے کم نہ ہو تو نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ مریض پر شیطان کا اثر ہو گیا ہے۔ اس اثر سے نجات

۱۲۷۔ ضمیمہ میں اسکے متعلق بیانات شامل کئے گئے ہیں۔

پائے کئے شیطان کے نام پر بکرے کی قربانی دی جاتی ہے۔ موضع ہذا کے دیہاتیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ شیطانی اثرات نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں پر بھی ہوتے ہیں۔ اگر بیل یا بھینسے بیکایک بیمار ہو جائیں تو خیال کیا جاتا ہے جانور پر شیطان کا اثر ہے۔ لہذا شیطان کو منانے کے لئے اسکے نام پر بکرے کا ذبح کیا جانا لازمی قرار دیا جاتا ہے مزید برآں ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ فصل کی کٹائی سے قبل یا کٹائی کے بعد نپائی سے پہلے میٹھی (دیوی کا نام) کے نام پر بکرہ ذبح کرنے سے غلے کی مقداریں زیادتی ہو جاتی ہے۔ واضح رہے کہ بکروں کی قربانی عموماً بذریعہ قرض کی جاتی ہے۔ چنانچہ ۵۲۵ روپیہ یا ایک فیصد قرض انہی قربانیوں وغیرہ سے متعلق ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق ساگندشتہ ایک سال کے عرصے میں ۲۴۶ مکانات میں سے ۴۳ یا تقریباً ۱۹ فیصد مکانات میں شیطانوں وغیرہ کے نام پر بکرے ذبح کئے گئے۔ نہ صرف ایڑہ بلکہ پڑھے لکھے افراد بھی انہی عہدائے تابع (خواہ کسی وجہ سے کیوں نہ ہو) نظر آتے ہیں۔

۳۔ قرض کی شرحیں | وجوہ قرض کی تشریح کے بعد اب ہم اپنی توجہ شرح قرض کی طرف مبذول کرتے ہیں۔

موضع زیر بحث میں ۳ قسم کی شرحیں (الف) خالص رقمی شرح (ب) خالص جنسی شرح (ج) مخلوط شرح مروج ہیں۔ قبل ازیں ہم بتا چکے ہیں کہ ۲۰۸۲۵ روپیوں میں سے (جو کہ موضع کا جملہ قرض ہے) ۵۲۵ یا ۳۱ فیصد قرض غیر سودی ہے۔ سودی قرضہ ۴۳۰۰ یا ۹۸ فی صد ہے۔ ذیل کے اعداد میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ ۴۳۰۰ روپے سودی قرض میں سے کسی قدر رقم مذکورہ بالا ۳ شرحوں سے متعلق ہے۔ بلحاظ مجموعی قرض ان رقمات کا

فیصد بھی دیا گیا ہے۔

رقم جو قرض دی گئی	فیصد
۱۳۷۰۰	۳۳.۶
۴۰۹۰	۱۰
۲۲۵۱۰	۵۵.۱
۴۰۳۰۰	۹۸.۷

(الف) خالص رقمی شرح پر

(ب) خالص جنسی شرح پر

(ج) مخلوط شرح پر

جملہ

۵۔ ضمیمہ دوم میں یہ بیانات شامل ہیں اور ان تمام افراد کی فہرست دی گئی ہے۔

جنہوں نے ساگندشتہ شیطانوں وغیرہ کے نام پر بکرے ذبح کئے۔

مندرجہ صدر اعداد سے واضح ہو رہا ہے کہ ۲۰۳۰ یا ۹۸۷۰ فیصد قرض میں سے ۱۳۷۲ یا ۳۷۰۰ فیصد قرض خالص رقی شرج پر حاصل کیا گیا ہے۔ ۲۰۹۰ یا ۱۰ فیصد قرضہ خالص جنسی شرج سے متعلق ہے۔ باقی ۵۱۰ یا ۵۵ فیصد قرضہ مخلوط شرج پر حاصل کیا گیا ہے۔ شروعات کے اس تجربے کے بعد اب ہم یہ دریافت کر چکے کہ مذکورہ ہر سہ شروعات کے تحت کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کس قدر سود وصول کیا جاسکے۔

(الف) خالص رقی شرج اور مقدار سود۔ خالص رقی شرج کے تحت کم سے کم ۶ اور زیادہ سے زیادہ ۳۶ فیصد سالانہ سود وصول کیا جاتا ہے۔ صرف تھاوی کے قرضے ۶ فیصد سالانہ کے حساب سے دیئے جاتے ہیں انجن امداد باہمی سے ۹ روپیہ ۶ آنے فیصد کی شرج سے قرض ملتا ہے۔ ساہوکار کم سے کم بارہ اور زیادہ سے زیادہ ۳۶ فیصد سالانہ کی شرج سے سود وصول کرتے ہیں۔

(ب) خالص جنسی شرج اور مقدار سود۔ جنسی شرج سود وصول کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔

جنسی شرج سود وصول کرنے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ اگر ابتدائے فصل پر ایک روپیہ قرض دیا جائے تو طریقہ کی قرار داد کے مطابق فصل کے اختتام پر ۲ پائلی دھان بطور سود وصول کئے جاسکتے ہیں۔ ایک پائلی دھان کی قیمت ۳ آنے ۶ پائی سے لیکر ۳ آنے ۹ پائی تک رہا کرتی ہے۔ لہذا ۲ پائلی کی قیمت ۷ آنے سے لیکر ۷ آنے ۶ پائی ہوگی۔ جبکہ ایک روپیہ پر ایک فصل (اوسطاً ۶ ماہ) میں ۳ آنے ۶ پائی سے لیکر ۷ آنے ۶ پائی سود (بشکل زر) لیا جائے تو فیصد سالانہ شرج ۲۵، ۲۳ سے لیکر ۵۷، ۹۳ فیصد سالانہ ہوگی۔ مقامی زبان میں قرض دیہی کے اس طریق کو ”پچل“ کہا جاتا ہے۔

جنسی شرج سود وصول کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر ابتدائے فصل پر ایک من دھان دیئے جائیں تو اختتام فصل پر سو امن سے لیکر دیر بڑ من تک وصول کئے جاتے ہیں۔ گویا ایک من پر ایک فصل کیلئے پانچ من سے لیکر ۱۔ خالص رقی شرج سے مراد وہ شرج ہے جو کلیتہً بشکل زر وصول کیجائے۔ ۱۔ منیم دوم میں یہ بیانات شامل ہیں۔ ساہوکاروں نے اعتراف کیا ہے کہ وہ کم سے کم خالص رقی شرج ۱۲ فیصد اور زیادہ سے زیادہ ۳۶ فیصد وصول کرتے ہیں۔ ۲۔ دوسرے ضمیمہ میں یہ بیانات شامل ہیں۔ ساہوکاروں کو اعتراف ہے کہ وہ فی روپیہ فصل پر ۲ پائلی دھان وصول کرتے ہیں۔ آسامیوں بیان کیا ہے کہ وہ اس شرج پر قرض لیتے ہیں۔

آدہ میں تک سود وصول کیا جاتا ہے۔ جبکہ فیصد شیخ مختلف نرخوں کا لحاظ کرتے ہوئے (بشکل زر) ۵ فیصد سے لیکر ۱۰ فیصد تک رکھ کر کرتی ہے۔

جنسی شہج سود وصول کرنے کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ابتدائے فصل پر اگر ۲ روپیہ قرض دیئے جائیں تو آسامی سے وعدہ لیا جاتا ہے کہ وہ اختتام فصل (اوسطاً ۶ ماہ) پر ایک من دھان دے۔ ایک من دھان کا نرخ ۳ روپیہ ۸ آنے سے لیکر ۳ روپے ۱۲ آنے تک رہ کر تا ہے۔ جبکہ سا جو کار اوسطاً ۶ ماہ قبل ۲ روپے قرض دے کر ۳ روپیہ ۸ آنے تا ۳ روپیہ بارہ آنے کا مال وصول کرے تو اسکے یہ معنی ہونے کے وہ ۲ روپیوں پر ۶ ماہ میں ایک پٹہ آٹھ آنے تا ایک روپیہ ۱۲ آنے سود (بشکل زر) وصول کر رہا ہے۔ جسکی فیصد سالانہ شرح ۵۰ روپیوں سے لیکر ۵۸ روپیہ تک رہا کرتی ہے۔ مقامی زبان میں قرض دیہی کے اس طریق کو ”لاونی“ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

جنسی شرج سود وصول کرنے کا چوتھا طریقہ (جسکو ہم لاونی و پچل کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں) یہ ہے کہ ساہوکار آسامی کو کچھ روپیہ قرض دینے کے بعد اس سے وعدہ لیتا ہے کہ قرض دئے ہوئے روپیوں میں نصف روپیوں کا مال ایک مقررہ نرخ (جو کہ بازار سے عموماً ۲۵ تا ۵۰ فیصد کم ہوتا ہے) سے فروخت کرے نصف روپیوں پر فی روپیہ فی فصل ایک پائسلی (دراخ رہے کہ ایک پائسلی ۴ سیر کے مساوی ہوتی ہے) ادا ہائگا۔ اس طریقہ کی عملی مثال میں مسیحی ڈیولپمنٹ جی کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس نے ایک ساہوکار سے ۱۴ روپیہ قرض حاصل کئے۔ ساہوکار سے وعدہ کیا کہ ۴ روپیوں میں سے نصف روپیوں، یعنی سات روپے کے دھان ۲ روپیہ فی من کے حساب سے فروخت کریگا (جبکہ بازار میں دھان کا نرخ ۳ روپیہ آٹھ آنے سے لیکر ۳ روپیہ ۱۲ آنے تک رہ کر رہتا ہے) اور باقی ۲ روپیوں پر فی فصل ایک پائسلی دھان ادا کریگا۔

اس قرارداد کے مطابق آسامی کانفریفہ ہے کہ وہ ۷ روپیوں میں ساڑھے تین من دھان فروخت کئے
جنگی بازاری قیمت حسب حالات ۱۲ روپیے ہم آنے سے لیکر ۱۳ روپیے ۸ آنے ہوتی ہے اور فی روپیہ ایک پائلی کے
حساب ۷ روپیوں پر پائیلی دھان مے ۔ پائیلی دھان کی قیمت حسب حالات ایک روپیہ آٹھ آنے چھ پائلی ہے

۵۔ ساہوکاروں نے بیان کیا ہے کہ وہ قرض دیکر کن معاملات کے تحت مال خریدتے ہیں.....

..... ۱۵ آسامی کے یہاں کی تعلیمی منہ سہاؤ کا سہجی کی ہے.....

لے کر ایک روپیہ ۱۰ آنے ۳ پائی تک مدد کرتی ہے۔ اس طرح ساہوکار کو ۱۴ روپیوں پر ایک فصل (اوسطاً ۶ ماہ) میں ۶ روپیہ ۱۲ آنے ۶ پائی سے لیکر ۸ روپیہ ۲ آنے ۳ پائی تک سود (بشکل زر) ملتا ہے جسکی فیصد مالاً شرح سود ۹۸ سے لیکر ۱۱۶ روپے کرتی ہے۔ ان حالات کے تحت جنسی شرح سود کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ (بشکل زر) کم سے کم ۴۵ و ۴۳ روپے زیادہ سے زیادہ ۷۵ فیصد سالانہ مدد کرتی ہے۔

(ج) مخلوط شرح اور مقدار سود — خالص رتبی اور خالص جنسی شرحوں کی شرح کے بعد اب ہم مخلوط شرح حالات دریافت کریں گے۔ مخلوط شرح سے ہماری مراد وہ شرح ہے جسکا ایک حصہ بشکل زر حاصل کیا جائے اور دوسرا بشکل جنس اس طریق کے تحت اگر ایک ساہوکار کسی آسامی کو ۱۰۰ روپیہ قرض دے تو وہ اس سے وعدہ لیتا ہے کہ قرض دی ہوئی رقم کی نصف مقدار پر شرح مقررہ رتبی سود ادا کرے۔ باقی نصف رقم کا مال بہ نرخ مقررہ فروخت کرے رتبی شرح سود کم سے کم ایک فیصد اور زیادہ سے زیادہ ویر فیصد مالانہ وصول کیجاتی ہے۔ مال کم سے کم ۲۰ روپے زیادہ سے زیادہ ۵۰ فیصد تخفیف کے ساتھ خریداجاتا ہے۔ ہم نے حساب لگایا ہے کہ موضع زیر بحث میں مخلوط شرح (کلنتہ بشکل زر) کم سے کم ۳۱ فیصد اور زیادہ سے زیادہ ۱۱۰ فیصد سالانہ مدد کرتی ہے۔

بحیثیت مجموعی (مذکورہ ہر قسم کی شرحات کا لحاظ کرتے ہوئے) شرحات قرض کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ کم سے کم شرح سود ۶ فیصد اور زیادہ سے زیادہ ۷۵ فیصد سالانہ ہے۔

مسئلہ قرض داری کے بغیر مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ بار قرض سے کہیں زیادہ اہم اور توجہ طلب مسئلہ شرحات قرض کا ہے۔ جنکی غیر معمولی زیادتی کی وجہ سے اگر ایک طرف آسامی مفلس و نادار ہوتے جاتے ہیں تو دوسری طرف ساہوکاروں کا تمول بڑھتا جاتا ہے۔ اعلیٰ شرح سود کی وجہ سے مزارعوں کی آمدنی قابل لحاظ طور پر گھٹ جاتی ہے۔ تخفیف آمدنی کا براہ راست اثر ان کے معیار زندگی پر پڑتا ہے۔

۱۔ دوسرے ضمیمہ میں یہ بیان درج ہے جس میں ساہوکار نے بیان دیا ہے کہ انہوں نے تقریباً ایک ہزار روپیہ کے سرمایہ سے لین دین و تجارت کا کاروبار شروع کیا لیکن اب اسکی جائداد ۲۰-۲۵ ہزار ہے۔

خفٹ :- تقریباً تمام ساہوکاروں کی ترقی کا یہی حال ہے۔

دسویں فصل اصلاحی تدابیر

دوسری فصل میں بتلایا گیا ہے کہ موضع زیر بحث کے باشندوں کا معیار زندگی بحیثیت مجموعی ادنیٰ اور معمولی ہے۔ اسی فصل کے آخری پارے میں ادنیٰ معیار زندگی کی سبب اہم اور بنیادی وجہ ادنیٰ آمدنی قرار دی گئی ہے مزید برآں ادنیٰ آمدنی کے تین اہم وجوہ بتلائے گئے ہیں۔

(۱) اضافہ آبادی اور ذرائع معاش کی غیر مناسب رقرار ترقی۔ (۲) پیشوں کا فقدان اور زراعت پر زائد از ضرورت بار۔ (۳) نظام زراعت کے گوناگوں نقائص۔ مثلاً زرعی عوامل پیدائش کی غیر متناسب حالت طریقہ ہائے کاشت۔ طریقہ ہائے فروخت۔ اور طریقہ ہائے لین دین کے گوناگوں نقائص۔

زرعی عوامل پیدائش کے عدم تناسب اور غیر اصولی طریقہ ہائے کاشت کی وجہ سے اگر مکھڑف مصارف پیدائش نسبتاً زیادہ ہو جاتے ہیں تو دوسری طرف پیداوار فی ایکڑ بھی ادنیٰ اور معمولی ہوتی ہے مصارف پیدائش کی نسبتاً زیادتی اور پیداوار کے معمولی ہونے کی وجہ سے آمدنی میں بھی نسبتاً تخفیف ہو جاتی ہے ناقص طریقہ ہائے فروخت کی بنا پر آمدنی میں مزید تخفیف ہوتی ہے۔ ناقص طریقہ ہائے لین دین اور اعلیٰ شرح سود کی بدولت آمدنی میں اور بھی تخفیف ہو جاتی ہے۔ ادنیٰ اور معمولی آمدنی کا براہ راست اثر باشندوں کے معیار زندگی پر پڑتا ہے نتیجہ یہ کہ ادنیٰ آمدنی کی وجہ سے معیار زندگی بھی ادنیٰ اور معمولی ہو جاتا ہے۔

ان تمام حالات کی تشریح کے بعد ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باشندگان موضع مذکور کے موجودہ معیار زندگی کو کیوں کر بلند کیا جاسکتا ہے۔

معیار زندگی کو بلند کرنے کی سبب اہم تدبیر (علاوہ دیگر امور کے) یہ ہے کہ آمدنیوں میں اضافہ کیا جائے

آمدنی میں اضافہ کے لئے حسب ذیل (الف) بالواسطہ اور (ب) بلاواسطہ تدابیر اختیار کئے جانے چاہئیں۔

(الف) بالواسطہ تدابیر —

(۱) تخفیف آبادی — آبادی کے قدیم اعداد کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ موضع زیر بحث

۱۳۲۳ء (م اکتوبر ۱۹۱۴ء) میں کثیر آباد ہو گیا تھا۔ جب کہ اسکی آبادی ۳۲۰۲ تھی۔ کیونکہ ۱۳۲۳ء

(م اکتوبر ۱۹۱۴ء) میں جب آبادی اس نقطہ پر پہنچ گئی تو کثرت آبادی اور ذرائع خوراک کی قلت کی وجہ سے

مابعد سالوں میں، ماتمیں کے ذکر کردہ مثبت موانعات (مثلاً ہیضہ، چیچک، طاعون اور تھو وغیرہ) کی بدولت

مسلل تخفیف شروع ہوئی چنانچہ ۱۳۲۳ء (م اکتوبر ۱۹۱۴ء) تا ۱۳۲۹ء (م اکتوبر ۱۹۱۹ء) کے

سات سالوں میں بحیثیت مجموعی ۱۲۵ نفوس فوت ہوئے۔ جبکہ انہی سات سالوں میں صرف ۵۲ نفوس

پیدا ہوئے۔ مزید برآں ۱۳۲۴ء (م اکتوبر ۱۹۱۵ء) اور ۱۳۲۵ء (م اکتوبر ۱۹۱۶ء) کی قحط

سالیوں میں اکثر خاندان تلاش معاش کی خاطر دیگر مقامات کو منتقل ہوئے ان حالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۳۲۱ء

(م اکتوبر ۱۹۱۲ء) کے اختتام پر جب آبادی صرف ۸۰۷ رہ گئی۔ گویا سات سال کے عرصہ میں بحیثیت مجموعی

۳۵ نفوس کی تخفیف ہو گئی۔ لیکن ۱۳۲۶ء (م اکتوبر ۱۹۱۷ء) کے بعد پھر بتدریج اضافہ شروع ہوا چنانچہ

۱۳۳۵ء (م اکتوبر ۱۹۱۵ء) میں آبادی ۹۲۲ ہو گئی۔ جسکی اہم وجہ یہ تھی کہ قحط سالی کے اثرات

نایل ہو جانے کی بدولت وہ افراد جو تلاش معاش کی خاطر دیگر مقامات کو منتقل ہوئے تھے دوبارہ واپس

ہونا شروع ہوئے۔ ۱۳۳۵ء (م اکتوبر ۱۹۱۵ء) کے بعد بھی آبادی میں زیادتی شروع ہوئی حتیٰ کہ ۱۳۳۶ء

میں آبادی ۱۱۵۲ تک پہنچ گئی۔ موجودہ آبادی ۱۳۳۶ء (م اکتوبر ۱۹۱۷ء) کی آبادی کے مقابل ۱۱۸۲

فی صد زیادہ ہے۔ آبادی میں مناسب تخفیف یا ذرائع معاش میں مناسب اضافہ نہ کیا جائے تو پھر اس بات

امکان ہے کہ ماتمیں کے ذکر کردہ مثبت موانعات (مثلاً ہیضہ، چیچک، طاعون اور قحط وغیرہ) کے ذریعہ

آبادی میں تخفیف ہوگی۔ موضع ہذا میں کثرت آبادی کا اندازہ اس امر سے بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں فی مربع میل

۳۶۱ نفوس پرورش پائے ہیں حالانکہ ماہرین نے تخمینہ کیا ہے کہ اگر زراعت سے بہتر بہتر اتفاق کیا جائے تو

اس کے ذریعہ فی مربع ذیل ۲۵۰ نفوس ایک معقول معیار آرام پر زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

ان حالات کے تحت بہتر اور مناسب یہی ہے کہ موضع زیر بحث کے باشندوں کے معیار زندگی کو بلند کرنے اور آئندہ کیلئے ثمرت موانع اس کے عملدرآمد کو روکنے کے لئے آبادی میں تخفیف کی جائے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ آبادی میں تخفیف کی جائے تو اس کے ساتھ ہی دو سوال پیدا ہوتے ہیں پہلا یہ کہ آبادی میں کس قدر تخفیف کی جانی چاہیے۔ دوسرے یہ کہ یہ تخفیف کیونکر کی جاسکتی ہے۔

پہلے سوال کا جواب بہت ہی وقت طلب ہے کسی مقام کی متوازن آبادی کے متعلق کوئی قطعی رائے نہیں قائم کی جاسکتی۔ بالفاظ دیگر قطعی طور پر یہ نہیں بتلایا جاسکتا کہ اگر کسی مقام کی آبادی اس قدر ہے تو وہ اس قدر اس قدر ہونے چاہیے۔ تاہم تخمینہ کے ذریعہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ موضع زیر بحث کی متوازن آبادی ۷۰۰۰ ہوئی چاہیے (اس تخمینہ کا قطعیت کے ساتھ صحیح ہونا ضروری نہیں) کیونکہ ۱۹۲۳ء (۱۰ اکتوبر ۱۹۱۳ء) کے بعد گونا گوں ثمرت موانع آبادی کے بدولت آبادی گھٹنے لگتے ۷۰۰۰ ہو گئی۔ اگر آبادی میں تخفیف کی مزید گنجائش ہوئی ثمرت موانع آبادی کو ۷۰۰۰ سے بھی زیادہ گھٹا دیتے لیکن اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ آبادی میں بہت بڑے اضافہ ہوتا ہے جب کہ آبادی کی تعداد ۷۰۰۰ سے بڑھنے لگی ہے تو اس کے یہی نہیں کہ موضع زیر بحث کے ذرائع معاش میں ۷۰۰۰ نفوس سے زیادہ افراد کو ایک معقول معیار آرام پر پرورش کرنے کی گنجائش ہے بلکہ اس زیادتی کی بنیادی وجہ ذرائع خوراک کی تحدید اور نہ تاح آبادی کے مضر اثرات سے لاسی کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ موضع زیر بحث کے موجودہ وسائل سے ۲۵۰ نفوس فی مربع میل ایک معقول معیار آرام پر زندگی بسر کر سکتے ہیں تو موضع کی بلکہ زراعت پیشہ آبادی ۸۴۴ ہوئی چاہیے جیسا کہ ہم اس سے قبل کہہ چکے ہیں متوازن آبادی کو قطعی طور پر نہیں بتلایا جاسکتا۔ محض تخمینہ اگر ایک طرف صحت سے کس قدر قریب ہوتے ہیں تو دوسری طرف اسکا بھی امکان ہوتا ہے کہ وہ صحت سے بہت دور ہوں۔ اس مجبوری کے تحت ہم موضع زیر بحث کی کوئی متوازن آبادی قطعیت کے ساتھ نہیں بتلا سکتے تاہم حالات حاضرہ کا لحاظ کرتے ہوئے متناظر کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ آبادی ۱۰۰۰۰۔ اس قانون کی لاطنی یا علم ہونے کے باوجود اس کی جانب سے لاپرواہی کی بنا پر ذرائع معاش کی تحدید کے باعث آبادی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ ایک حد صحت کے بعد ثمرت موانع اثر پذیر ہو کر آبادی کو قابل غماز طور پر گھٹا دیتے ہیں

ایک مناسب اور موزون تخفیف ہونی چاہیے۔

جب ہم یہ رائے قائم کر لیتے ہیں کہ موجودہ آبادی میں ایک موزوں و مناسب تخفیف کیجانی چاہیے تو پہر ہم دوسرے سوال سے دوچار ہوتے ہیں یعنی یہ کہ یہ تخفیف کیونکر کیا جاسکتی ہے۔ اس تخفیف کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ کہ موجودہ نفوس میں سے ایک قابل لحاظ نفوس کی تعداد کو ہٹا کر دیا جائے (اگر ہم نہ کریں تو قحط اور بربائیں اس کام کو پورا کرتی ہیں) یا یہ کہ انہیں ایک ایسے مقام پر منتقل کیا جائے جہاں کافی ذرائع معاش موجود ہیں۔ جہاں تک کہ پہلی تدبیر کا تعلق ہے موجودہ حالات کے تحت وہ قطعاً ناممکن ہے البتہ دوسری تدبیر پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ ریاست کے ایسے مقامات میں جو غیر آباد ہیں موضع ہذا کے قابل لحاظ افراد کو (مختلف تحریکات اور سہولتیں ہم پہنچا کر) وہاں منتقل کرنا چاہیے۔ جہاں تک کہ آئندہ پیدایشوں کا تعلق ہے اب پر سختی سے تحدید کی جائے۔ بچپن کی شادیاں قطعی طور پر ممنوع قرار دی جائیں جب تک کہ اس قسم کی سختی نہ کیجائے اعلیٰ شرح پیدایش کی تحدید وقت طلب امر ہے۔ مانا کہ اس ممانعت کی وجہ سے لازمی طور پر عام بے چینی (خصوصاً دیہاتیوں میں) پیدا ہوگی لیکن موزوں و مناسب تدابیر کے ذریعہ ایک مدت معینہ میں اس کو کھلتے رفع کیا جاسکتا ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کو روکنے کیلئے نہ صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ بچپن کی شادی کے طریق کو روکا جائے بلکہ موثر پروگرامز کے ذریعہ افراد کو سمجھایا جائے کہ وہ اس وقت تک شادیاں نہ کریں جب تک کہ وہ اپنے اہل و عیال کو ایک معقول معیار آرام پر پرورش کرنے کے قابل نہ ہوں۔ ہماری سب سے بڑی تجویز پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ لوگ شادیاں تو دیر سے کر سکتے ہیں لیکن جنسی جذبات پر بہت عرصہ تک قابو نہیں رکھ سکتے لہذا بد اخلاقی کے عام ہونے کا اندیشہ جسکی بدولت دیر سے شادیاں کرنے کا مقصد فوت ہو جائیگا۔ اعتراض ایک حد تک درست ہے۔ اگر جذبات پر قابو نہیں رکھا جاسکے تو ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ شادیوں کے بعد ضبط تولید کے ذرائع اختیار کئے جائیں نہ صرف موضع زیر بحث بلکہ تمام ہندوستان کیلئے ہماری قطعی رائے ہے کہ اگر ہم موجودہ معیار زندگی کو بلند کرنا چاہیں تو ہم سے لے کر صرف یہ ضروری ہے کہ موجودہ ذرائع سے بہتر سے بہتر استفادہ کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کیجائے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ آبادی کے بڑھتے ہوئے رجحان کو نہایت سختی کے ساتھ اس وقت تک روکا جاسکے جب تک کہ ہم یہ مخصوص نہ کریں کہ آبادی کی تحدید کی وجہ سے ہمیں کوئی حقیقی نقصان پہنچے گا اندیشہ ہے۔

(۲) صنعتی ترقی ——— آمدنیوں میں اضافہ کرنے اور معیار زندگی کو بلند کرنے کیلئے متحدہ بادوبی کے ساتھ ساتھ ضرورت اس امر کی ہے کہ مختلف پیشوں کے مابین کو وزن قائم کیا جائے۔ قیام کو وزن کے لئے صنعتی ترقی (خواہ وہ کسی قسم کی ہو) ضروری ہے محض موضع زیر بحث کو لیکر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس میں صنعت پیشہ آبادی استعداد بنوئی چل رہی ہے اور زراعت پیشہ استعداد صنعتی ترقی کا سلسلہ کل ریاست سے متعلق ہے۔ ریاست کے ایک حصہ میں صنعتی ترقی کا اثر دوسرے حصہ پر پڑے گا۔ دوسرے حصہ میں ترقی کا اثر تیسرے حصہ پر پڑے گا اور بحیثیت مجموعی تمام ملک کے پیشوں کا لحاظ کرتے ہوئے ایک قسم کا توازن قائم ہو سکے گا۔ فی الوقت اگر موضع دوپٹی پر بحث کیا جا رہی ہے تو اسکے یہ معنی نہیں کہ ہم موضع دوپٹی کو ایک خود کفیل معاشی اکائی فرض کر رہے ہیں۔

(۳) تعلیمی ترقی ——— دیہاتیوں کی لاعلمی انکے لئے گونا گوں مصیبتوں کا باعث بنی ہوئی ہے آئے دن وہ نہیں اپنی لاعلمی کی وجہ سے مختلف قسم کے مالی نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں۔ مثلاً دیہاتی چونکہ لاعلم ہوتے ہیں لہذا انہیں جب کبھی فقر وغیرہ سے متعلق کوئی کام پڑتا ہے (خواہ وہ کام استعداد معمولی کیوں نہ ہو) تو انکی اجرائی کے لئے کچھ نہ کچھ صرف کرنا پڑتا ہے۔ فروخت پیداوار کی حد تک دالال دکنی لاعلمی و جہالت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح ساہوکار بھی دکنی لاعلمی و جہالت کی بدولت جاویدجا طور پر اونکا استحصال کرتے ہیں اپنی لاعلمی کی وجہ سے وہ یہ نہیں معلوم کر سکتے کہ وہ کس شرح فیصد پر سود ادا کر رہے ہیں۔ انہیں یہ بھی نہیں معلوم ہو سکتا کہ ساہوکار نے کھاتے میں کس قسم کا اندراج کر لیا ہے۔ کیا یہ چیز دکنی لاعلمی کی وجہ سے نہیں کہ وہ بغیر سونچے سمجھے سادھے کاغذ پر ابھام کر دیتے ہیں۔ جسکی بدولت انہیں نقصان عظیم اٹھانا پڑتا ہے۔ چونکہ یہ لوگ قابلے ناواقف ہوتے ہیں لہذا جاویدجا طور پر آبائی قرضوں کی ادائیگرتے رہتے ہیں جسکی وجہ سے ان کی آمدنی کا کافی حصہ مستقل طور پر منہا ہوتا رہتا ہے۔ اپنی لاعلمی ہی کی بدولت وہ نہ تو اخراجات کاشت کا حساب رکھ سکتے ہیں اور نہ یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ کس جس کی کاشت میں انہیں نسبتاً زیادہ منافع مل سکتا ہے۔ دیگر جمہوریوں کے علاوہ اپنی لاعلمی و جہالت کی بدولت گوبر کا بری طرح استعمال کرتے ہیں۔ قلت کھاد کا اثر پیداوار پر پڑتا ہے۔ ادنی پیداوار کی وجہ سے آمدنی میں تخفیف ہوتی ہے۔ مزارعین کی حالت کو مدھار نے اور انہیں مذکورہ مختلف مالی نقصانات سے بچانے کیلئے تعلیم کا دیا جانا ضروری ہے تعلیم کا بالواسطہ اثر مزارعین کی بیداری پر پڑتا ہے۔ بیداری کی وجہ سے

مندکۃ نقصانات سے بڑی حد تک بیکردشی حاصل کیجا سکتی ہے۔ اگر دیہاتی تعلیم یافتہ اور ہوشیار ہوں تو یہی نظم متعلق ہر قسم کی تحریک بکسانی کا میاب ہو سکتی ہے۔

جب ہم تعلیم کی اہمیت و ضرورت کو محسوس کرتے ہیں تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس قسم کی تعلیم دیجانی چاہیئے۔ موجودہ حالات کا لحاظ کرتے ہوئے نہ صرف مناسب و موزوں فنی تعلیم کا انتظام کیا جائے بلکہ حرفی تعلیم بھی نہایت اہم و ضروری ہے خصوصاً زراعت کی تعلیم از بس ضروری ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے کسان سختی و جفا کش ہوتے ہیں لیکن زراعت سے متعلق انکے جتنی معلومات ہیں وہ نہایت ہی قدیم ہیں۔ موجودہ زمانہ اسکا تقاضا نہیں کہ انہی معلومات پر اکتفا کیا جائے۔ فی زمانہ حالات بالکل بدل گئے ہیں۔ زمینات کی گھٹی ہوئی زر خیزی کا مسئلہ بہت ہی اہم ہو گیا ہے۔ کسانوں کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ کس زمین کی کیا خاصیت ہوتی ہے (مانا کہ بعض تجربہ کار کسانوں کو اسکا علم ہوتا ہے لیکن سب کسان زمین کی خاصیت کو نہیں جان سکتے) کس قسم کی جنس کے لئے کس نوعیت کی کھاد کس مقدار میں دیجانی چاہیئے۔ مزید برآں انہیں جانوروں اور فصلوں کی بعض معمولی بیماریوں کی خاصیت اور انکا علاج بھی معلوم ہونا چاہیئے لیکن کسانوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقی علاج و دوا سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ فصلوں اور جانوروں کی مختلف بیماریوں کا نام تو بتلا سکتے ہیں لیکن انکا حقیقی علاج نہیں جانتے۔ زراعتی تعلیم میں کسانوں کو مذکورہ تمام باتوں کے علاوہ دیگر ضروری اور مفید معلومات سے بھی آگاہ کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک کہ باغبانی کا تعلق ہے ہمارے کسان بالکل بے بہرہ نظر آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ باغبانی کیلئے مالی مشکلات سدا رہا ہوتے ہیں لیکن اگر انہیں حل بھی کیا جائے تو موجودہ حالات کے تحت ہمارے کسان کا میاب باغبانی کرنے کے قابل نہیں جب تک کہ انہیں باضابطہ تعلیم نہ دیجائے۔ باغبانی کے ذریعہ ایک قابل لحاظ تعداد معقول آمدنی کے ساتھ اپنی پرورش کر سکتی ہے۔ اگر ڈیری فارمنگ کی تعلیم کا انتظام کیا جائے اور عوام کو اس کی ترغیب دیجائے تو اس صنعت میں بھی قابل لحاظ افراد کی کھپت ہو سکتی ہے۔ ہر طور پر زراعتی تعلیم اس نوعیت کی ہونی چاہیئے جو تمام اجزائے زراعت پر حاوی ہو۔

جہاں تک کہ عام تعلیم کا تعلق ہے وہ کم از کم اس معیار کی ہونی چاہیئے کہ جسکی بدولت دیہاتی باغبان طور پر پڑھ لکھ سکیں۔ اور معمولی قسم کی سرکاری مراعات بھی کر سکیں۔ علاوہ ازیں انہیں اتنی قابلیت بھی

ہونی چاہیے کہ وہ مختلف اخراجات و وسائل کو بڑھ کر اپنے پیشہ سے متعلق ضروری اور مفید معلومات حاصل کر لیں ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ جب تک لاعلم دیہاتیوں کی تعلیم کا باضابطہ اور موثر انتظام نہ کیا جائے دیہی اصلاح سے متعلق خاطر خواہ نتائج نہیں برآمد ہو سکتے۔ تقریباً ہر دیہات میں ایک مدرسے کا قیام ضروری ہے۔ مدرسین کی تعداد کا مدار دیہات کی وسعت پر ہوگا۔ اسیں شک نہیں کہ ہر دیہات میں ایک مدرسہ قائم کرنے کی وجہ سے تعلیمی اخراجات بہت بڑھ جائیں گے لیکن ان اخراجات کے بار کو بار نہ تصور کیا جائے۔ علاوہ ازیں معمر اشخاص اور ایسے لڑکوں کی تعلیم کیلئے جنہیں دن میں فرصت نہیں ملتی تعلیم شہیدہ کا انتظام کیا جائے۔ جب تک ایسا نہ ہو عمومیت تعلیم کا مدعا سرعت کے ساتھ پورا نہیں ہو سکتا۔

واضح رہے کہ مذکورہ بالا بلا واسطہ تدابیر کے علاوہ مزارعین کی آمدنیوں کو بڑھانے باغیاں دگرانکے معیار زندگی کو بلند کرنے کیلئے حسب ذیل بلا واسطہ تدابیر کا بھی اختیار کیا جانا ضروری ہے۔

(ب) بلا واسطہ تدابیر —————

(۱) تقسیم و انتشار اراضی کی اصلاح — زراعت کو نفع بخش بنانے کے لئے زمینات کی تقسیم اور انتشار کو دور کرنے کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ زرعی اراضیات کے اس نقص کی وجہ سے نہ صرف موضع زیر بحث بلکہ تمام ہندوستان کے کسانوں کو قابل کاٹا نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ ہماری رائے میں تقسیم و انتشار اراضی کے مسئلہ کو حل کرنے کی کارگر تدبیر یہ ہے کہ ملک کے طول و عرض میں سب حالات مناسب و موزوں صنعتوں کو ترقی دیا جائے (ان صنعتوں کی نوعیت گھریلو ہی کیوں نہ ہو۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ ہر قسم کی صنعت کا رخانہ ہی متعلق ہونی چاہیے) پیشوں کی زیادتی کا اثر بلا واسطہ طور پر زراعت پر پڑے گا۔ اور لوگ زراعت اختیار کرنے کے لئے ایسے مجبور نہ ہوں گے جیسے کہ اب ہیں۔ گویا صنعتی ترقی کی وجہ سے زراعت کا موجودہ بار کم ہوگا اور تقسیم اراضی کی سابقہ شدت برقرار نہ رہے گی۔ تحدید آبادی کا بلا واسطہ اثر بھی تقسیم اراضیات کی شدت کو کم کرے گا۔ کیونکہ پیشوں کے فقدان کے ساتھ ساتھ جس سرعت سے آبادی میں اضافہ ہوگا (اشتراک خاندان کے زوال کی بدولت اسی سرعت کے ساتھ اراضیات کی تقسیم و تقسیم عمل میں آئے گی اور تقسیم اراضیات کے ساتھ انتشار کی کیفیت بھی بڑھتی جائے گی۔ لہذا تقسیم و انتشار اراضیات کی شدت کو روکنے کیلئے نہ صرف یہ ضروری ہے کہ ملک کے

طول و عرض میں مناسب حالت اور موزوں صنعتوں کو حرقی دی جائے بلکہ اسکے لئے آبادی کی تحدید بھی ضروری ہے۔ مزید برآں موثر پروڈکٹس کے ذریعہ مزارعین کو تقسیم و انتشار اراضیات کے حقیقی نقصانات سے واقف کرایا جائے اور انہیں اس امر کی ترغیب دی جائے کہ بزرگ خاندان کی وفات پر ہر قطعہ اراضی میں سے جدا جدا حصص کرنے کی بجائے جہاں تک ہو سکے اراضی کی اس طور تقسیم کریں کہ اسکی بدولت کم سے کم قطعہ ہونے پائیں موجودہ انتشار کو کم کرنے کے لئے کسانوں کو الحاق یا اتصال اراضیات کی ترغیب دی جائے۔ چنانچہ یہ تحریک پنجاب صوبہ کے متوسط میں قابل لحاظ طور پر کامیاب ثابت ہو چکی ہے۔ پنجاب میں اس تحریک کی کامیابی کا ایک اہم سبب یہ بتلایا جاتا ہے کہ بلحاظ زرخیزی وہاں کی زمینات تقریباً یکساں ہیں۔ اسیں شک نہیں کہ الحاق یا اتصال اراضیات میں اختلاف زرخیزی کی وجہ سے بہت رکاوٹ پیدا ہوتی ہے لیکن اس وقت کو بھی رفع کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ رفع کرنے کی کوشش کی جائے فرض کیجئے دو کسان اپنی اراضی کے ایک قطعہ کا تبادلہ کرنا چاہتے ہیں لیکن وقت یہ ہے کہ ایک کسان کا قطعہ ۲ ایکڑ ہے اور دوسرے کا دیر چھ ایکڑ علاوہ ازیں مل لکر قطعہ نسبتاً کم زرخیز ہے اور آخر الذکر نسبتاً زیادہ زرخیز۔ اگر زمینیں حالات کو اچھی طرح سمجھ لیں تو ایکرا اراضی (جو نسبتاً کم زرخیز ہے) کا دیر چھ ایکرا اراضی سے (جو نسبتاً زیادہ زرخیز) تبادلہ کرنا زمین کے حق میں باعث نقصان نہ ہوگا۔ اگر زمینیں یہ محسوس کریں کہ اس قسم کے مبادلہ میں ان کا نقصان ہے تو اس نقصان کی تلافی شکل زیر کیا جاسکتی ہے۔ بعض کسان ایسے بھی ملتے جو بہر حال (خواہ مبادلہ میں انکا فائدہ ہو یا نقصان) اراضی کا مبادلہ نہیں کرنا چاہتے اس قسم کے کسانوں کو قانوناً مجبور کیا جانا چاہیئے۔ جو افراد اتصال اراضی کی خاطر قطعہ اراضی کا مبادلہ کریں ان سے رجسٹری کا معاوضہ لیا جائے بلکہ ملکیت کا اندراج زمین کے نام پر بلائیں کیا جائے۔ اگر فی رجسٹری بجائے تو یہ چیز زمین کے حق میں بار ثابت ہوگی۔ نہ صرف یہ بلکہ اتصال اراضیات میں رکاوٹ کا باعث بنے گی اتصال اراضی کا کام اگر موثر طریق پر جاری رکھا جائے تو فی الوقت قابل لحاظ اراضیات یکجا ہو سکتی ہیں جبکہ

۱۔ مختلف نقاط نظر سے ہندوستان کی موجودہ آبادی میں تحدید کی سخت ضرورت ہے اگر کمزور اور نہایت

ادنیٰ کارگزار آبادی میں دن بدن اضافہ ہوتا جائے تو حالات بد سے بدتر ہوتے جائیں گے۔ ہمارے لئے اضافہ آبادی کا

مسئلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا برعکس اسکے افراد کی کارکردگی کو بہتر بنانے کا مسئلہ بہت اہم ہے۔

ہم نے تقسیم و انتشار ارضیات کے گوناگوں انقاص کو چند باسجھ اور تجربہ نگار کسانوں کے سامنے بیان کیا اور افعال ارضیات کی تحریک پیش کی تو تقریباً تمام کسانوں نے اس سے اتفاق کیا بشرطیکہ اس کی وجہ سے زمین کا کوئی حقیقی نقصان نہ ہو۔ کسانوں کو تقسیم و انتشار ارضی کے نقصانات سے بچانے کے لئے ایک طرف تو سرگرم طریق پر افعال ارضیات کی ترغیب دیجانی چاہیے اور دوسری طرف مشترک کاشت کی ترغیب بھی نہایت ضروری ہے۔ حالات کے دیکھتے معلوم ہوتا ہے کہ اشتراک خاندان کا طریق ہندوستان کے مختلف حصص میں دن بدن کم زور ہوتا جا رہا ہے۔ موضع زیر بحث میں بھی بہت کم خاندان اس طریق پر عمل پیرا ہیں۔ ساہلے مابقی میں ہندوستانی خاندان (بالخصوص ہندو) بالعموم مشترک طور پر دولت پیدا کرتے اور مشترک طور پر صرف کرتے تھے لیکن اب واقعات بالکل برعکس نظر آتے ہیں۔ گوناگوں وجوہات کی بنا پر بزرگ خاندان کی وفات پر تقریباً ہر وارث یہ چاہتا ہے کہ اپنا گھر بار علیحدہ کرے۔ اس رجحان کی وجہ سے بھی تقسیم و انتشار ارضیات کا مسئلہ اہم تر ہوتا جا رہا ہے۔ فی زمانہ اگر اشتراک خاندان کا طریق غیر مفید ثابت ہو رہا ہے تو تقسیم و انتشار ارضیات کو حل کرنے کے لئے کم از کم مشترک کاشت کی ترغیب دیجانی چاہیے۔ مشترک کاشت کا طریق موضع زیر بحث کیلئے کوئی نیا طریق نہیں۔ کیونکہ بعض خاندان اس میں شک نہیں کہ علیحدہ علیحدہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن کاشت کی حد تک مشترک کے نظر آتے ہیں خصوصاً کٹنے کی کاشت (جس میں زیادہ اخراجات لاحق ہوتے ہیں) بالعموم مشترک طور پر کیجاتی ہے کہ کو لہو عام طور پر مشترک طور پر خریدا جاتا ہے اور مشترک طور پر اس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ ان حالات کے تحت اگر ہلے دیہات میں کسانوں کو مشترک کاشت کے گوناگوں نواید سے آگاہ کیا جائے اور موثر طور پر انہیں اس کی ترغیب دیجائے تو کوئی وجہ نہیں جو یہ تحریک کامیاب ہوتی نظر نہ آئے۔ مختصر یہ کہ صنعتی ترقی تحدید آبادی۔ افعال ارضیات اور مشترک کاشت کی ترغیب کے ذریعہ تقسیم و انتشار ارضی کی موجودہ نوعیت کو قابلِ لحاظ طور پر کم کیا جاسکتا ہے۔ جسکی بدولت مزارعین کے مصارف کاشت میں تخفیف ہوگی بالفاظ دیگر ان کی آمدنیوں میں اضافہ ہو سکے گا۔

(۲) زرعی اصل کی اصلاح — واضح رہے کہ زرعی اصل میں مویشی آلات زراعت

مصنوعی ذرائع آبپاشی۔ کھاد اور تخم کو شامل کیا گیا ہے۔ مزارعین کی آمدنیاں نہ صرف ارضیات کی تقسیم

انتشار کی وجہ سے کم ہوتی ہیں بلکہ زرعی مال کے گونا گوں نقص کا بھی کسی آمدنی پر نمایاں اثر پڑتا ہے۔

موشی — موشیوں کی حد تک سب سے اہم مسئلہ انکی کارکردگی کا ہے۔ موشیوں کی ادنیٰ کارکردگی کی وجہ سے غیر محسوس طریقہ پر مصارف کاشت بڑھ جاتے ہیں۔ مصارف کاشت کی زیادتی کا اثر آدمیوں پر پڑتا ہے۔ لہذا آدمیوں میں اضافہ کی خاطر نہ صرف تقسیم و انتشار اراضی کی اصلاح ضروری ہے بلکہ موشیوں کی کارکردگی کو بہتر بنانے کا مسئلہ بھی اس قدر اہم ہے۔ موشیوں کی کارکردگی کو بہتر بنانے کیلئے حسب ذیل تدابیر اختیار کئے جانے چاہئیں۔

الف۔ موشیوں کی تعداد میں تخفیف۔

ب۔ موشیوں کے رکھ رکھاؤ اور چارہ کا بہتر انتظام۔

ج۔ نسل کشی کا انتظام

د۔ علاج حیوانات کا معقول و بروقت انتظام۔

الف۔ موضع زیر بحث میں انسانی آبادی اور جانوروں کی آبادی ہر دو کے مسائل یکساں نظر آتے ہیں اگر ہم ہر دو مسائل کا تقابلی مطالعہ کریں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہر دو صورتوں میں اگر ایک طرف ذرائع معاش محدود ہیں تو دوسری طرف آبادی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ تجدید خوراک اور اضافہ آبادی (خواہ وہ انسانوں کی ہو یا جانوروں کی) کا اثر قلت خوراک کی صورت میں نمودار ہو گا اور قلت خوراک کی وجہ سے کارکردگی متاثر ہوگی۔ ۱۳۳۸ھ (م اکتوبر ۲۹ء - ۱۹۲۸ء) میں موضع زیر بحث کے جملہ زرعی و غیر زرعی جانوروں کی تعداد ۱۲۳۱ تھی لیکن اب ۱۶۹۲ ہو گئی ہے۔ اس اضافہ کے ساتھ ساتھ چاہیے تھا کہ فی سو جانور رقبہ گاران میں بھی زیادتی ہوتی لیکن اس میں تخفیف نظر آتی ہے۔ ۱۳۳۸ھ (م اکتوبر ۲۹ء - ۱۹۲۸ء) میں فی سو جانور اوسط رقبہ گاران ۳۱،۷۷۷ کیکر تھا لیکن اب ۲۳،۵۰۰ کیکر ہو گیا ہے۔ موضع زیر بحث میں جانوروں کی کثرت کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پر فی سو کیکر کاشت شدہ اراضی کیلئے بحیثیت مجموعی ۱۴۹ زرعی و غیر زرعی جانور ہیں۔ حالانکہ شاہی زرعی کمیشن نے بتلایا ہے کہ برٹش انڈیا میں فی سو کاشت شدہ رقبہ کیلئے بحیثیت مجموعی (۶۷ + ۲۷) ۹۴ جانور ہیں۔ کمیشن کی رائے میں یہ تعداد زیادہ ہے۔ لیکن موضع زیر بحث میں

فی سویکر کا مت شدہ رقبہ کیلئے جانوروں کی تعداد ۹۲ سے بھی بہت زیادہ یعنی تقریباً ۱۴۹ ہے۔ ان حالات کے تحت موضع ہذا کے جانوروں کی آبادی کے متعلق ہم یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ وہ کثیر الا باوہے جانوروں کیلئے قلت خوراک کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ خوراک کی مسلسل کمی اور کثرت کاری بدولت خصوصاً زراعتی جانوروں (جو زراعت میں براہ راست مدد دیتے ہیں) کی حالت ناگفتہ بہ نظر آتی ہے۔ لہذا ان کی کارکردگی کو بہتر بنانے کیلئے ضرورت اس امر کی ہے کہ انکی تعداد میں تخفیف کی جائے۔ پانچویں فصل میں ہم بتا چکے ہیں کہ جلد زرعی جانوروں کا لحاظ کرتے ہوئے ۳ و ۴ فیصد جانور زیادتی عمر وغیرہ کی وجہ سے بالکل ازکار رفتہ ہو گئے ہیں ان جانوروں کو قصابوں کے ہاتھ فروخت کر دیا جانا چاہیئے۔ مزید برآں اسی فصل میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ جلد زرعی جانوروں کا لحاظ کرتے ہوئے ۲ و ۳ فیصد جانور کارگزار ہیں۔ ۶۰ و ۳ فیصد کارگزار جانوروں میں سے صرف ۸ و ۲ فیصد معیاری ہیں اور باقی ۵۲ فی صد غیر معیاری جانور ہیں۔ ۵۲ فیصد جانوروں میں سے ۲۴ و ۳ فیصد جانوروں کی کارکردگی مقابلاً خراب اور ۲۷ و ۲ فیصد کی بہت ہی خراب ہے۔ ہر کسان کی یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے ۴ خراب جانوروں کی بجائے دو اچھے جانور رکھے۔ کیونکہ ۲ اچھے جانور اسی قدر کام کر سکیں گے جقدر کہ ۴ خراب جانور انجام دے سکتے ہیں۔ چنانچہ پانچویں فصل میں ہم نے بتلایا ہے کہ معیاری ہیلوں کی ایک جوڑ روزانہ ۳۰ گنٹہ تری یا ۲۰ گنٹہ خشکی کی بل چلائی کر سکتی ہے۔ حالانکہ ادنیٰ قسم کے ہیلوں کی ایک جوڑ روزانہ صرف ۵ گنٹہ تری یا ۱۰ گنٹہ خشکی کی بل چلائی کر سکتی ہے۔ ان حالات کے تحت اگر کسان معیاری ہیلوں رکھنے کی کوشش کریں تو موجودہ ادنیٰ قسم کے ہیلوں کی تعداد میں (جو کہ مجموعی زرعی جانوروں کی تعداد کا لحاظ کرتے ہوئے ۱۲ و ۹ فیصد ہیں) ۵۰ فیصد تخفیف کی گنجائش ہے۔ ٹھیک اسی طور پر معیاری قسم کے بھینسے رکھنے کی وجہ سے ادنیٰ قسم کے بھینسوں کی تعداد میں ۵۰ فیصد تخفیف ہو سکتی ہے۔ اگر درجہ دوم کے ہیلوں بھینسوں کی حالت کو ٹھیک کیا جائے تو جانوروں کی تعداد میں تخفیف کی مزید گنجائش نکل آتی ہے۔

جہاں تک کہ موضع زیر بحث کی گائیوں اور بھینسوں کا تعلق ہے ان کی حالت بہت ہی ناگفتہ بہ ہے چنانچہ ہم نے پانچویں فصل میں درجہ اول و دوم اور سوم قسم کی گائیوں اور بھینسوں کی کارکردگی کا تفصیل سے بتلایا ہے۔ جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قوت تولید اور خصوصاً دودھ دینے کی صلاحیت سے کم

لحاظ کرتے ہوئے موسم ہذا کی گائیوں اور بھینسوں کی حالت بہت ہی خواہد ہے۔ یہ بات کہ تعداد قابل افسوس کی یہاں کی بہتر سے بہتر گائے روزانہ سوا سیر اور بہتر سے بہتر بھینس روزانہ ڈھائی سیر سے زائد دودھ نہیں دے سکتی واضح ہے کہ اس قسم کے گائیوں اور بھینسوں کی تعداد بہت ہی محدود ہے۔ دوم اور سوم قسم کی گائیں اور بھینسیں تعداد میں بہت زیادہ ہیں دوم قسم کی گائے روزانہ ڈھائی پاؤ اور سوم قسم کی گائے روزانہ پاؤ سیر سے زائد دودھ نہیں دے سکتی۔ اس طرح دوم قسم کی بھینس روزانہ پونے دو سیر اور سوم قسم کی بھینس روزانہ سوا سیر سے زائد دودھ نہیں دے سکتی ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس قسم کی ادنیٰ کارکردگی والی گائیوں اور بھینسوں کو ایک شیر تعداد جمع رکھنے سے بجائے فائدے کے نقصان ہوگا۔ کیونکہ ادنیٰ اقسام کی گائیوں اور بھینسوں کی یہ تعداد چارہ کے ذرائع پر ایک قسم کا بار ثابت ہوگی۔ انکی تعداد کی زیادتی کی وجہ سے زراعت میں براہ راست مدد دینے والے جانور یعنی بھینسے اور بیلوں کیلئے قلت چارہ کا مسئلہ بہت ہی اہم ہو جائیگا نتیجہ کہ کی خوراک کی بدولت (جسکو ہمارے کسان یہی طور پر محسوس نہیں کرتے) اگر ایک طرف بیلوں اور بھینسوں کی حالت خراب ہوتی جائیگی تو دوسری طرف گائیوں اور بھینسوں کی حالت بد سے بدتر ہوگی۔ لہذا بہتر و مناسب یہی ہے کہ ادنیٰ اقسام کی گائیوں اور بھینسوں کی تعداد میں بھی تخفیف کی جائے۔ ۲ خراب گائیوں اور ۲ خراب بھینسوں کی بجائے ایک اچھی گائے اور ایک اچھی بھینس رکھی جائے تو انکی تعداد میں بھی ۵ فیصد تخفیف کیا جاسکتی ہے۔ اگر ادنیٰ اقسام کے بھینسے بیلوں گائیوں اور بھینسوں کی تعداد میں مکملہ تخفیف کی جائے تو چھلہ کا مسئلہ بڑی حد تک حل ہو جائے گا۔ اچھے جانوروں کو اچھی غذائیں ملے گی اور وہ عمدگی کے ساتھ اپنا کام انجام دے سکیں گے۔

(ب) رکھ رکھاؤ اور چارہ کا بہتر انتظام — مویشیوں کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے ایک طرف تو ان کی تعداد میں نمایاں تخفیف کی جانی چاہیے اور دوسری طرف چارہ کے موجودہ ذرائع سے بہتر سے بہتر استفادہ کیا جائے۔ چنانچہ شاہی زرعی کمیشن نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے اور ہمیں کمیشن کی اس رائے سے پورا اتفاق ہے کیونکہ ان دو صورتوں کے علاوہ تیسری مفید شکل نظر نہیں آتی۔

چارہ کے موجودہ ذرائع سے بہتر استفادہ کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ موسم بارش میں جبکہ چارہ کی کثرت ہوتی ہے اسکا ذخیرہ کیا جائے۔ ذخیرہ کے لئے سیلاج کا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ جسکے سیلاج چارہ کا

ذخیرہ کر۔ نہ کی ترکیب یہ ہے کہ زمین میں ۱۰ فیٹ لانا۔ ۸ فیٹ چوڑا اور ۸ فیٹ گہرا گڑھا کھود دیا جائے اس گڑھے کو چارہ سے بھر کر مٹی سے ڈھانک دیا جائے۔ سیلاب کا جمع کیا ہوا چارہ خصوصاً دودھ دینے والے جانوروں کے لئے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔

وحان اور حوار کی فصلوں سے جو چارہ حاصل ہوتا ہے اسکو احتیاط کے ساتھ زیر سایہ رکھا جائے لیکن موضع ہذا میں قلت جگہ کی وجہ سے چارہ کو زیر سہاگری کی شکل میں رکھا جاتا ہے۔ موسم گرما میں ان گریوں کو بعض مرتبہ آگ لگ جاتی ہے جسکی بدولت کسانوں کو بہت ہی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ مزید برآں بارش کے موسم میں چارہ کی گری بھیگ بھیگ کر چارہ سڑ جاتا ہے۔ بارش کی وجہ سے ہر سال چارہ کی قابل لحاظ مقدار خراب ہوتی رہتی ہے آگ اور پانی سے چارہ کی حفاظت کی جائے تو اسکی کافی مقدار بچ سکتی ہے۔

ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ جب جانوروں کے آگے چارہ ڈالا جاتا ہے تو وہ اسکی قابل لحاظ مقدار کو کھنڈل کر خراب کر دیتے ہیں۔ چارہ ڈالنے کا انتظام اس طور پر کیا جائے کہ مویشی چارہ کو خراب نہ کر سکیں۔ جہاں تک کرکڑی کا تعلق ہے وہ عام طور پر یوں ہی ڈال دی جاتی ہے جسکی وجہ سے اگر ایک طرف مویشیوں کو کرکڑی چبانے میں دقت ہوتی ہے تو دوسری طرف وہ اسکو پوری طرح نہیں کھا سکتے۔ لہذا کرکڑی (جسکی موضع ہذا میں بہت قلت ہے) کا کافی حصہ اٹنگان جاتا ہے۔ اگر کرکڑی کو کتر کر ڈالا جائے تو نہ صرف مویشیوں کو کھانے میں سہولت ہوگی بلکہ غیر ضروری طور پر کرکڑی خراب بھی نہونے پائیگی۔

چارہ کی کفایت کیلئے موجودہ رقبہ گاران کا مناسب انتظام بھی ضروری ہے۔ فی الوقت رقبہ گاران کی کوئی تنظیم نہیں۔ جسکے جانور جلد صحران پر چر سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ بہت سی گھاس مخصر و نند نے میں خراب ہو جاتی ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ گاران کے باضابطہ قطعات کئے جائیں اور باری باری چند یوم کے عرصے سے دیہات کے جملہ جانور ایک ایک قطعوں پر چرائے جائیں۔ اس ترکیب کی وجہ سے چارہ غیر ضروری طور پر خراب نہونے پائیگا۔ حصول چارہ کی ایک اور صورت یہ ہے کہ مزارعین کو چارہ کی اراضی فصلیں اگانے کی ترغیب دی جائے مگر اس بارے میں سب سے اہم مالی دقت پیش آتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جن ارضیات پر چارہ کی فصل اگائی جائے ان پر محصول آبپاشی معاف کیا جائے۔ موضع زیر بحث میں اگر یہ سہولت ہم پر ہونے لائی جائے تو ہمیں توقع ہے کہ کسانوں کی

ایک قابل لحاظ تعداد چارہ کی فصلیں اگانے پر راضی ہوگی۔

(ب) جانوروں کے رکھ رکھاؤ کا باضابطہ انتظام — مویشیوں کی کارکردگی کو بہتر بنانے کیلئے نہ صرف چارہ کا بہتر انتظام کیا جانا چاہیئے بلکہ مویشیوں کے رکھ رکھاؤ کا باضابطہ انتظام بھی ضروری ہے۔ جانوروں کو ٹھے (وہ مقام جہاں کہ جانوروں کو باندھا جاتا ہے) نہ صرف بند ہوتے ہیں بلکہ غلط بھی۔ خصوصاً موسم ہال میں نکاسی آپ کا باضابطہ انتظام نہ ہونے کی وجہ سے انکی حالت خراب رہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ غلاطی کی وجہ سے کوٹھے بھی متعلق ہونگے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کوٹھوں کو ہمیشہ خشک اور صاف رکھا جائے اور ہوا کے داخل ہونے کے لئے باضابطہ روشندان رکھے جائیں۔ جانوروں کو عام طور پر بری طرح کوٹھے میں بھردیا جاتا ہے۔ خصوصاً گائیوں کے ساتھ یہ طرز عمل بہت عام ہے۔ قلت بکے اور جانوروں کی کثرت کی وجہ سے غیر محسوس طریق پر جانور کی صحت متاثر ہوتی ہے۔ خصوصاً اُس زمانہ میں جبکہ کوئی متعدی بیماری پھیلی ہوئی ہو۔ جانور بہت جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ اکثر کوٹھے محض برائے نام ہوتے ہیں۔ انہیں نہ صرف بارش کا پانی نیچے اترتا ہے بلکہ سر دی کے زمانے میں جانور اُس سے بھی بچ نہیں سکتے۔ لہذا جانوروں کی صحت اور کارکردگی کو برقرار رکھنے یا بڑھانے کیلئے نہ صرف اچھی غذا و کجانی چاہیئے بلکہ اونکی رہائش کا انتظام بھی اچھا ہونا چاہیئے۔

(ج) نسل کشی کا باضابطہ انتظام — مویشیوں کی کارکردگی کو بہتر بنانے کیلئے نہ صرف مویشیوں کی تعداد میں تخفیف کی جانی چاہیئے اور چارہ کے ذرائع سے بہتر سے بہتر استفادہ کیا جائے بلکہ اسکے لئے نسل کشی کا باضابطہ انتظام بھی ضروری ہے۔ فی الوقت ہمارے کسان اس کام کی جانب بالکل بے بہرہ نظر آتے ہیں اُنکے ہاں نسل کشی کا کوئی نیکل ہی نہیں گائے ران میں اچھے اور بوسے جانور کیساں طور پر چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ لہذا اچھی گائیوں اور خراب بیل۔ خراب گائیوں اور اچھے بیلوں کے اختلاط کی وجہ سے اچھی نسل پیدا ہونے نہیں پاتی۔ اکثر مرتبہ خراب گائیوں اور خراب بیلوں کا اختلاط بھی ہو ا کرتا ہے۔ اس اختلاط کی وجہ سے جس نوعیت کی نسل پیدا ہوگی وہ پوشیدہ نہیں۔ بیلوں اور گائیوں کو گائے ران میں کیسا قہ چھوڑ دینے کی وجہ اکثر مرتبہ غیر خبیثہ گائیوں (ان گائیوں سے ایسی گائیں مراد ہیں جنہیں بچہ دینے کی قابلیت بطور اتم پیدا نہیں ہوتی) کا اختلاط ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ بچہ کمزور پیدا ہوتا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ گائیوں اور بیلوں کے

چرنے کا علاحدہ علیحدہ انتظام کیا جائے۔ اس انتظام کی وجہ سے اسیں شکم نہیں کہ تعویذی بہت وقت اٹھانی پڑتی لیکن اسکا بہت ہی مفید اثر تترترب ہوگا۔ سرکاری مزرعہ جات پر عمدہ قسم کے بیل زیادہ تعداد میں رکھے جائیں اور موثر پروہنگندے کے ذریعہ مزارعین کو ایک طرف تو عمدہ قسم کی گائیں رکھنے کی ترغیب دی جائے اور دوسری طرف انہیں عمدہ اختلاط کے حقیقی فوائد سے آگاہ کیا جائے۔ بہر طور مویشیوں کی کارکردگی کو بہتر بنانے کیلئے عمدہ غذاؤں نسل کشی کا معقول انتظام نہایت ضروری ہے۔

(حر) علاج حیوانات — جس طرح کسان آٹے دن متعدد بیماریوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں ایسے طرح انکے مویشی بھی مختلف امراض میں مبتلا رہتے ہیں جنہیں سے بہت کم بیماریوں کا علاج کسانوں کو اچھی طرح معلوم ہوتا ہے۔ بعض متعدی بیماریوں کے وقت کسان بالکل بے دست و پا ہو جاتے ہیں اور سمجھنے لگتے ہیں کہ چونکہ وہ انکی وجہ بیماری ٹھیک نہیں ہو رہی ہے لہذا جانور پر شیطاں کا اثر ہو گیا ہے۔ اس اثر کو دور کرنے کیلئے شیطان کے نام پر بکرا ذبح کیا جاتا ہے۔ جو وقت غیر متعلقہ وضع میں قیمتی عایدہا تنکے تقریباً تمام جانور گالی کی بیماری میں مبتلا تھے۔ اس بیماری کو دور کرنے کیلئے کسانوں میں اس تحریک کا آغاز ہو چکا تھا کہ بحیثیت مجموعی تمام دیہات سے چندہ کر کے کچھ بکرے ذبح کئے جائیں تاکہ گالی کی بیماری دیہات سے چلی جائے۔ لیکن یہ کہ اب تک اس تحریک کو عملی جامہ پہنا دیا ہوگا۔ مزارعین کو صحیح مصارف سے بچانے کے لئے موثر پروہنگندے کے ذریعہ انکی تعلیم پرستی کو دور کیا جائے۔ مزید برآں علاج حیوانات کا معقول انتظام کیا جائے۔ فی الوقت نظام آباد اجمو موضع زیر بحث سے تقریباً ۱۵ میل میں جانوروں کا ایک دواخانہ موجود ہے لیکن کسان اس سے خاطر خواہ طور پر مستفید ہوتے نظر نہیں آتے۔ امراض مویشیان کا معقول اور بروقت علاج نہ صرف ایلیئے ضروری ہے کہ اس کی بدولت جانوروں کی کارکردگی ٹھیک ہو سکتی ہے بلکہ اموات مویشیان میں تخفیف کی وجہ سے کسانوں کا قرض بھی بہت کچھ ہلکا ہو سکتا ہے کیونکہ کسانوں کو جانور بالعموم اس وقت خریدنا پڑتا ہے جبکہ وہ فوت ہو جاتے ہیں۔

آلات زراعت — جدید اور مناسب حال آلات کے استعمال کا مسئلہ بھی ایسا ہی اہم ہے جیسا کہ مویشیوں کی کارکردگی کا مسئلہ۔ مزارعین کی موجودہ پست معاشی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے عام طور پر قدیم آلات کے لئے مویشیوں کے مختلف امراض اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

استعمال ہی کو مناسب خیال کیا جاتا ہے۔ مالی وقت کا سوال اس میں شک نہیں کہ بہت اہم ہے لیکن اگر ہم اپنی ذرا بہتر نمانیاں اور نیکی پیداوار کے ادھکا کو بڑھانا چاہیں تو ماہرین کی رائے کے مطابق اس نوعیت کے آلات استعمال کئے جائیں کہ جنگی بدولت ہل چلائی اور تخم ریزی وغیرہ کا کام بہتر سے بہتر طریق پر ہو سکے۔ ہمارا خیال نہیں کہ قدیم آلات چونکہ قدیم ہیں لہذا وہ بے ہیں۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ قدیم آلات ہی میں اس قسم کی تبدیلی کرنی چاہیے کہ جنگی بدولت اگر وہ ایک طرف نسبتاً کم قیمت میں دستیاب ہو سکیں تو دوسری طرف اپنے مقصود کام کو بہتر سے بہتر طریق پر انجام دیں اس قسم کے آلات کی فراہمی اور اس سے متعلق تحقیق محکمہ زراعت کا کام ہو نا چاہیے۔ انا کہ ہم اے اس کے تجسس برائی مزرعہ جات پر تحقیق اور تجربوں کا کام نہایت عمدہ طریق پر ہو رہا ہے لیکن جہاں تک کہ پروگنڈے کا تعلق ہے یہ مزید بہت ہی قابل تنقید ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مزرعہ نظام آباد اور مزرعہ رور پر ہر سال نمائش ہوتی ہے لیکن اس نمائش کا کام بالکل نمائشی ہوتا ہے جس سے کسان حقیقی طور پر استفادہ نہیں کر سکتے۔ موزوں اور مناسب آلات کی ترویج کیلئے موثر پروگنڈے کو کام میں لایا جائے۔ اور مختلف ہوتیں محکمہ زراعت کی جانب سے ہم پر پہنچائی جائیں کسانوں کو اس بات کی ترغیب دی جانی چاہیے کہ وہ جدید آلات کو مشترکہ طور پر خریدیں جو صلح کہ کہ وہ عام طور پر مشترکہ ہیئت سے خرید جاتے ہوئے خواہ جدید آلات ہوں یا ترقی یافتہ آلات ہر دو کا اصولی استعمال عمدہ پیداوار حاصل کرنے میں بہت ہی مؤثر مصنوعی ذرائع آب پاشی ——— ذرائع آب پاشی کی حد تک ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ موضع زراعت میں بطور اہم موجود ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان ذرائع سے خاطر خواہ طور پر استفادہ نہیں کیا جا رہا ہے۔ مزارعین کا خیال ہے کہ چونکہ خشک اراضیات کے مقابل تر اراضیات کی مالگداری بہت زیادہ ہوتی ہے لہذا وہ نہیں خشک اراضیات کے مقابل تر اراضیات کی کاشت میں بہت کم منافع مند ہے لیکن ہم نے بتلایا ہے کہ خشک اراضیات کے مقابل تر اراضیات کی کاشت میں قلیل منافع کے وجہ کچھ اور ہیں۔۔۔۔۔۔ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر تر اراضیات کی کاشت مناسب اصول پر کی جائے تو اس میں خشک اراضیات کی کاشت سے کہیں زیادہ منافع کی گنجائش ہے چونکہ کسان تر زمینات سے عموماً بدظن نظر آتے ہیں لہذا موضع کی تر اراضیات کا ایک قابل لحاظ حصہ خارج از کاشت پڑا ہوا ہے۔ کئی بنا پر حکومت کو موقعہ رقم مالگداری (۱۹۳۷ء) سے ۱۳۵۰ روپے کم مالگداری وصول ہو رہی اگر زراعتی تعلیم کا باضابطہ انتظام ہو جائے اور کسان مناسب اصول پر تر اراضیات کی کاشت کرنے لگیں تو

اونہیں قابل لحاظ منافع ملنے لگے گا۔ موجودہ خارج از کاشت ارضیات زیر کاشت آجائیگی۔ اوسط رقبہ فی کاشت کدو بڑھے گا اور حکومت کو بھی معقول آمدنی ہوگی جس سے فلاح عامر کے بہت سے تعمیری کام کئے جاسکیں گے۔

کھاد۔۔۔ اس سے قبل ہم نے کھاد کی طلب و رسید پر روشنی ڈالتے ہوئے بتلایا ہے کہ کھاد (م) اکتوبر ۲۸ ۱۹۳۷ء کے جملہ کاشت شدہ رقبے سے عمدہ پیداوار حاصل کرنے کیلئے جس قدر کھاد درکار تھی اس سے ۵۲۴ فیصد کم کھاد دستیاب ہوئی اگر وہ ارضیات جو فی الوقت خارج از کاشت ہیں زیر کاشت آجائیں تو کھاد کا قلت میں مزید اضافہ ہو جائیگا۔ نہ صرف یہ بلکہ تمام ہندوستان کیلئے قلت کھاد کا مسئلہ دن بدن اہم تر ہوتا جا رہا ہے اس مسئلہ کو حل کرنیکی سب سے بہتر اور کارگر تدبیر یہ ہے کہ ایک طرف تو کھاد کے قدرتی ذرائع سے پورا پورا استفادہ کیا جائے اور دوسری طرف ارزاق قسم کی مصنوعی کھادوں کی ترویج عمل میں لائی جائے۔

کھاد کے موجودہ ذرائع سے کلی طور پر استفادہ کرنے کیلئے ضرورت اس امر کی ہے کہ گوبر کی جملہ پیداوار کو نہایت احتیاط کے ساتھ محفوظ کر لیا جائے۔ ہم نے اندازہ لگایا ہے کہ مکانات کے سینے چھڑکنے اور بطور ایندھن استعمال کرنے میں سالانہ ۱۸۱۲۵ ہنڈی گوبر صرف کیا جاتا ہے۔ اگر اس گوبر کو محفوظ کر لیا جائے اور اسکی کھاد تیار کی جائے تو ۵۱۲۳ فی صد کی میں ۲۶۹۴۲ فی صد کی کی تلافی کی جاسکتی ہے بالفاظ دیگر اگر گوبر کو مکانات کے سینے چھڑکنے اور بطور ایندھن جلانے میں صرف نہ کیا جائے اور اس کی کھاد تیار کر کے کاشت کیلئے استعمال کی جائے تو کھاد کی قلت ۵۱۲۳ فی صد کی بجائے ۲۴۵ فیصد رہے گی۔

مزارعین کیلئے یہ امر بہت وقت طلب ہے کہ وہ گوبر کے استعمال کو ایک سخت ترک کر دیں۔ البتہ موثر پروڈیگنڈے کے ذریعہ یہ عادت بتدریج رفع ہو سکتی ہے۔ موضع ہذا کے قرب وجوار میں اکثر و بیشتر جنگل میں خصوصاً موسرہ کا جنگل بہت وسیع ہے یہاں سے لکڑی باسانی فراہم کی جاسکتی ہے ہمنے اندازہ لگایا ہے کہ اگر ایک خاندان گوبر جلانے کی بجائے لکڑی استعمال کرے تو سالانہ ۱۲ روپیہ کی لغایت کر سکتا ہے۔

گوبر سے پوسے پوسے طور پر استفادہ کرنے کے بعد کھاد کی جو قلت (۲۴۵) فیصد ہوتی ہے اسکو پورا کرنے کیلئے جانوروں کا بیشتاب جمع کیا جائے جو کہ ٹائٹروجن مائل کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ اگر مویشیوں کے

اسکا کوئی خیال ہی نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ماحول کا لحاظ کرتے ہوئے محکمہ زراعت کی جانب سے عہدہ قسم کے تخم کی تشہیر کا کام موثر طریقہ پر جاری رکھا جائے۔ بعض کسانوں کو عہدہ قسم کے تخم مفت دیے جائیں اور بعض مستطیع کسانوں سے رعایتی قیمت چھوٹی کی جائے۔ ابتداً مختلف سہولتوں کے ذریعہ کسانوں کی توجہ عہدہ تخم کے استعمال کی طرف مبذول کرائی جائے۔ جب وہ انکے فوائد سے آگاہ ہو جائیں گے تو اس وقت عہدہ تخم کا استعمال عام ہو جائیگا۔

فصلوں اور اونکی بیماریوں کا سدباب — انسانوں اور جانوروں کی طرح فصلوں کو بھی آئے دن مختلف قسم کی بیماریاں ہوتی رہتی ہیں۔ مزارعین کا بیان ہے کہ نہر نظام ساگر کی اجڑائی کے بعد سے ”کاما روگم“ ”بردی روگم“ اور ”ٹکلیار روگم“ بہت عام ہو گئے ہیں۔ کاما روگم کی وجہ سے وہاں کے پودے میں ایک قسم کا چھترتا پیدا ہوتا ہے۔ پودوں کی فصل کمزور کر دیتا ہے۔ بردی روگم کی وجہ سے دھان سفید ہو کر خراب ہو جاتا ہے۔ ٹکلیار روگم بدولت وہاں کے خوشے لال ہو کر پھرتا جاتا ہے۔ ان بیماریوں کی وجہ سے کسانوں کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے۔ کسانوں کا بیان ہے کہ انہیں ان بیماریوں کا کوئی علاج معلوم نہیں۔ حکومت کے جانب سے بھی ان بیماریوں کے علاج کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی۔

محکمہ زراعت کو چاہیے کہ بہت جلد اپنی توجہ اس طرف مبذول کرے اور مزارعین کو نقصان سے بچائیے۔ اجڑائی نہر کی وجہ سے ایک جدید سکہ زمینات کی رطوبت سے متعلق پیدا ہو گیا ہے۔ پانی کی زیادتی کی وجہ سے زمینات ہر وقت مرطوب رہنے لگی ہیں نتیجہ یہ کہ بعض زمینات میں اس قدر کھار پیدا ہو گیا ہے کہ کھیتاً خارج از کاشت ہو گئی ہیں۔ مختلف بیماریوں کی وجہ سے پیداوار کا قابل لحاظ حصہ مارا جاتا ہے اور مزارعین کی آمدنیاں گھٹ جاتی ہیں۔ لہذا آمدنیوں کو بڑھانے کی خاطر فصل کی بیماریوں کا سدباب اور زمینات کے کھار کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے۔

فروخت پیداوار — کسان اپنی لاعلمی اور دیگر مجبوریوں کی بدولت جہاں اور امور میں نقصان اٹھاتے ہیں وہاں فروخت پیداوار کے تحت بھی انہیں کافی خسارہ اٹھانا پڑتا ہے۔ ساہوکار انکی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر غلہ کی خریدیں غیر معمولی نفع کماتے ہیں۔ مزارعین کی آمدنیاں اگر ایک طرف ادنیٰ پیداوار (جسکے مختلف وجوہات سے کم گئے ہیں) کی وجہ سے کم ہو جاتی ہیں تو دوسری طرف ناقص طریقہ بڑے فروخت کی بدولت بھی انکی آمدنیوں کا قابل لحاظ حصہ مارا جاتا ہے۔ موضع زیر بحث کی پیداوار کا بہت بڑا حصہ لاڈلی کے تحت فروخت ہوتا ہے۔ چنانچہ ساتویں فصل میں ہم بتا چکے ہیں کہ اس طریق کے تحت پیداوار فروخت کر لینی وجہ سے کسانوں کو کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ

کستھر نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

مزارعین کو نقصان سے بچانے کا لگانا دیگر انکی آمدنیوں میں اضافہ کرنے کی خاطر ضرورت اس امر کی ہے کہ سیدو کی فروخت کا مناسب انتظام کیا جائے۔ لاڈنی کے تحت مال خریدنے کے طریق کو قطعاً ممنوع قرار دیا جائے۔ ساہوکار کو کم از کم ایک پابند کیا جائے کہ وہ قرض دیکر مقررہ رقمی سود ادا کیا جائے (ذکر کیا جائے گا) وصول کریں۔ اگر قرضہ شکل جنس دیا گیا ہے تو پھر مقررہ رقمی شرح کا لیڈ کرتے ہوئے سود وصول کیا جائے۔ مقامی انجمن امداد باہمی کے تحت فروخت غلہ کا ایک گودام قائم کیا جائے اس گودام سے اراکین کو قرضوں کے فوائد حاصل ہو گئے۔ پہلا یہ کہ انہیں رقعہ احتیاجات (مثلاً ادائیگی، مالگداری وغیرہ) کیلئے بروقت رقم مل سکے گی دوسرے یہ کہ کچھ عرصے تک غلے کا ذخیرہ کرنے کے بعد اسکو فروخت کیا جائے گا تو قیمت بھی اچھی وصول ہوگی سرکاری پیمانوں کے علاوہ دیگر قسم کے بڑے پیمانوں کے استعمال پر سختی کے ساتھ نگرانی رکھی جائے۔

نانڈیڑ، سیلو، عمری، جالندہ اور لاہور وغیرہ کی طرح نظام آباد کی مارکٹ میں بھی "مارکٹ کمیٹی" کا قیام عمل میں لایا جائے کمیٹی کے قیام کی بدولت اوزان پیمانہ جاتا۔ ڈپٹی اور محض غیر ضروری سٹاک کی وصولی پر کافی نگرانی رکھی جاسکے گی۔ قرضہ جات — ناقص طریقہ ہائے فروخت کے علاوہ ناقص طریقہ ہائے لین دین کی بدولت بھی کسانوں کی آمدنی مستقل طور پر کم ہوتی رہتی ہے۔ طریقہ ہائے لین دین کو بہتر بنانے کے یہ بھی ہیں کہ کسانوں کی آمدنیوں میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ آمدنیوں میں اضافے کی وجہ سے معیار زندگی بھی نسبتاً بلند ہو سکے گا۔

قرضہ جات سے متعلق سب سے اہم مسئلہ شرح سود کا ہے۔ نو فیصل میں ہم یہ معلوم کر لے ہیں کہ موضع خڈیا زیادہ سے زیادہ ۵ فیصد سالانہ شرح سود وصول کیجاتی ہے۔ دستوراً عمل قرض دہندگان کی رو سے اس میں شک نہیں کہ کھاتی قرض پر زیادہ سے زیادہ ۹ فیصد سالانہ سود سادہ اور غیر کھاتی قرض پر زیادہ سے زیادہ ۱۲ فیصد سالانہ سود سادہ مقرر کیا گیا ہے لیکن اب پر عمل ہونا نظر نہیں آتا۔ اسی قانون کی رو سے ساہوکاروں کیلئے یہ ضروری قرار دیا گیا کہ وہ لائسنس خریدیں لیکن موضع زیر بحث میں ایک بھی ساہوکار ایسا نہیں جسکے ہاں سرکاری لائسنس ہو۔ اس دستوراً عمل کا لحاظ کرتے ہوئے ساہوکار اسکے بھی پابند قرار دیئے گئے ہیں کہ وہ اپنے آسامیوں کو مرتبہ نمونوں کے موافق حساب کتب دیں قانونی ہمیں شک نہیں کہ بہت مفید ہے۔ لیکن سوال اسکے عمل اور عدم عمل کا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ ساہوکاروں کو اسکا پابند بنایا جائے ساہوکار ہر وقت تک پابند نہ ہونگے جب تک ان پر نگرانی نہ رکھی جائے۔

نویں فصل میں ہم معلوم کرائے ہیں کہ مزاعین کے قرضہ جات کے دو اہم مدت شادی بیاہ اور تعمیر مکان ہیں۔ کیونکہ مجموعی قرض کا لحاظ کرتے ہوئے ۲۲ فیصدی قرض شادی بیاہ سے متعلق ہے اور ۱۶ فیصد تعمیر مکان سے مزاعین سمجھایا جائے کہ بچپن کی شادی کی وجہ سے نہیں قبل از وقت زیر بار ہونا پڑتا ہے چونکہ شادی کا قرضہ کلیتہً غیر سودوار ہوتا ہے اور چونکہ اسکی شرح بھی بہت زیادہ ہوتی ہے لہذا اسکی ادائیگی کا سلسلہ مدتوں چلتا رہتا ہے اور آمدنیوں میں مستقل کمی ہوتی رہتی ہے اگر شادیاں بروقت کی جائیں تو قرض کی بجابار میں بہت کچھ تخفیف ہو سکتی ہے۔ بہتر ہوگا کہ انجمن امداد و بھی سے شادی بیاہ اور تعمیر مکان کیلئے طویل المدت کفالتی قرضے دیے جائیں۔ قرض دہی کرتے وقت اس امر کا تعین کر دیا جائے کہ یہ قرضہ اس قدر مدت میں وصول ہونا چاہیے اس مدت کا سود آسٹاٹ کی ادائیگی کا لحاظ کرتے ہوئے اصل میں جمع کر دیا جائے۔ اصل سود کی جملہ رقم کو ایک جا کر کے اسکی قسط بندی کر دینی چاہیے۔ تعمیر مکانات کیلئے بھی اسی قسم کے طویل المدت قرضوں کا انتظام کیا جائے اس طریق کی بدولت اراکین کو نہ صرف ادنیٰ شرح پر قرض مل سکے گا بلکہ اسکی ادائیگی آسانی ہو سکے گی۔

نویں فصل میں ہم یہ بھی معلوم کرائے ہیں کہ ایک فیصد قرض مزاعین کی توہم پرستی کی وجہ سے ہے توہم پرستی کا سدباب اگر ایک طرف موثر پروگنڈے کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے تو دوسری طرف اسکے لئے عام بیداری کی ضرورت ہے جو بذریعہ تعلیم حاصل ہو سکتی ہے۔ مزید آراء دیہاتیوں کو اصراف سے بچنے کی ترغیب دی جائے انہیں سمجھایا جائے کہ موجودہ سودی لین دین کا لحاظ کرتے ہوئے قرض ایک بڑی بلا ہے۔ اور اس سے حتیٰ امکان بچنے کی کوشش کی جائے۔ مزاعین کے موجودہ بار قرض کو کم کرنے کیلئے قدیم قرضہ جات کے تصفیے کئے جائیں۔ ان قرضوں کی تحقیق اور تصفیوں کیلئے ایک کمیٹی کا قیام عمل میں لایا جائے۔ اس کمیٹی میں محکمہ تنظیم دہی (جسکی ہم آئندہ سفارش کریں گے) کا ایک عہدہ دار ہوگا اس عہدہ دار کے علاوہ دیہات کے دو دیانت دار افراد بھی شریک ہونگے کمیٹی کا فریضہ ہوگا افراد کے قدیم قرضہ جات کی تحقیق کرے اور انکے مابین ایک مناسب تصفیہ کرے۔ ہمارے خیال میں قدیم قرضہ جات کے تصفیوں کا کام بہت ہی کامیاب ثابت ہوگا کیونکہ ہم قسم کے تصفیوں کیلئے نہ صرف قرضدار بلکہ ماہوکار بھی راضی نظر آتے ہیں۔ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان تصفیوں کی وجہ سے طرفین کا فائدہ ہوگا۔ چنانچہ ہم نے فریقین کے

اس بحان کے دیکھتے ہوئے اپنے قیام کے دوران میں کوئی نو سا ہو کاروں اور ما آسامیوں کے مابین قدیم قرضہ جات کا تصفیہ کیا ہے۔ تصفیہ سے قبل آسامی سے یہ دریافت کیا جاتا تھا کہ اسے کب اور کتنا قرضہ کس شرح پر حاصل کیا ہے۔ بعد ازاں سو کی ادائیگیوں کو اور کتنا قرضہ عمل میں آئی مقررہ کے بیان کی تصدیق سا ہو کار سے اور سا ہو کار کے بیان کی تصدیق مقررہ سے کی جاتی تھی اختلاف بیان کی صورت میں کوئی ایک درمیانی راستہ بتلایا جاتا تھا جبکہ فریقین کی ضماندی سے تصفیہ قطعی قرار پاتا تو مقررہ کی جانب ایک کاغذ سا ہو کار کو لکھوایا جاتا، اور سا ہو کار کی جانب ایک کاغذ مقررہ کو۔

بہر طور مزارعین کے معیار زندگی کو بلند کرنے کی سب سے کارگر تدبیر یہ ہے کہ انکی آمدنیوں میں اضافہ کیا جائے۔ آسامیوں میں خاطر خواہ اضافہ اس وقت تک نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ متذکرہ بالا واسطہ تدبیر اختیار نہ کی جائے۔ ہمیں قوی توقع ہے کہ اگر آبادی میں تخفیف کی جائے صنعت و حرفت کو ترقی دی جائے۔ عام اور زرعی تعلیم معقول انتظام کیا جائے۔ زرعی زمین۔ زرعی اہل۔ طریقہ کاشت۔ طریقہ لٹے فروخت اور طریقہ لین دین کی اصلاح کی جائے تو مزارعین کی آمدنیوں میں قابل لحاظ اضافہ ہوگا۔ اگر ان آمدنیوں کو بہتر سے بہتر طریق پر صرف کیا جائے تو موجودہ معیار زندگی (کو کہ اس معیار تک پہنچ سکے جسکی ہم نے دوسری فصل میں تعریف کی ہے) قابل لحاظ طور پر بلند ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مجوزہ اصلاحی کاموں کی تکمیل کیلئے اخراجات کی ضرورت ہوگی۔ ہماری رائے میں حکومت کو چاہیے کہ وہ اپنے بجٹ میں اس طور پر تبدیلی کرے کہ جسکی بدولت دیہی فلاح و دیہی خوش حالی کیلئے زیادہ سے زیادہ رقم صرف ہو سکے کیونکہ دیہی فلاح اور دیہی خوش حالی ریاست کی فلاح اور خوش حالی کے مترادف ہے۔

دیہی تنظیم کیلئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سے متعلق ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا جائے جو کہ محکمہ دیہی کے نام سے موسوم ہوگا۔ تنظیم دیہی کا انفرادی کام عہدہ داران مال سے بھی لیا جاسکتا ہے مگر اس صورت میں یہ تحریک اس قدر محدود کیسا کامیاب نہ ہو سکے گی جیسی کہ ایک مستقل ادارہ کی جدوجہد کی بدولت ہو سکتی ہے عہدہ داران مال کیلئے انکی دفتری مصروفیات ہی کچھ کم نہیں۔ ان مصروفیات کے باوجود ان سے اس امر کی توقع رکھنا کہ وہ صحالت قرضہ کے کاروبار میں حصہ لیں اور دیہی اٹھان سے متعلق بھی دیگر قسم کی جدوجہد کریں کچھ زیادہ مفید نہیں معلوم ہوتا البتہ محکمہ تنظیم دیہی عہدہ داروں کے ساتھ عہدہ داران مال اعزازی طور پر شریک رہ کر جتنی ممکن ہو سکے ادارہ سے کہیں ہیں محکمہ تنظیم دیہی ذاتی جدوجہد اور دیگر محکمات مثلاً کاشت و زرعی محکمہ صنعت و حرفت اور محکمہ زمین ادراہ کی تعاون دیہی فلاح اور دیہی خوش حالی کیلئے ہر قسم کا مفید کام انجام دیکر نافذ رہے۔ ضمیمہ میں ان ہو کاروں اور آسامیوں کی فہرست دی گئی ہے جسکے مابین قدیم قرضہ جات کے تصفیہ کے لئے۔

ضمیمے

پہلا ضمیمہ (صفحہ ۹ تا ۱۱) دوسرا ضمیمہ (صفحہ ۱۲ تا ۲۸)

پہلی فصل

آبادی سے متعلق مواد کی فراہمی میں سب سے پہلے مندرجہ ذیل جدول کی خانہ پوری کی گئی ہے۔

جدول نمبر (۱)

نمبر مکان	تعداد خاندان فی مکان			تعداد نفوس فی مکان			زبان	مذہب	پیشہ	
	مشترک	منفرد	جملہ	مذکر	مؤنث	جملہ			اصلی	ذیل
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱

اس جدول سے ہمیں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ موضع زیر بحث میں جملہ کتنے خاندان ہیں۔ ان خاندانوں میں کتنے خاندان مشترک ہیں اور کتنے منفرد۔ مشترک خاندانوں سے ہماری مراد ایسے خاندان ہیں جن کے افراد مشترک طور پر دولت پیدا کرتے اور مشترک طور پر صرف کرتے ہیں۔ ایسی جدول سے ہم یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ موضع ہذا میں جملہ کتنے نفوس ہیں۔ ان میں مذکر کتنے ہیں اور مؤنث کتنے۔ نیز یہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یہاں پر کتنی زبانیں بولی جاتی ہیں مختلف مذاہب کے اعداد بھی اسی کے ذریعہ دستیاب ہوتے ہیں۔ پیشوں کا تجزیہ بھی اسی کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔

جدول نمبر (۲)

نمبر مکان	تعداد خاندان	تعداد ذکور	عمر	خواندہ ناخواندہ یا زیر تعلیم	شادی شدہ	غیر شادی شدہ	بے زن
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸

اس جدول کے ذریعہ یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ موضع میں جس قدر ذکور ہیں ان کی عمر وار تقسیم کیا ہے۔ ان میں کتنے خواندہ کتنے ناخواندہ اور کتنے زیر تعلیم ہیں۔ شادی شدہ غیر شادی شدہ اور رنڈوں کی تعداد بھی معلوم کی جاسکتی ہے۔ شادی شدہ غیر شادی شدہ اور رنڈوں کے ذکور افراد کا عمر وار تجزیہ بھی اسی جدول کے مدد سے کیا جاسکتا ہے۔ خواندہ افراد سے متعلق یہ معلوم کرنا چاہیں کہ وہ کس زبان میں خواندہ ہیں تو مزید ایک خانے کا اضافہ کر دیا جائے۔

جدول نمبر (۳)

مکان نمبر	تعداد خاندان	تعداد اثاث	عمر	خواندہ ناخواندہ یا زیر تعلیم	شادی شدہ	غیر شادی شدہ	بیوہ
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸

جدول نمبر دو اور تین میں فرق یہ ہے کہ اولہ جدول ذکور سے متعلق ہے اور آخر اولہ زنانہ سے

جدول نمبر دو کے ذریعہ جتنی باتیں ذکر کے متعلق معلوم کی جاسکتی ہیں جدول نمبر تین کے ذریعہ اسی قدر انوار نامائے متعلق معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

وضیح رہے کہ جدول نمبر ایک - دو اور تین کو ملا کر صرف ایک جدول بھی تیار کی جاسکتی ہے لیکن ہم نے سہولت کی خاطر علیحدہ علیحدہ جدولوں کی غائے پڑی کی ہے۔ چونکہ موضع متوسط قسم کا ہے لہذا علیحدہ علیحدہ جدولوں کی غائے پڑی میں بہت زیادہ وقت نہ ہوئی۔

جدول نمبر (۴)

نمبر مکان	تعداد خاندان	متقل شدہ (مستقل) بزرگ	وجہ منتقلی	متقل شدہ (مستقل) انات	وجہ منتقلی	آباد شدہ (مستقل) بزرگ	وجہ توطن داخلی	آباد شدہ (مستقل) انات	وجہ توطن داخلی
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰

مندرجہ بالا جدول کی غائے پڑی کے وقت ہر بزرگ خاندان سے با تفصیل یہ دریافت کیا جاتا تھا کہ گذشتہ سال (۱۳۳۱ھ تا ۱۳۳۲ھ) میں کتنے مذکور و مونث تمہارے مکان سے دیگر بیرونی مقامات کو مستقلاً منتقل ہوئے۔ وجہ منتقل کیا تھی۔ اسی طرح یہ بھی دریافت کیا جاتا تھا کہ گذشتہ سات سال (۱۳۲۱ھ تا ۱۳۳۲ھ) میں کتنے مذکور و انات افراد دیگر بیرونی مقامات سے تمہارے مکان کو مستقلاً منتقل ہوئے۔ وجہ منتقلی کیا تھی ان جوابات سے ہمیں معلوم ہو سکتا ہے کہ موضع خدائیں گذشتہ سات سال کے عرصہ میں توطن داخلی و خارجی کا کیا حال رہا توطن داخلی کی رفتار زیادہ رہی یا توطن خارجی کی۔ توطن داخلی و خارجی کے اعداد حاصل کرنے کے لئے اس ترکیب کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا۔

جہاں تک کہ شرح پیدائش و شرح اموات کے تحتہ جات کا تعلق ہے وہ پوریسٹیل سے حاصل کئے گئے قدیم مواد محافظ خانہ دفتر تحصیل سے حاصل کیا گیا۔

موضع کی مذکور کار گزار آبادی کو معلوم کرنے کے لئے دیہاتیوں سے حسب ذیل سوالات کئے گئے۔

- ۱۔ تمہارے دیہات میں دس سے کم عمر لڑکے عموماً کیا کام کرتے ہیں۔
 - ۲۔ دس اور چند سال کی درمیانی عمر والے لڑکے کس طور پر مشغول رہتے ہیں انہیں کس قسم کا معاوضہ ملتا ہے اور کتنے۔
 - ۳۔ کس عمر میں تم ایک لڑکے سے اس بات کی توقع رکھتے ہو کہ وہ کس معاش میں ملی طور پر بزرگ خاندان کا ہاتھ بٹائے۔
 - ۴۔ تمہارے دیہات میں لوگ عموماً کس عمر تک کام کر سکتے ہیں۔
 - ۵۔ عمر کا وہ کون سا حصہ ہے جب کہ لوگ عموماً نیم کار گزار زندگی بسر کرتے ہیں۔
 - ۶۔ اور عموماً کس عمر میں بالکل از کار رفتہ ہو جاتے ہیں۔
- موضع کی مونث کار گزار آبادی کو معلوم کرنے کے لئے حسب ذیل سوالات کئے گئے۔

- ۱۔ تمہارے دیہات میں ایک عورت عموماً کس عمر میں بالکل ازکار رفتہ ہو جاتی ہے۔
 - ۲۔ عمر کا وہ کون سا حصہ ہے جبکہ عورتیں عموماً نیم کار گزار زندگی بسر کرتی ہے۔
 - ۳۔ تمہارے دیہات میں عورتیں عموماً کس عمر سے کس عمر تک کام کر سکتی ہیں۔
 - ۴۔ سن بلوغ سے قبل عمر کے مختلف مدارج (مثلاً آٹھ سال سے کم یا آٹھ تا تیرہ سال) میں کن نوعیت کا کام کرتی ہیں۔
- نوٹ۔ مواد کے حاصل کرنے میں صرف سوالات پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ذاتی مشاہدہ سے بھی ان کی تنقید لگائی ہے۔

دوسری فصل

- اس فصل سے متعلق مواد کی فراہمی میں حسب ذیل سوالات کئے گئے۔
- ۱۔ تمہارے دیہات میں عموماً جوار استعمال کی جاتی ہے یا چاول۔
 - ۲۔ گیہوں کا استعمال کس حد تک کیا جاتا ہے۔
 - ۳۔ کس قسم کی دالیں استعمال کی جاتی ہیں۔
 - ۴۔ سانے کی قسم سے کونسی اشیاء استعمال کی جاتی ہیں۔
 - ۵۔ تمہارے دیہات میں کس قسم کی سبزیاں ملتی ہیں۔ بیرون دیہات کس قسم کی سبزیاں دستیاب ہوتی ہیں۔
 - ۶۔ اٹلے۔ مرغی اور گوشت کے استعمال کا کیا حال ہے۔
 - ۷۔ کیا تمہیں پھلی بہ کثرت دستیاب ہوتی ہے۔
 - ۸۔ تیل اور گھی کا استعمال کب اور کیونکر ہوتا ہے۔
 - ۹۔ کیا دودھ۔ دھی اور چھانچ عام طور پر استعمال کئے جاتے ہیں۔
 - ۱۰۔ تہواروں کے موقع پر کس قسم کی غذا استعمال کرتے ہو۔
- نوٹ :- ہوشیار دیہاتیوں کی مدد سے ہم نے جملہ خاندانوں کو ان کی معاشی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے تین طرح پر تقسیم کیا ہے۔ خوشحال۔ متوسط حال اور خستہ حال درج رہے کہ تقسیم ایک اضافی حیثیت رکھتی ہے اس تقسیم کے بعد ہر طبقہ کے چند منتخب افراد سے یہ دریافت کیا گیا کہ ان میں کا ایک شخص بالکل کس قسم کی اشیاء کن کن مقداروں میں بطور غذا استعمال کرتا ہے۔
- ۱۱۔ تمہارے دیہات میں مرد اور عورت عموماً کس قسم کا لباس استعمال کرتے ہیں۔ یہ اشیاء کن قیمتوں کی ہوتی ہیں۔
 - ۱۲۔ خوش حال۔ متوسط حال اور خستہ حال افراد کے لباس میں کیا خاص فرق محسوس کرتے ہو۔

جدول نمبر (۵)

نمبر مکان	نوعیت مکان بلحاظ ساخت						قیمت مکان	کیفیت	
	اینبٹ		مٹی		تعداد رشتہ دار فی مکان	جلد تعداد نفوس فی مکان			
	ایک منزلہ	دو منزلہ	ایک منزلہ	(سفالی) منزلہ					
									گاسٹ ہوس
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰

اس جدول کے ذریعہ ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں موضع زیر بحث کے جملہ مکانات میں کتنے مکانات اینٹ کیے اور کتنے مٹی کے۔ اینٹ کے مکانات میں ایک منزلہ مکان کس قدر ہیں اور دو منزلہ کس قدر۔ اسی طرح مٹی کے مکانات کی تفصیلی کیفیت معلوم کی جاسکتی ہے یہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ مختلف نوعیت کے مکانات میں تعداد نفوس کیا ہے خانیہ نمبر (۹) سے مکانات کی قیمت معلوم ہو سکتی ہے۔
تعلیمی حالت کے معلوم کرنے میں جدول نمبر (۲) اور (۳) کے پانچویں خانے سے مدد لی گئی۔

تیسری فصل

ملکی اراضیات کی تقسیم کو معلوم کرنے کے لئے مختلف سینکڑوں اور تختہ جات جمع بندی سے مدد لی گئی ہے۔ سینتوار میں پٹہ داروں کا نام لکھا ہوتا ہے۔ نام کے روبرو اس بات کا اندازہ رہتا ہے کہ فی پٹہ دار جملہ کس قدر ارضی ہے۔ یہ ارضی کتنے ٹکڑوں پر مشتمل ہے سینتوار کے ذریعہ یہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ ہر ہر زمین پر کس قدر مالگنداری ہے اور یہ مالگنداری کس حساب سے عاید کی گئی ہے مزید برآں تختہ پٹہ داران و کھجی داران سے بھی مدد لی گئی ہے اس تختہ میں اس امر کی وضاحت رہتی ہے کہ فی پٹہ دار کھجی داروں کی کیا تعداد ہے اور ہر ایک کھجی دار کتنی ارضی کا حصہ ہے۔
تقسیم اراضیات بلحاظ کاشت معلوم کرنے کے لئے ہر کاشت کار سے یہ دریافت کیا گیا کہ وہ جملہ کس قدر ارضی کاشت کرتا ہے اور یہ ارضی جملہ کتنے قطعات پر مشتمل ہے یہ مواد پٹوار کے دفتر سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے لیکن اس سے یہ نہیں معلوم کیا جاسکتا کہ موضع ہذا کے آس پاس بیرون دیہات کتنی ارضی کاشت کرتے ہیں۔
مختلف قسم کی زمینیات کا طبعی اور کیمیائی تجزیہ ڈاکٹر کرشنا صاحب (اگر میکلچرل کیسٹ صدر ذریعہ حمایت) ذریعہ کروایا گیا ہے۔ صاحب موصوف کی ہدایات کے موافق مٹی کے نمونے لائے گئے تھے۔

چوتھی فصل

تعداد مزدوران کو معلوم کرنے کے لئے جدول نمبر ایک کے دسویں اور گیارہویں خانوں سے مدد لی گئی۔

جنس مزدوران اور ذات مزدوران کا مواد بھی جدول نمبر (۱) سے لیا گیا ہے مزدوروں کی سالانہ مصروفیات وغیرہ کا حال معلوم کرنے کے لئے ان سے حسب ذیل سوالات کئے گئے۔

- ۱۔ کیا تمہیں سال کے باروں میں برابر کام ملتا رہتا ہے۔
- ۲۔ تمہاری سالانہ مصروفیات کا مفصل حال بیان کرو۔
- ۳۔ تمہارے دیہات میں ادائی اُجرت کے کیا طریق ہیں۔
- ۴۔ اُجرت بشکل زر اور بشکل جنس کس قدر دی جاتی ہے۔
- ۵۔ کیا مقامی مزدور بیرون دیہات بھی کام کیلئے جاتے ہیں۔
- ۶۔ کیا مقامی اور بیرونی مزدوریاں برابر ہوتی ہیں۔
- ۷۔ تمہیں کب سے کب تک کام کرنا پڑتا ہے۔ کیا دوران کار میں وقفہ بھی دیا جاتا ہے۔
- ۸۔ تمہارے دیہات میں بھگیلے کس کس کے ہاں ہیں۔
- ۹۔ بھگیلوں کو مال نہ کیا تنخواہ دی جاتی ہے۔
- ۱۰۔ ایک ایسے شخص کو جو اپنے آتما کا مقروض نہ ہو مال نہ کس قدر تنخواہ ملتی ہے۔
- ۱۱۔ بھگیلے کو تنخواہ کے علاوہ کس قسم کی چیزیں دی جاتی ہیں۔
- ۱۲۔ کیا یہ چیزیں غیر مقروض ملازم کو بھی دی جاتی ہیں۔
- ۱۳۔ بھگیلے کو روزانہ کتنے گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔
- ۱۴۔ کیا تم یہ بننا سکتے ہو کہ تمہاری نسل کے افراد کیوں کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔

پانچویں فصل

جانور شماری کے لئے حسب ذیل جدول کی خانہ پُر کی گئی۔

جدول نمبر (۶)

نمبر مکان	پائے و بیل	عمر	درجہ	بھینس وغیرہ	عمر	درجہ	گائے و پازیل	عمر	درجہ	بھینس وغیرہ	عمر	درجہ	رخ وغیرہ
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴

اس جدول کے ذریعہ جملہ جانوروں (زرعی وغیرہ زرعی) کی تعداد معلوم کی جاسکتی ہے۔ گائے۔ بیل اور بھینس وغیرہ کی عمر و ارتقا بھی اسی کی مدد سے کی جاسکتی ہے نیز ان کی درجہ بندی بھی اسی کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ یہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے، موضع ہا میں مرغیوں کی کیا تعداد ہے۔

نوٹ:۔ جانور شماری کے وقت دو تین تجربہ کار کسانوں کو ساتھ رکھا جاتا تھا۔ عمر کا اندراج ذاتی کیفیت

اور ان کی لڑے سے کیا جاتا تھا۔ جانوروں کی درجہ بندی بذات خود کی گئی ہے۔

دیگر امور کی تحقیق کے لئے مزارعین سے حسب ذیل سوالات کئے گئے۔

- ۱۔ تمہارے دیہات میں بیل اور کھلکے (بھینسے) عموماً کس عمر میں ناگر کنشی کے قابل ہوتے ہیں۔
- ۲۔ کیا یہ حالت مجبوری اس عمر سے کچھ قبل بھی ناگر کنشی کی جاتی ہے۔
- ۳۔ اگر غیر چختہ جانوروں سے ناگر کنشی کا کام لیا جائے تو کس قسم کے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔
- ۴۔ بیل اور کھلکے (بھینسے) عموماً کس عمر میں بالکل اذکار رفتہ ہو جاتے ہیں۔
- ۵۔ اول دوم اور سوم قسم کے بیل اور کھلکے (بھینسے) کی ایک جوڑ روزانہ کتنے ایکڑ ارضی کی ناگر کنشی کر سکتی ہے۔ تراونہ تنک زمینات کا علیحدہ علیحدہ حساب بتلایا جائے۔
- ۶۔ میں نے دیکھا ہے کہ تمہارے دیہات میں بیل اور کھلکوں کے مقابل گائیوں کی طرف سے بہت لاپرواہی برتی جاتی ہے۔ تم جانتے ہو کہ تمہارے عقائد کے مطابق گائے ایک مقدس جانور ہے لیکن اس کے باوجود اس لاپرواہی اور عدم توجہی کی کیا وجہ ہے۔
- ۷۔ ادنیٰ قسم کی گائیں ایک کثیر تعداد میں کیوں رکھی جاتی ہیں۔
- ۸۔ درجہ چہارم کی گائیوں کو قصاب کے ہاتھوں کیوں نہیں فروخت کر دیا جاتا ہے۔
- ۹۔ تمہارے دیہات میں درجہ اول دوم اور سوم کی گائے اور بھینسیں عموماً کس عمر میں بچے دینے کے قابل ہوتی ہیں۔ کس عمر تک بچے دیتی ہیں۔ اپنی عمر میں جلد کتنے بچے دیتی ہیں۔
- ۱۰۔ اول دوم اور سوم درجہ کی گائے اور بھینس روزانہ کس قدر دودھ دیتی ہیں۔ صبح کس قدر۔ اور شام کس قدر۔
- ۱۱۔ ان بیل اور کھلکوں کو جو زراعت کا کام کرتے ہیں کس قسم کی غذا دیتے ہو۔
- ۱۲۔ گائیوں اور بھینسوں کو کس قسم کی غذا دی جاتی ہے۔
- ۱۳۔ کیا تم یہ محسوس کرتے ہو کہ تمہارے مویشیوں کے لئے چارہ کی قلت ہوتی ہے۔
- ۱۴۔ کیا تم یہ بتلا سکتے ہو کہ تمہارے مویشیوں کی اس قدر اتر حالت کیوں ہے۔
- ۱۵۔ کیا تمہارے دیہات میں نسل کشی کا کوئی خاص طریقہ ہے۔
- ۱۶۔ کیا تمہارے دیہات میں مویشیوں کا کوئی خاص حکم ہے۔
- ۱۷۔ مویشیوں کے علاج میں حکومت کی جانب سے کسی قسم کی امداد ملتی ہے۔
- ۱۸۔ کیا تم اپنے مویشیوں کو واد خانہ بھی لے جاتے ہو۔
- ۱۹۔ تمہارے مویشیوں کو عموماً کس قسم کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔

۲۰۔ تمہارے دیہات میں اہمیت مویشیان کا کیا حال ہے۔

چھٹی فصل

آلات شماری کے لئے حسب ذیل جدول استعمال کی گئی۔

جدول نمبر (۷)

نمبر	ناگر	بکھر	دوڑ	داڑی	فیڈا	کولہ	بڈی	بل	کھلایا	کوتلی	کپڑائی	تیانی	پھاڑا	دراڑی	سوپ	جنیاں
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۸

مندرجہ جدول سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ موضع ہذا میں مختلف قسم کے آلات کی کیا تعداد ہے۔ دیگر امور کی تحقیق کیلئے مزارعین سے حسب ذیل سوالات کئے گئے۔

- ۱۔ مختلف آلات زراعت کا استعمال کیوں کر کیا جاتا ہے۔ ہر ایک کے استعمال سے کس قسم کی مدد ملتی ہے۔
 - ۲۔ ہر ایک آلہ زراعت کس قیمت میں تیار ہوتا ہے اور کس مدت تک کام دے سکتا ہے۔
 - ۳۔ کیا تم جدید طرز کے آلات زراعت سے واقف ہو۔
 - ۴۔ تمہیں جدید آلات پسند ہیں یا قدیم۔ اگر قدیم آلات پسند ہیں تو اس کے وجوہ کیا ہیں۔
 - ۵۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جدید آلات کے استعمال میں تمہارا فائدہ ہے تو پھر یہ آلات کیوں نہیں استعمال کرتے۔
- نوٹ: آبپاشی سے متعلق بہت سارا مواد پوری کے دفتر سے حاصل کیا گیا ہے مزید برآں مزارعین سے بھی چند سوالات کئے گئے۔

- ۶۔ نہر نظام ساگر کی اجرائی سے تمہیں کس قسم کا فائدہ ہوا۔
- ۷۔ خشک اراضیات میں کاشت کی جانے والی اجناس کو کس قسم کی کھاد دیتے ہو۔
- ۸۔ ادواری طریق کاشت سے تمہیں کس قسم کے فائدے حاصل ہوتے ہیں عموماً کن اجناس کا ردوبدل کیا کرتے ہو۔
- ۹۔ تریزینات کو کس قسم کی کھاد دیتے ہو۔
- ۱۰۔ تمہارے دیہات کی زمینات کا لحاظ کرتے ہوئے عمدہ سیار حاصل کرنے کیلئے فی ایکڑ وسطاً کتنے کھاد کیلے چاہئے۔
- ۱۱۔ تمہارے ہاں کھاد تیار کرنے کے کیا طریقے ہیں۔ خالص گوبر بطور کھاد استعمال کیا جاتا ہے یا یہیں دیگر چیزیں بھی ملائی جاتی ہیں اگر خالص گوبریں دیگر اشیاء بھی ملائی جاتی ہیں تو ایک بندی خالص گوبریں کتنی کھاد تیار ہوتی ہے۔
- ۱۲۔ سیٹنگنی کی کھاد کن کمیتوں میں استعمال کرتے ہو۔
- ۱۳۔ فرق کو کو کہ ایک شخص کے ہاں ایک اور چار سال کے درمیان مختلف عمر سو جانور ہیں۔ اندازہ لگاؤ کہ

ان جانوروں سے روزانہ کس قدر گو بر حاصل ہو گا گو بر کا اندازہ اس بنڈی کی مناسبت سے لگاؤ جو عام طور پر کھاد کی حل و نقل میں استعمال کی جاتی ہے۔

۱۳۔ اچھا یہ بتلاؤ کہ زاید اجزاء سال میں مختلف اعمار جانوروں سے روزانہ کس قدر گو بر حاصل ہو گا۔

۱۵۔ تمہارے دیہات میں صرف گو بر ہی بطور ایندھن استعمال کیا جاتا ہے یا لکڑی بھی صرف کی جاتی ہے۔

۱۶۔ ایک خاندان جو اوسطاً پانچ افراد پر مشتمل ہو روزانہ کتنی اپنی چلائے گا۔

۱۷۔ کیا تم یہ بتلا سکتے ہو کہ ایک بنڈی کچے گو بر میں کتنی اپلیاں تیار ہو سکتی ہیں۔

۱۸۔ کیا تم اسکا سرری اندازہ لگا سکتے ہو کہ تمہارے دیہات میں مکانات کے لیپن اور چھڑکائیں مالدانہ کس قدر گو بر صرف ہونا ہو گا۔

نوٹ:۔ سینگنی کی سالانہ پیداوار کا اندازہ دھنگروں کی امداد سے لگایا گیا ہے۔

۱۹۔ تمہارے جمع کردہ اعداد کے مطابق تمہارے دیہات میں جملہ (۶۸۰) میٹھے اور میٹھیاں ہیں۔ کیا تم یہ اندازہ لگا سکتے ہو کہ ان جانوروں سے مالدانہ کس قدر سینگنی حاصل ہوگی۔ یہ فرض کرتے ہوئے اندازہ لگاؤ کہ رات اور دن کی سینگنی جمع کی جارہی ہے۔

۲۰۔ بتلاؤ کہ تمہارے جانوروں کو سال میں تقریباً کتنے دن کھیتوں میں چرنے کا موقع ملتا ہے۔ باقی دنوں میں تمہارے جانور کہاں چرتے ہیں۔

۲۱۔ تمہاری اکثر زمینیں جنگل میں گرا کر رہی ہیں۔ اس وقت سینگنی کے جمع کرنے کا کیا انتظام کرتے ہو۔

۲۲۔ ایک خاندان کو (جو اوسطاً پانچ افراد پر مشتمل ہو) اگر ایندھن کی ایک بھری بنڈی دی جائے تو وہ اسکو کتنے عرصہ میں چلائے گا۔

۲۳۔ تمہارے قرب و جوار میں جنگلات کہاں ہیں۔

۲۴۔ تمہیں لکڑی کی ایک بھری بنڈی کتنے میں دستیاب ہوتی ہے۔

۲۵۔ تمہارے دیہات میں گو بر کی کھاد کس قیمت میں فروخت ہوتی ہے۔

افنیٹ:۔ گھروں سے حاصل ہونے والی لید کا اندازہ دھویوں سے کروایا گیا ہے۔ جہاں تک ہو سکے اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ اندازہ ٹھیک ہو۔

۲۶۔ تمہارے دیہات میں ۳۵ گدھے اور دو گھوڑے ہیں۔ اندازہ لگاؤ کہ ان سے فی رات کس قدر لید حاصل ہوگی۔ اسی اندازے کے مطابق بتلاؤ کہ ان سے مالدانہ کس قدر لید حاصل ہوگی۔

۲۷۔ تمہارے دیہات میں تخم عموماً کس طور پر حاصل کئے جاتے ہیں۔

۲۸۔ کیا تمہارے دیہات میں بہتر قسم کے تخم استعمال کرنا کی کوشش کی جاتی ہے۔

ساتویں فصل

نوعی پیداوار کا موٹو پوری کے دفتر سے حاصل کیا گیا ہے مختلف اجناس کی پیداوار فی ایکڑ معلوم کرنے کے لیے تجربہ کار کسانوں سے بھی مدد لی گئی ہے۔ مونس میں فروخت پیداوار کا موٹو مندرجہ ذیل سوالات کے ذریعہ حاصل کیا گیا ہے۔

۱۔ اندرون دیہات کس قسم کی چیزیں فروخت کرتے جو۔

۲۔ ہفتہ واری بازاروں میں کس قسم کی چیزیں فروخت کی جاتی ہیں۔

۳۔ مقامی اور بازاری قیمتوں میں کیا فرق ہوتا ہے۔

۴۔ تمہاری دیہات میں کس قسم کے اوزان و پیمانے مستعمل ہیں۔ ان کا مفصل حال بیان کرو۔

۵۔ کیا تمہارے قرب و جوار میں کوئی باضابطہ منڈی بھی ہے۔

۶۔ تجارتی اجناس (وہ اجناس جو زیادہ تر فروخت کرنے کی خاطر اگائی جاتی ہیں) کہناں فروخت کی جاتی ہیں۔

۷۔ تمہارے وہاں میں حمل و نقل کی کیا سہولتیں ہیں حمل و نقل کے اخراجات کا مفصل حال بیان کرو۔

۸۔ اگر سید اور کو متقاضی طور پر فروخت کرنے کے بجائے مارکٹ میں فروخت کیا جائے تو کیا منافع مل سکتا ہے۔

4۔ تمہارے دیہات کا زیادہ مال مقامی طور پر فروخت ہوتا ہے یا مارکٹ میں۔

۱۔ مقامی طور پر مال کی خریدی کون کرتے ہیں۔

۱۔ فروخت پیداوار کی حد تک سماہر کاروں سے تمہارا کیا تعلق ہوتا ہے۔ مفصل واقعات بیان کرو۔

۱۱۔ نفی ٹ:۔ فروخت پیداوار کا سوا وہ صرف مقامی طور پر حاصل کیا گیا ہے بلکہ نفع نظام آباد کی

مارکیٹ سے بھی بہت کچھ مواد لیا گیا کہ وہاں پر مختلف اجناس کی فروخت کیونکر عمل میں آتی ہے اور ان

کس قسم کے ہوتے ہیں تو نئے کا کیا طریقہ ہے۔ اجرت فروخت کیونکر لی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

مضمون فیصل

حد و کل نمبر (۴)

مقرریت کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل جدول کی خانہ یوری کی گنجائی۔

نمبر مکان	تعداد خانوار	تعداد نفوس	مذهب	دین	نام	مذہب	مکتب	جمعی	مقدار قرضہ	ذاتی مال یا خلوہ	دیت قرض	وہ قرض	شیخ رضہ	کلی مال خیرات
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵

ایک تاسات خانوں کی تکمیل قبل ازیں کر لی جاتی تھی کیوں کہ یہ مواد جدول نمبر (۱) سے حاصل ہو سکتا تھا۔ ان خانوں کا اندراج محض سہولت کی خاطر کیا گیا ہے۔ صرف نمبر مکان والدین کا کافی نہ تھا۔ اس جدول کے ذریعہ جب ذیل امور پر روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔

- ۱۔ موضع میں جملہ کتنے خاندان ہیں۔ ان خاندانوں میں مقروض کتنے ہیں اور غیر مقروض کتنے۔ اوسط قرضہ فی خاندان کیا ہے۔ اسی طرح اوسط قرضہ فی مقروض خاندان بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔
- ۲۔ فی کس قرض کا بار بھی اسی کے ذریعہ معلوم کیا جاسکتا ہے۔
- ۳۔ بلحاظ مذہب قرض کی تقسیم بھی اس کے ذریعہ کی جاسکتی ہے۔
- ۴۔ قرض کا پیشہ ورانہ تجزیہ بھی اس کی مدد سے کیا جاسکتا ہے۔
- ۵۔ نیز یہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ موضع ہذا میں جملہ کتنے ساہوکار قرض دیتے ہیں۔ بلحاظ مذہب ان کی کیا تقسیم ہے۔ ان ساہوکاروں میں مقامی کتنے ہیں اور غیر مقامی کتنے۔
- ۶۔ مزید برآں یہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ فی آسامی کتنے مختلف ساہوکاروں کا قرض دار ہے۔
- ۷۔ قرض کی جنسی اور قرضی تقسیم بھی اسی کی مدد سے کی جاتی ہے۔
- ۸۔ یہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ قرض میں ذاتی قرضہ کس قدر ہے۔ آبائی کس قدر اور غلوہ کس قدر۔
- ۹۔ خانہ نمبر (۱۳) کے ذریعہ مختلف قرضوں کی مدت معلوم کی جاسکتی ہے۔
- ۱۰۔ پیداوار اور غیر پیداوار قرضہ کا مواد خانہ نمبر (۱۴) سے لیا جاسکتا ہے۔
- ۱۱۔ پندرہویں خانہ سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ موضع ہذا کن کن شرحوں پر قرضے دیئے جاتے ہیں جملہ قرضہ کس کس قدر قرضہ کن کن شرح پر دیا گیا ہے۔
- ۱۲۔ سولہویں خانے سے کفالتی اور غیر کفالتی۔ سودی اور غیر سودی (قرضہ حسنہ) قرضہ کا مواد لیا جاسکتا ہے۔

نوٹ:۔ مواد کی فراہمی میں صرف اسامیوں کے بیان پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ ساہوکاروں کے بھی باضابطہ بیانات قلم بند کئے گئے۔ مزید برآں بڑے بڑے ساہوکاروں کے (موضع دوپہی کی حد تک) لکھاتہ جات کے نقول بھی حاصل کئے گئے۔ ساہوکاروں اور رعایا کے مواد کی مطابقت سے صحیح حالات پیش کئے گئے ہیں۔

واضح رہے کہ ساہوکاروں کے مواد حاصل کرنے کی خاطر عہدہ داران مال کی امداد حاصل کی گئی ہے۔ رعایا کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے محقق نے مختلف تدابیر اختیار کئے۔ مثلاً تحقیقات کے دوران میں محقق بھوتی باندھ کر ہا کر تا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ بعض لوگ اس چیز کو بیکار تصور کریں۔ لیکن محقق کی رائے میں رعایا کو ہم خیال بنانے کے لئے

یہ ایک اہم چیز تھی رہا سے دیہاتیوں کی یہ ذہنیت ہے کہ جب کبھی کوئی شخص کو عمدہ لباس میں دیکھتے ہیں تو یقینی طور پر اسکو ایک عہدہ دار تصور کرنے لگتے ہیں اور اس کے قریب نہیں آتے۔ دھوئی ان کا لباس ہے اور وہ دھوئی پہننے والے کو اپنا تصور کرتے ہیں انہیں مانوس کرنے کیلئے اس ترکیب کے علاوہ روزانہ تمام پٹر وکس سلگایا جاتا تھا جو تقریباً تمام دیہاتیوں کیلئے ایک نئی چیز تھی۔ مزید برآں ہر روز شام میں تلنگی ریکارڈ بھی سنائے جاتے تھے۔ تلنگی ریکارڈ بطور خاص دیہاتیوں کی خاطر لائے گئے تھے کیونکہ تلنگی زبان کی عام زبان ہے۔

پٹر وکس کی روشنی اور تلنگی ریکارڈوں کی آواز دیہاتیوں کو ان کے مکانات سے اس طرح کھینچ لاتی تھی جس طرح لوہے کو مقناطیس کھینچتا ہے۔ ابھر پٹر وکس روشن ہوا اور ریکارڈ کی آواز گونجنے لگی اور اُدھر دیہاتی کشتان کشتان چلا وڑی (جس میں تحقیق مقیم تھا) میں آسوجو دھوتے۔ نو ساڑھے نو بجے تک چاٹری کا بھن بانٹل بھر جاتا تھا۔ اب تحقیق کا اختیار تھا کہ جو چاہے ان سے پوچھے اور جو چاہے سمجھائے !!!

دیہاتیوں کو اپنا بنانے کیلئے روزانہ دو ایک آنے کا تمباکو بھی صرف کیا جاتا تھا۔ دیہاتی چٹا پالنے والے کو بہت عزیز رکھتے ہیں۔

ان تمباکے کے ذریعہ تحقیق کو مواد کے فراہم کرنے میں غیر معمولی سہولت ہوتی۔ اور اب وہ یقین کئے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ اس نے ہر قسم کا مواد بہت ہی باوثوق طور پر فراہم کیا ہے۔ ہر تحقیق کی (اگر وہ اس موضوع کا باشندہ نہیں جہاں کی وہ تحقیق کر رہا ہے) اولین کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ وہ رعایا کو اس امر کا یقین دلائے کہ وہ جو کچھ بھی دریافت کر رہا ہے ان کی فلاح اور ان کی بہبود کے لئے ہے۔ جب تک ایسا نہ کیا جائے صحیح مواد نہیں فراہم کیا جاسکتا۔

بیان نمبر (۱)

سمسی شواکی خاندانی تاریخ سے متعلق اس کے پڑپوتے سسی سیکا (معرہ ۶ سال کا بیان) میرے پڑدادا سسی شوا کو چار بیٹے — گڈ کا۔ دھر میا۔ چھوٹا شوا اور چھما — تھے بڑے شوا کے انتقال کے بعد گڈ کا اور دھر میا چند نامعلوم وجوہ کی بنا پر دیہات چھوڑ کر چلا گئے اور پھر واپس نہ ہوئے (ہذا بڑے شوا کی زمین اسکے دو بیٹوں (یعنی چھوٹا شوا اور چھما) میں تقسیم ہوئی۔ چھوٹے شوا کو دو بیٹے ہوئے۔ ایک کا نام پر بھتا تھا اور دوسرے کا بوریگا۔ پر بھتا میرا باپ تھا۔ میرے اور دو بھائی تھے ایک کا نام بھیککا تھا اور دوسرے کا ابوگا۔ میرے چچا یعنی بوریگا کو صرف ایک لڑکا ہے۔ اس لڑکے کا نام بھی بھیککا ہے۔

مجھے ایک لڑکا ہے اس لڑکے کا نام لنگیا ہے۔ میرے بھائی کی ایک لڑکی جو گو اتی اس وقت موجود ہے میرے دوسرے بھائی بھیککا کے دو بیٹے ہیں۔ اسمیم ابوگا اور بوتالچما۔ میرے چچا زاد بھائی بھیککا کی ایک لڑکی چھمی موجود ہے۔ چھوٹے شوا کے اس وقت پانچ وارث ہیں — اسمیم ابوگا۔ بوتالچما۔ جو گو اتی چھمی اور میں یہ تو چھوٹے شوا کے حق دار جہاں تک کہ چھوٹے شوا کے بھائی چھما کا تعلق ہے اسکو دو بیٹے ہوئے۔ لنگا اور راجا۔ لنگا کے بطن سے دھرا اور چھما پیدا ہوئے۔ راجا کا پیٹا پٹھ مٹ پوچیکا ہے۔ دھرا کا ایک لڑکا پوچیکا اس وقت موجود ہے چھما کو ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے لڑکے کا نام لنگا ہے اور لڑکی کا نام جو گو گڈی پرو اس طرح بڑے شوا کے بیٹے چھما کے اس وقت تو حق دار ہیں۔“ فقط

ابہام سیکا ولد پر بھتا

نوٹ:۔ زمینات کی تقسیم کا حال معلوم کرنے کیلئے سینتوار سے مدد لی گئی ہے۔ مزید برآں بھادرا و صاحب

بیان نمبر (۲)

دھرمو کی خاندانی تاریخ سے متعلق اس کے پڑپوتے سسی ساریڈی (معرہ ۵ سال) کا بیان ہے۔

”میری پڑدادی کا نام دھرمو تھا۔ دھرمو کو تین بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام نرساریڈی۔ دوسرے کا چناریڈی اور تیسرے کا گنگا رڈی تھا۔ نرساریڈی کو ایک لڑکی تولد ہوئی۔ اسکا نام بھی دھرمو تھا اس دھرمو کو بھی ایک لڑکی ہوئی۔ اس کا نام بھی دھرمو رکھا گیا۔ دھرمو فوت ہو چکی ہے لیکن اب اس کا شہر (جو کہ اسکا وارث ہے) موجود ہے۔

نرساریڈی کے بھائی چناریڈی (ولد دھرمو کلاں) کو گنگا رڈی نامی ایک لڑکا ہوا جو اب تک بقید حیات ہے۔

تھرساریڈی و چناریڈی (ولد و دھرمو کلاں) کے بھائی گنگاریڈی (ولد و دھرمو کلاں) کو دو لڑکے ہوئے ایک کا نام سایاریڈی کلاں اور دوسرے کا سایاریڈی خورد تھا۔ سایاریڈی کلاں کے بعض سے تین لڑکے اور ایک لڑکی — سایاریڈی۔ گنگاریڈی کلاں۔ گنگاریڈی خورد اور گنگوبائی — ہے۔ سایاریڈی کلاں کو دو لڑکے ہیں ان لڑکوں کا نام بھی سایاریڈی کلاں اور سایاریڈی خورد ہے۔ دھرمو کلاں کے اس وقت آٹھ حق دار۔ گنگاریڈی گنگاریڈی۔ سایاریڈی۔ گنگاریڈی کلاں۔ گنگاریڈی خورد۔ گنگوبائی۔ سایاریڈی کلاں اور سایاریڈی خورد۔ ہیں، نقطہ دستخط سایاریڈی ولد سایاریڈی کلاں

موشیوں کی کارکردگی سے متعلق چند تجربہ کار کسانوں کا بیان

بیان نمبر (۳)

”ہمارے دیہات کے بیل عموماً پانچ سال میں ناگرکشی کے قابل ہوتے ہیں لیکن مجبوری کے تحت چار سال کی عمر سے کام لیا جلدے لگتا ہے نتیجہ یہ کہ عموماً بیلوں کے سینے سوکھ جاتے ہیں۔ درجہ اول کا بیل چار سال میں ناگرکشی کے قابل ہو جاتا ہے۔ دوم اور سوم درجہ کے بیل پانچ سال میں تیار ہوتے ہیں۔

درجہ اول کا بیل نو سال کام دے سکتا ہے۔ درجہ دوم اور سوم کے بیل سات اور پانچ سال کام دیتے ہیں۔ درجہ اول کے بیلوں کی ایک جوڑت ایک دن میں ۲۰ گنتے تری یا ۲۰ گنتے خشکی کی ناگرکشی کر سکتے ہیں درجہ دوم کے بیلوں کی ایک جوڑ روزانہ ۱۵ گنتے تری یا ۱۰ گنتے خشکی پر ناگرکشی کر سکتی ہے۔ درجہ سوم کے بیلوں کی ایک جوڑ پندرہ گنتے تری یا ۱۰ گنتے خشکی (فی یوم) سے زیادہ کی ناگرکشی نہیں کر سکتی۔

اگر کھلک (بھینسا) قوت دار ہے تو چار سال میں ناگرکشی کے قابل ہوتا ہے۔ ورنہ پانچ سال میں تیار ہوتا ہے درجہ اول دوم اور سوم کے کھلک (بھینسا) علی الترتیب ۹، ۷ اور ۵ سال تک کام دیتے ہیں۔ درجہ اول کے کھلکوں کی ایک جوڑ روزانہ ۲۰ گنتے تری یا ۲۰ گنتے خشکی کی ناگرکشی کر سکتی ہے درجہ دوم کے کھلک روزانہ ۱۵ گنتے تری یا پندرہ گنتے خشکی کی ناگرکشی کر سکتے ہیں۔ درجہ سوم کے کھلک (ایک جوڑ) روزانہ ۱۰ گنتے تری یا ۱۰ گنتے خشکی سے زیادہ کی ناگرکشی نہیں کر سکتے۔

ہمارے دیہات کی گاؤں عموماً پست قامت اور دلی ہوتی ہیں۔ عام طور پر ان کا دودھ نہیں دھویا جاتا بلکہ پاڑوں کے لٹے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہاں کی درجہ اول کی گاؤں روزانہ سو امیر سے زیادہ دودھ نہیں دے سکتی۔ درجہ دوم کے گاؤں صبح میں پاؤ امیر اور شام میں دوڑ پاؤ دودھ دیتی ہیں۔ درجہ سوم کی گاؤں صرف شام میں پاؤ امیر دودھ دیتی ہے۔ درجہ اول کی گاؤں چار سال میں بچہ دینے کے قابل ہوتی ہے۔ درجہ دوم و سوم کی گاؤں پانچ سال میں اس قابل ہوتی ہیں۔ ہمارے دیہات میں درجہ اول دوم اور سوم کی گاؤں بالترتیب ۱۲، ۱۱ اور ۱۰ سال کی عمر تک بچہ دیتی رہتی ہیں۔ اپنی زندگی میں علی الترتیب ۵، ۳ اور تین بچے دیتی ہیں۔

بھینس دودھ حاصل کرنے کی خاطر رکھی جاتی ہیں۔ ہمارے دیہات میں درجہ اول کی بھینس صبح ایک گھنٹہ اور شام چھ گھنٹہ دودھ دیتی ہے۔ درجہ دوم کی بھینس صبح تین پاؤ اور شام میں ایک سیر دودھ دیتی ہے۔ درجہ سوم کی بھینس صبح آدھ سیر شام تین پاؤ دودھ دیتی ہے۔

درجہ اول کی بھینس چار سال میں بچہ دینے کے قابل ہو جاتی ہے۔ دوم اور سوم درجہ کی بھینس عموماً پانچ سال میں اس قابل ہوتی ہیں۔ اول دوم اور سوم درجہ کی بھینس علی الترتیب ۱۲-۱۲ اور ۱۰ سال کی عمر تک بچے دیتی رہتی ہیں نہ اپنی زندگی میں بالترتیب عموماً ۶-۵ اور تین بچے دیتی ہیں۔

ہماری دانست میں جیل جب کبھی ازکار رفتہ ہو جاتے ہیں تو انکو قصاب کے ہاتھوں فروخت کر دیا جاتا ہے۔ برعکس اسکے وہی اور نا کارہہ گائیکوں کو عموماً انہیں فروخت کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ گائیک میں چرچک کر پنا پیرٹ پال لیتی ہیں۔ جب تک زندہ رہتی ہیں کچھ نہیں تو بھینتوں کیلئے کھا دیا جاتا ہے۔ کائے چونکہ ایک مذہبی جانور ہے اس لئے بھی انکو قصاب وغیرہ کے ہاتھوں فروخت نہیں کیا جاتا بلکہ عمر مٹی کو پہنچ کر کہہ کیلئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ فقط

دستخط سایا ریڈی (۲) ابراہم ناراین ریڈی کلان (۱) گواہ دستخط پولیس ٹیبل
ابھام جکار ریڈی (۳) ابراہم لولی کارنگکار ریڈی ۲ گواہ دستخط مالی ٹیبل

بیان نمبر (۳)

نہر نظام ساگر کی اجرائی سے متعلق چند تجزیہ کار نامہ شدہ کسانوں کا بیان۔

اجرائی نہر کی وجہ سے ہمیں بجائے فائدے کے نقصان ہو رہا ہے۔ ترزیمینات کے مقابل خشک زمینات کی کاشت میں ہمیں زیادہ منافع ملتا ہے۔ خشک زمینات کے مقابل ترزیمینات کی مالگداری بہت زیادہ ہند ترزیمینات کی کاشت میں اسقدر گنجائش نہیں ہوتی کہ مصارف پیدائش اور مالگداری کی منہائی کے بعد قابل لحاظ آمدنی ہو سکے۔ اکثر ترزیمینات آمدنی اسقدر قلیل ہوتی ہے کہ اس سے مصارف پیدائش اور مالگداری کا کھل حاصل ہوتا ہے۔ بعض مرتبہ تو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ ہمارے لئے بہتر یہی ہے کہ ہم زیادہ تر خشک اراضیات کی کاشت کریں اور اس کے ساتھ ساتھ تھوڑی بہت ترزیمینات کی بھی کاشت کی جائے۔ ترزیمینات جب کہ تھوڑی ہوں تو ہم کھاد بھی کافی مقدار میں دے سکتے ہیں اور پیداوار بھی اچھی ہوگی۔ اگر ہمیں خشک زمینات مل جائیں تو ہم ترزیمینات کی کاشت سے بڑی حد تک دست بردار ہو جائیں گے۔ فقط

۱۔ دستخط سایا ریڈی (۲) ابراہم جکار ریڈی (۱) گواہ دستخط پولیس ٹیبل
۳۔ ابراہم لنگکار ریڈی (۳) ابراہم لولی کارنگکار ریڈی ۲ گواہ دستخط مالی ٹیبل

بیان نمبر (۵)

مستی چنار ریڈی صاحب ساہو کا بیان ان کے لین دین سے متعلق۔

”ساہوکاری میرا کافی پیشہ ہے میں اس دیہات کے علاوہ دیگر دیہاتوں مثلاً سوسراٹھانہ اور رخیل وغیرہ میں بھی قرض دیتا ہوں۔ اس دیہات کے تقریباً تمام لوگ میرے مقرض ہیں۔ صرف اس دیہات میں میرا کھاتا ۲۰ ہزار روپے زیادہ ہے۔“

میرا بن چار کھاتے ہیں نمبر (۱) کھاتا قدیم قرضہ جات (۲) کھاتا متعلق لاونی (۳) کھاتا متعلق خالص قرضہ جات۔ (۴) کھاتا بنگل۔ ان چاروں کھاتوں کا حساب علیحدہ علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ میں نے لین دین کا باضابطہ حساب کرتا ہوں، رکھنے کے لئے وہ ملازم رکھے ہیں۔

قدیم قرضہ جات سے متعلق میری یہ کوشش ہوتی ہے کہ انکی قسط بندی کر کے وصول کروں۔ لاونی کھاتے میں ایک روپیہ فی صد سود لگاتا ہوں اور ۶۵ روپیہ سے لاونی لیتا ہوں۔ میرے ہاں خالص سودی شرح کم سے کم ایک اور زیادہ سے زیادہ دیر بعد فی صد ماہانہ ہے۔ سود و رسو کا حساب لگاتا ہوں جسکی قرض کی صورت میں سود بنگل جنس لیا جاتا اور فضل سے قبل ایک من دھان میں جاسی تو اختتام فضل پر ویرہ من وصول کرتا ہوں۔

وصول باقی کا اندراج صرف کھاتوں میں رہتا ہے۔ آسامیوں کو رساؤ وغیرہ کچھ نہیں دیتا۔ آپکی تحقیقات سے قبل قانون قرضہ کا مجھے علم نہ تھا۔ تم کوئے دونوں میں نہ کاری لائس حاصل کرونگا اگر مصالحتی بوڑھے ذریعہ میرے قدیم قرضہ جات کا تصفیہ ہو سکے تو میں بخوشی رضی ہوں کیونکہ اس میں خود میرا فائدہ ہے۔ آپکی ایسا کے مطالب میں اپنے جلد کھاتا جات کے نقول دیئے ہیں۔ ان کی صحت یا عدم صحت کے متعلق میرے باقی داروں سے بھی دریافت کیا جاسکتا ہے فقط دستخط چناریدی ساہو - ۱۔ گواہ دستخط پولیس ٹپیل - ۲۔ دستخط مالی ٹپیل۔

بیان نمبر (۶)

مسمی کو مٹی نرسلو صاحب ساہو کا بیان ان کے لین دین سے متعلق۔

”موضوع ہذا میں میں لین دین کا کاروبار کرتا ہوں۔ اس دیہات میں میرا کھاتا دو ہزار سے زیادہ ہے۔ میرے ہاں باضابطہ کھاتا وغیرہ نہیں ہے۔ صرف یادداشت لکھ دیتا ہوں۔“

شرح سود کم سے کم ایک روپیہ اور زیادہ سے زیادہ دھائی فیصد وصول کرتا ہوں۔ سود و رسو کا حساب لگاتا ہوں۔ چلر قرضوں پر مسمی سود وصول کرتا ہوں۔ اگر ابتدائے فصل پر ایک روپیہ قرض دوں تو اختتام فصل پر ایک تادمہ پائیلی دھان بطور سود وصول کرتا ہوں۔

کفالتی قرضہ بہت کم لئے جلتے ہیں۔ چونکہ ہم آسامیوں کو اچھی طرح جانتے ہیں لہذا کفالت کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔ ہم آسامیوں کی جائداد سے زیادہ انکی زبان کا لحاظ ہوتا ہے مجھے اب تک کسی آسامی نے دھوکہ نہیں دیا میں نے آپ کو اپنے قرضداروں سے متعلق جو فرست دی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ آپ آسامیوں سے حقیقی فرما سکتے ہیں فقط دستخط کو مٹی نرسلو - ۱۔ گواہ دستخط پولیس ٹپیل - ۲۔ گواہ دستخط مالی ٹپیل۔

بیان نمبر (۷)

ممسی کو گنتی گنتی صاحب ساہو کا بیان ان کے لین دین وغیرہ سے متعلق۔
 ”میں نے آج سے تقریباً ۲۵ سال قبل لین دین کا کاروبار شروع کیا۔ ابتداً میری مالی حالت اس قدر محکم
 نہ تھی۔ ایک سفالی معمولی مکان میں رہتا تھا اس وقت میرے ہاں ذاتی زمین بھی نہ تھی ساہوکاری کے ساتھ ساتھ تجارت کا
 بھی آغاز کیا۔ ابتداً میرے ہاں صرف ایک ملازم تھا۔

لین دین اور تجارت کی وجہ سے میری مالی حالت بتدریج ٹھیک ہوتی گئی۔ چنانچہ اب میری جائداد ۲۰-۲۵
 ہزار ہے۔ میں نے دیرہ ایک ہزار روپیہ کے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا۔ اس وقت میں دو مندرجہ مکان میں رہتا ہوں مکان کی
 قیمت تقریباً ۴ ہزار ہے۔ اس وقت میرے ہاں تقریباً ایک سو پچیس روپیہ تحصیل کی زمین ہے۔ میرے ہاں اس وقت ۱۲
 ملازم ہیں۔ ان کو بیس سالانہ ۵۰ روپیہ تنخواہ دیتا ہوں (فی ملازم) تمام ملازم میرے باقی دار ہیں۔

میں مختلف شروعات پر قرض دیتا ہوں۔ بعض آسامیوں کو نصف لاؤنی اور نصف سود کے حساب سے
 قرض دیتا ہوں۔ لاؤنی پچاس فیصد کی سے لیتا ہوں۔ یعنی یہ کہ اگر ابتدائے فصل پر قرض دیا جائے تو اختتام فصل پر
 تقریباً نصف قیمت سے (دی ہوئی رقم کا) غلہ خریدتا ہوں باقی نصف رقم پر ایک روپیہ سے لیکر دس روپیہ فیصد
 تک سود لگاتا ہوں۔ علاوہ انہیں بجل کے حساب سے بھی قرض دیتا ہوں۔ اگر ابتدائے فصل پر ایک روپیہ قرض دو
 توفصل کے اختتام پر ایک پائیلی دھان بطور سود وصول کرتا ہوں۔ مزید برآں غاص قرض قرضہ بھی دیتا ہوں۔ قرضی
 شرح سود کم سے کم دو فیصد مالانہ اور زیادہ سے زیادہ تین فیصد مالانہ لیتا ہوں۔

اگر آسامی واجب الوصول قرض دے دیں تو مقدمہ دائر کر کے ڈگری حاصل کرتا ہوں جب سے کہ میں نے
 لین دین کا کاروبار شروع کیا ہے اب تک تقریباً تیس مقدمات دائر کئے ہیں۔ سال حال میرے چار مقدمے دائر ہیں
 ایک مقدمہ برید پور سے متعلق ہے۔ دوسرا مام دی سے اور دو بجل سے متعلق ہیں۔ میرے ہاں کوئی وکیل ملازم
 نہیں ہے۔ ہر مقدمہ کی فیس علیحدہ دیتا ہوں۔

میں نے اپنے کھاتہ کی جو نقل (متعلق موضع دوپلی) آپ کو دی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اس کی تصدیق
 آسامیوں سے دریافت کے بعد کی جا سکتی ہے“ فقط

دستخط کوئی گنتی ساہو ۱۔ گواہ دستخط پولیس شیل۔ ۲۔ گواہ دستخط مالی شیل۔

بیان نمبر (۸)

محمد صاحب ولد اعلیٰ صاحب ساہو کا بیان ان کے لین دین سے متعلق۔

”میں عموماً چلر قرضے مثلاً ۵۔ ۱۰۔ ۱۵۔ ۲۰ اور ۲۵ دیتا ہوں۔ اگر میں آغاز فصل پر
 کسی آسامی کو دو روپیہ قرض دوں تو اختتام فصل پر ایک من دھان لیتا ہوں۔ ایک من دھان کی قیمت ساڑھے تین روپیہ

لیکرتین روپیہ بارہ آنہ تک رہا کرتی ہے۔

ہمارا جوان قرض داروں سے وصولات کے وقت بھتہ بھی وصول کرتا ہے۔ بھتہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ ملازم بھتہ اپنی جانب سے وصول کرتا ہے۔ بھتہ وصول کرنے کیلئے ہماری طرف سے کوئی ہدایت نہیں ہوتی۔ میں نے اپنے کھاتے (متعلق دوپٹی) کی جو نقل دی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ آپ میرے خیاب میں آسامیوں سے اس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ فقط

دستخط محمد اسماعیل ساہو
۱۔ گواہ دستخط مالی ٹیل ۲۔ گواہ دستخط پولیس ٹیل

بیان نمبر (۹)

مسمی رحمت شاہ صاحب ساہو کے گماشتے مسمی ونگیش صاحب کا بیان ان کے مالک کے لین دین کے متعلق۔
”یہ بیان میں اپنے مالک کی اجازت سے دے رہا ہوں۔ چونکہ جب امور مجھ سے متعلق ہیں لہذا آپ مجھ سے ہر چیز دریافت فرما سکتے ہیں۔

ہم خالص رتھی قرضہ کم سے کم ایک روپیہ فیصد ماہانہ اور زیادہ سے زیادہ تین فیصد ماہانہ کے حساب سے دیتے ہیں۔ لاؤنی چالیس روپیہ گھنٹی کے حساب سے لیتے ہیں۔ فقط
دستخط ونگیش گماشتہ رحمت شاہ ساہو۔ ۱۔ گواہ دستخط پولیس ٹیل ۲۔ گواہ دستخط مالی ٹیل

نوٹ :- مذکورہ ساہو کاروں کے علاوہ حسب ذیل ساہو کاروں کے بیانات بھی قلمبند کئے گئے۔
مزید برآں ان کے کھاتہ جات کے نقول بھی حاصل کئے گئے۔

- ۱۔ سالے آشیگا ولد دیوتا ۲۔ سالے راجیا ولد دیوتا ۳۔ نرسا ولد بھیمیا ۴۔ راج رام ولد چنیا
 - ۵۔ راج رام ولد نگوجی ۶۔ سنار پھمائی ۷۔ سنار نرہری
- واضح ہے کہ یہ تمام ساہو کار چلہ قسم کے ہیں جو عموماً چھوٹی رقمیں قرض دیتے ہیں۔

بیان نمبر (۱۰)

موصول قرضہ کے ذرائع سے متعلق چند نمائندہ کسانوں کا بیان۔

”ہمارے دیہات میں حصول قرض کا سب سے بڑا ذریعہ ساہو کار ہیں۔ سرکاری انجن کے ذریعہ بھی قرض ملتا ہے لیکن اس کی مقدار بہت ہی محدود ہے۔ انجن کے قیام سے ہماری دھتوں میں کوئی نمایاں کمی نہیں ہوئی۔ ہمارے لئے انجن کا وجود اور عدم وجود دونوں برابر ہیں۔ تقاوی پر بھی رقمیں بطور قرض ملتی ہیں۔ لیکن اس کی مقدار بھی بہت محدود ہوتی ہے۔ ساہو کار اس میں شک نہیں کہ ہم سے زیادہ شرح پر سود وصول کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں جب کبھی بھی قرض کی ضرورت پڑتی ہے تو دینے سے تپسی انکار نہیں کرتے۔ سو روپیہ طلب کئے جائیں تو پچاس ضرور دئے جاتے ہیں۔ شادی بیاہ کیلئے ساہو کار ہی ہماری مدد کرتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو ہمارے معاملات ٹس سے مس

نہ ہو سکیں فقط ۱۔ ۱۔ اہام گو گو صاحب ۲۔ اہام لونی کار گنگا ریڈی ۳۔ اہام کنیا
۴۔ اہام بابن صاحب ۵۔ اہام کونیر زملو ۶۔ اہام کونیر لاجیا

بیان نمبر (۱۱)

مانگ گنگیا ولد علیا کا بیان اس کے قرضے سے متعلق۔

”میں نے ساہو کار رحمت شاہ ساکن رنجل سے (۱۳۴۷ء) میں روپیہ قرض حاصل کئے
ساہو کار سے وعدہ کیا کہ میں روپیوں میں سے دس روپیوں کے دھان بحساب دو روپیہ من فروخت کروں گا جب کہ
دھان کا بازاری نرخ تین روپیہ آٹھ آنہ من رہتا ہے۔ باقی دس روپیوں پر فی روپیہ ایک پائیلی دھان کے حساب سے
بچل ادا کروں گا“ فقط

بیان نمبر (۱۲)

ڈوبو پوجی کا بیان اس کے قرضے سے متعلق۔

”میں نے رحمت شاہ ساہو ساکن رنجل سے گزشتہ فصل تابی (۱۳۴۷ء) کی تحصیل پر چودہ روپیہ قرض
حاصل کئے۔ قرض کی ادائیگی اس طور پر قرار پائی کہ چودہ روپیوں میں سے آٹھ روپیہ کے دھان چالیس روپیہ کھنڈی کے حساب سے
فروخت کئے جائیں جب کہ ایک کھنڈی کا بازاری نرخ پچھتر روپیہ ہو تا ہے باقی چھ روپیوں پر فی روپیہ ایک پائیلی کے
حساب چھ پائیلی دھان دیئے جائیں“ فقط

اہام ڈوبو پوجی گواہ۔ دھنن پوٹیس ٹیل۔ گواہ۔ دستخط مالی ٹیل

بیان نمبر (۱۳)

بھنڈا ربوگا کا بیان اس کے قرضے سے متعلق۔

”میں نے گزشتہ فصل آبی (۱۳۴۷ء) پر محمد صاحب ساہو ساکن ڈیر پٹی سے دس روپیہ قرض حاصل کئے
وعدہ کیا کہ آئندہ فصل یعنی فصل تابی (۱۳۴۷ء) پر دس روپیہ کی ادائیگی میں پانچ من دھان فی من دو روپیہ کے حساب سے
فروخت کروں گا جب کہ دھان کا بازاری نرخ تین روپیہ آٹھ آنہ رہتا ہے“ فقط

اہام بھنڈا ربوگا ۱۔ گواہ۔ دھنن پوٹیس ٹیل ۲۔ گواہ۔ دستخط مالی ٹیل

بیان نمبر (۱۴)

سابنگا بکور کا بیان اس کے قرضے سے متعلق۔

”میں نے کوٹھی زملو ساہو ساکن دو پٹی سے تین سال قبل پانچ روپیہ بطور قرض حاصل کئے۔ شرح سود
فی روپیہ دو پائیلی دھان (فصل پر) قرار پائی۔ اگر میں اس فصل آبی (۱۳۴۷ء) پر سود ادا کروں تو تین سال
پورے ہو جاتے ہیں۔ قرض لینے کے بعد اب تک ہر فصل پر دس پائیلی بطور سود دیتا چلا آ رہا ہوں۔ پانچ روپیوں کی

ادائی ابھی تک نہیں ہوئی۔ سو مکے دھان اپنی پائیلی سے ناپ کر لیتا ہے۔ یہ پائیلی نمبری پائیلی کے مقابل اودہ سیر زیادہ ہوتی ہے۔ مجھے جبوراً اس پائیلی سے ناپ کر دینا پڑتا ہے۔“ فقط
ابہام سائیکا بکوڑ ۱۔ گواہ دستخط پولیس ٹیل ۲۔ گواہ دستخط مالی ٹیل

بیان نمبر (۱۵)

پلا گنگلیا ولد گنگلیا کا بیان اس کے قرض سے متعلق
”میں آج سے تقریباً چار سال قبل کوٹھی ترسلو ساہو سے چھ روپیہ وھنٹری کی ایکٹ بندی کیلئے بھال کئے
شرح سودنی روپیہ دو پائیلی دھان (پرنصل پر) قرار پائی۔ میرے قرض کا سلسلہ اب تک جاری ہے ہر سال مجھے
جس قدر دھان ہو سکے سود میں ادا کرتا چلا آ رہا ہوں۔ ابھی اصل کی ادائی نہیں ہوئی۔“ فقط
ابہام پلا گنگلیا ۱۔ گواہ دستخط پولیس ٹیل ۲۔ گواہ دستخط مالی ٹیل

بیان نمبر (۱۶)

نانیا ولد سائیکا کا بیان اس کے قرض سے متعلق۔
”میں آج سے آٹھ سال قبل ترسما سے دس روپیہ قرض حاصل کئے۔ تیس تولہ چاندی کی چیزیں بطور کفالت
رکھوایا۔ شرح سود دس روپیہ کو چار آنہ ماہانہ قرار پائی۔ اس حساب سے برابر آٹھ سال سے سود ادا کرتا چلا آ رہا
ہوں۔ مجھے بہ یک وقت دس روپیہ نہیں ملتے تاکہ چیز چھڑا سکوں۔“ فقط
ابہام نانا ۱۔ گواہ دستخط پولیس ٹیل ۲۔ گواہ دستخط مالی ٹیل

بیان نمبر (۱۷)

”میں نے اپنی خواہش و رضامندی سے مولوی محمد ناصر علی صاحب کے ذریعہ اپنے حسب ذیل آسامیوں کے
قدیم قرضوں کا تصفیہ کروا لیا ہے۔
۱۔ لولی کار گونگا ریڈی ولد ترسیا ساکن دوپٹی ۲۔ پیٹا سائیکا وکلنا ساکن دوپٹی ۳۔ راکا گور ساکن دوپٹی
مندرجہ بالا آسامیوں اور میرے مابین صاحب موصوف نے جو تصفیے کیا ہے ان میں کا کوئی تصفیہ نہ تو
میرے حق میں کسی طرح نقصان دہ ہے اور نہ کسی آسامی کے حق میں۔ دیگر قدیم قرضہ جات کا تصفیہ بھی اگر اسی طور پر
ہو سکے تو فریقین کیلئے باعث سہولت ہو گا۔ فقط
دستخط کوٹھی ترسلو ساہو ۱۔ گواہ دستخط پولیس ٹیل ۲۔ گواہ دستخط مالی ٹیل۔

بیان نمبر (۱۸)

”میں نے اپنے آسامی بھی کیا کے قدیم قرضہ کا تصفیہ مولوی محمد ناصر علی صاحب کے ذریعہ اپنی خوشی و رضامندی کروا لیا۔ فقط
دستخط کوٹھی گنپتی ساہو ۱۔ گواہ دستخط پولیس ٹیل ۲۔ گواہ دستخط مالی ٹیل۔

بیان نمبر (۱۹)

”میں نے محمد ناصر علی صاحب سے اس امر کی خواہش کی کہ وہ میرے آسامی اوٹم پر بھاکے قدیم قرضے کا تصفیہ کر دیں جس طرح کہ انہوں نے دیگر آسامیوں کے مابین کیا ہے“ فقط
ابہام سنار چھائی ساہو ۱۔ گواہ دستخط پولیس ٹیل ۲۔ دستخط گواہ مالی ٹیل

بیان نمبر (۲۰)

”میں نے اپنے آسامی لنگار بڈی کے قدیم قرضہ کا تصفیہ مولوی محمد ناصر علی صاحب کے ذریعہ کروا لیا ہے۔ صاحب موصوف نے جس طور پر تصفیہ کیا ہے اور جس قسم سے اقساط بندی کی ہے وہ فریقین کے منافی نہیں“ فقط
دستخط سنار نہری ساہو ۱۔ گواہ دستخط پولیس ٹیل ۲۔ گواہ دستخط مالی ٹیل

بیان نمبر (۲۱)

”میں نے محمد ناصر علی صاحب کے ذریعہ اپنے آسامی مہمی بابن صاحب کی زمین کا تصفیہ کروا لیا ہے۔ اگر اسی قسم کے تصفیے دیگر قدیم قرضہ جات سے متعلق بھی ہو سکیں تو یہ چیز نہ صرف ساہوکاروں بلکہ آسامیوں کے حق میں بھی باعث سہولت ہوگی“ فقط
دستخط چنار بڈی ساہو ۱۔ گواہ دستخط پولیس ٹیل ۲۔ گواہ دستخط مالی ٹیل

بیان نمبر (۲۲)

”میں نے مولوی محمد ناصر علی صاحب کے ذریعہ اپنے آسامی نانیا کے قدیم قرضہ کا تصفیہ کروا لیا ہے صاحب موصوف کے تصفیہ کے مطابق میں نے اپنی خوشی و رضامندی سے کئی مذکور کی رہنمائی واپس کر دیئے ہیں۔ اور اپنا قرضہ یکدم شست بے باقی کر لیا ہے“ فقط

ابہام سلے نرسا ولد بیجمیا ساہو ۱۔ گواہ دستخط پولیس ٹیل ۲۔ گواہ دستخط مالی ٹیل

بیان نمبر (۲۳)

”میں نے اپنی خنٹی و رضامندی سے اپنے آسامی چھما ولد دیو گاکا کے قرض کا تصفیہ مولوی محمد ناصر علی صاحب کے ذریعہ کروا لیا ہے“ فقط
ابہام سالے راجیا ساہو

بیان نمبر (۲۴)

”میں نے مولوی محمد ناصر علی صاحب کے ذریعہ اپنے حسب ذیل آسامیوں کے قدیم قرضوں کا تصفیہ کروا لیا ہے“ فقط
۱۔ مسی سائی ۲۔ گینگے ابوگا ۳۔ گینگیا ۴۔ اندو لھمی ۵۔ بیکاری پلینگا
۶۔ کنڈور پوچیکا ۷۔ کمار کابینگا ۸۔ دستخط راج رام لدنگو جی ساہو ۱۔ گواہ دستخط پولیس ٹیل ۲۔ دستخط مالی ٹیل

بیان نمبر (۲۵)

”میں نے اپنی خواہش سے اپنے دو آسامیوں یعنی سندرنڈلی اور ادب دیوی کے قدیم قرضوں کا تصفیہ مولوی

نامصرعی صاحب کے ذریعہ کروالیا ہے۔ "نقطہ دستخط راج رام ولد چنیا ساہو۔ انگوہ دستخط پولیس ٹپل۔ انگوہ دستخط مالی ٹپل

نوٹ :- محقق نے اپنے قیام (۷ یوم) کے دوران میں حسب صراحت ذیل ۸ ساہوکاروں اور ۸ آسامیوں کے مابین قدیم قرضہ جات کا تصفیہ کیا ہے۔

نام ساہوکار	نام باقی دار	نام ساہوکار	نام باقی دار
۱۔ چنار پڈی	۱۔ بابن صاحب	۸۔ راج رام ولد چنیا	۱۷۔ سندر نرلی سائب
۲۔ سائے راجیا	۲۔ پرا لچھیا	۹۔ " " "	۱۸۔ ادب دیوی
۳۔ سائے نرسا	۳۔ نانیا	۱۰۔ " " "	۱۹۔ " " "
۴۔ سہار لچھیا	۴۔ اوشم پر بھا	۱۱۔ " " "	۲۰۔ " " "
۵۔ سار نرہری	۵۔ لنگار پڈی	۱۲۔ " " "	۲۱۔ " " "
۶۔ کومتی نرسو	۶۔ لونی کار گنگا پڈی	۱۳۔ " " "	۲۲۔ " " "
" "	۷۔ پیٹا سائو منع مگا	۱۴۔ " " "	۲۳۔ " " "
" "	۸۔ رام گوڑ	۱۵۔ " " "	۲۴۔ " " "
۷۔ کومتی گنپتی	۹۔ بکیتا	۱۶۔ " " "	۲۵۔ " " "

سندر جہ صدر تمام تصفیہ فریقین کی خواہش کی بنا پر کئے گئے ہیں۔ تصفیہ کے وقت پولیس ٹپل اور مالی ٹپل کو ساتھ رکھا جاتا تھا۔ مزید برآں بعض معتبر آسامیوں سے بھی رائے لی جاتی تھی۔

تصفیہ سے قبل آسامی سے یہ دریافت کیا جاتا تھا کہ اُس نے کب اور کس قدر قرض کس شخص پر حاصل کیا۔ حصول قرض کے بعد اصل یا سود کی ادائیگی کو کر اور کس قدر عمل میں آئی۔ مقررہ کے بیان کی تصدیق ساہوکار سے کی جاتی تھی۔ اختلاف بیان کی صورت میں ان افراد سے مدد لی جاتی تھی جو فریقین کے حالات کو اچھی طرح جانتے تھے۔ بعد ازاں فریقین کو تصفیہ کی شکل بتلائی جاتی تھی۔ جب کہ طرفین کی رضامندی سے تصفیہ قطعی قرار پاتا تو قرض کی جانب سے ایک کاغذ ساہوکار کو لکھوا دیا جاتا اور ساہوکار کی جانب سے مقررہ کو لکھوا دیا جاتا۔ اس کاغذ میں اور ضروری امور کی صراحت کے علاوہ اس امر کی بھی وضاحت کی جاتی تھی کہ طرفین غمی کے ساتھ اس تصفیہ کی پابندی کریں گے۔

محقق نے جس طور پر تصفیہ کئے وہ اس قدر پسند کئے گئے کہ تقریباً ہر قديم مقررہ نے اس امر کی خواہش شروع کر کہ اس کے قرض کا کوئی مناسب تصفیہ کر دیا جائے۔ خود ساہوکار بھی اس تحریک سے متفق تھے۔

محقق کے ہاں نہ تو اس قدر وقت تھا اور نہ وہ تصفیوں کی خاطر دیہات میں مقیم تھا۔ لہذا اس کام کو مجبوراً بند کر دینا پڑا۔

فہرست ساہوکاران جو موضع دُوبلی میں قرض دیتے ہیں۔

مقام سکونت دُوبلی	ذات	نام ساہوکار	سلسلہ نشان
"	موٹروار	چناریڈی	۱
"	کوٹھی	نرسلمو	۲
"	جلالہ	سالے راجیا	۳
"	"	سالے نرسما	۴
"	"	سالے آشنا	۵
"	سار	سار چھمائی	۶
"	"	سار نرہری	۷
رنجلی	کوٹھی	گنپتی	۸
"	مسلمان	رحمت شاہ	۹
یڑپلی	"	محمد صاحب	۱۰
نظام آباد	"	خان صاحب	۱۱
سدیل	لساٹرا	میگسو	۱۲
حاند بدوش	یرکل	یرکل	۱۳
نظام آباد	کوٹھی	گنگا بابیا	۱۴
ھرکل	-	راج رام ولد گوجی	۱۵
"	-	راج رام ولد جنیا	۱۶
الکندہ	-	گوٹھ رنگا	۱۷
"	-	گنڈ نرسیا	۱۸
نظام آباد	کوٹھی	سندر شیوا	۱۹
-	-	سواما ننگم	۲۰
منگل پہاڑ	-	نکارم ننگیا	۲۱
	جلالہ	ابو	۲۲

دیہاتی اور ان کی شیطان پرستی

بیان نمبر (۲۶)

راجیا کا بیان۔

”میری لڑکے پوتیا کو آٹھ یوم سے بخار رہا تھا۔ میں نے اپنے ہمسایوں کے کہنے پر چٹا میدا لیا۔“
 — ایک قسم کا فال دیکھا — ابو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ میرے لڑکے پر شیطان کا اثر ہے اور بخار اسی وجہ سے آ رہا ہے۔ لہذا شیطان کو دور کرنے کی خاطر میں نے ایک بکرا اسکے نام ذبح کیا چٹا میدا لیا دیکھنے کا طریقہ یہ تھوڑی سی جگہ کو صاف کر کے گوبر سے تین مرتبہ لپیٹا جاتا ہے۔ یہی ہوتی جگہ کے وسط میں ایک سیر دھان ڈالے جاتے ہیں۔ ایک لوتے میں باؤلی کا تازہ پانی بھر کر اس کو دھان پر رکھ دیا جاتا ہے۔ لوتے سوپ۔ اور آدمی کو بٹو لگانے کے بعد سوپ کے سامنے چراغ روشن کیا جاتا ہے اور گھٹل ایک خوشبو دار چیز کی مونی دی جاتی ہے۔ دوسرا شخص سوپ کے سامنے بیٹھ کر اس شخص کے پاؤں پڑھتے ہوئے یہ کہتا ہے۔ اگر شیطان کا اثر ہے تو تو دائیں جانب پھر اگر شیطان نہیں ہے تو سیدھی جانب پلٹ۔

اس کے بعد وہ شخص غیر ارادی طور پر پلٹ جاتا ہے۔ اگر دائیں جانب اس کا رخ ہے تو سمجھنا چاہیے کہ شیطان کا اثر ہے اور اگر سیدھی جانب پلٹ گیا ہے تو جاننا چاہیے کہ شیطان کا اثر نہیں ہے۔ فقط

ابھام راجیا

نفلٹ :- تلمنی میں چٹا سوپ کو کہتے ہیں۔ میدا کے معنی اچر کے ہیں۔ ابو یعنی فال چٹا میدا الو سے مراد وہ فال ہے جو سوپ کے اوپر دیکھا جائے۔

بیان نمبر (۲۷)

کنڈو پوچیکا کا بیان۔

”میری لڑکی کو بخار آ رہا تھا۔ میں نے پوت راج سے فال دیکھنے کیلئے کہا۔ پوت راج نے کہا کہ میری والدہ جو فوت ہو گئی تھی شیطان بن کر میری لڑکی کو لپٹ گئی ہے جب تک اس کے نام پر بکرا نہ ذبح کیا جائے بچی کا بخار کم نہ ہو گا۔ لہذا میں بکرا ذبح کرنے پر مجبور ہو گیا۔ پوت راج فال دیکھنے کیلئے کچھ معاوضہ نہیں لیتا نفٹ :- دیہات میں فال دیکھنے والے دو اشخاص ہیں۔ ایک شخص ہاتھ پر جھکیریں ڈال کر فال دیکھتا ہے۔ دوسرا شخص فال دیکھنے کے لئے ہاتھ کو باشت سے ناپیتا ہے۔

بیان نمبر (۲۸)

آور گنگاریدی کا بیان۔

بکرا ذبح کرنے سے دو روز ہو سکتا ہے۔ لہذا میں نے لنگا۔ ٹیڈی کے نام پر ایک بکرا ذبح کیا۔ اس کے بعد سے بنام میں تخفیف شروع ہوئی اور اب میری بیوی باصحت ہے۔ ”فقط دستخط راج ریڈی پولس ٹیل۔“

بیان نمبر (۳۲)

ہن مان لومالی ٹیل کا بیان۔

”میرے شیر خوار بچے کو سیکامک اجابتیں اور تے شروع ہو گئیں۔ دوا کروائی گئی لیکن کمی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ میرے بڑے بیویوں نے کہا کہ چونکہ علاج کے باوجود مرض میں کمی نہیں ہو رہی ہے لہذا شیطان کا اثر ہونا چاہیے۔ شیطان کے لئے نجات پانے کیلئے میں نے ایک بکرا اپنے مکان کے سامنے ذبح کیا۔ اس کے باوجود مرض میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔“

دوسرے دن تمام ہمسائیوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ بکرا مکان کے سامنے ذبح کرنے سے مکان کا شیطان مکان ہی میں رہتا ہے۔ اسکو مکان سے نکالنے کے لئے بکرا جنگل میں ذبح کیا جانا چاہیے۔ لہذا میں نے جنگل میں دوسرا بکرا ذبح کیا۔ پھر بھی مرض میں کوئی افادہ نہ ہوا۔

بعد ازاں میں نظام آباد کے دوا خانہ سے دوا لانی شروع کی پانچ چھ دن دوا استعمال کروائی گئی بتدریج کامل صحت حاصل ہو گئی۔

دیہات میں شیطانوں کے نام پر بکرا ذبح کرنے کا مرض بہت عام ہے۔ گوکہ میں پڑھا لکھا ہوں اور مجھ کو شیطانوں پر اعتقاد نہیں لیکن اس کے باوجود بکرے ذبح کرنے کیلئے مجبور تھا۔ کیونکہ میرے مکان کی عورتوں نے مجھے مجبور کر دیا۔ ”فقط دستخط ہن مان لومالی ٹیل۔“

نوٹ:- ہماری تحقیق کے مطابق سال حال ۲۰۰۸ مکانوں میں سے ۴۳ یعنی تقریباً ۹ فیصد مکانوں میں ایک نہ ایک وجہ سے شیاطین کے نام پر بکرے ذبح کئے گئے۔ بکرے ذبح کرنے والوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ سائے راجیا	۷۔ بھوئی لچھا	۱۳۔ گلاز سیا	۱۹۔ منی کر پوڑ
۲۔ سائے پونیا	۸۔ بھوئی پرا لچھا	۱۴۔ چٹا ریڈی ٹیل	۲۰۔ آکل نرہا
۳۔ دھوبی لچھا	۹۔ بھوئی بندی گگا	۱۵۔ لنگا ریڈی	۲۱۔ آکل ابوگا
۴۔ دھوبی بوڑگاؤں	۱۰۔ گلے وار گنگلیا	۱۶۔ گوگو ساٹنا	۲۲۔ مکھہ ساٹنا
۵۔ سائے دیوتا	۱۱۔ منور گنگلیا	۱۷۔ پوٹیور کا لچھا	۲۳۔ پے سائیگا
۶۔ بھوئی ابوگا	۱۲۔ کمار کا سائیگا	۱۸۔ نرسی	۲۴۔ پے ملوگا وغیرہ وغیرہ

فہرست افراد جنہوں نے ۱۹۳۷ء میں مطابق ۱۹۳۷ء کے دوران میں شامیاں کیں۔

۱۔ بوٹرننگا ریڈی	۴۔ گوگو ساٹنا	۷۔ بوتھا لچھا بھوئی	۱۰۔ پڈم پوچیکا
------------------	---------------	---------------------	----------------

- ۲۔ امیتکار نارائنا ۵۔ سندر برڈو ۸۔ بوتلا بندی گا ۱۱۔ کونگر بھوما
 ۳۔ دھنگر لنگا ۶۔ بھوئی بندی گا ۹۔ کمار سائیکا ۱۲۔ اکول پلایا
 ۱۳۔ بڑھی سائنا

موضع ہذا میں چند اہم فرقوں کے اخراجات شادی حسب ذیل ہیں۔

نام فرقہ	نوعیت شادی	مقدار رقم جو صرف کیجاتی ہے۔
موٹرواڑ	لڑکے کی شادی کے لئے	۵۰۰ تا ۱۰۰۰ روپیہ
	لڑکی کی شادی کے لئے	۱۰۰ تا ۲۰۰
ویرواڑ	لڑکے کی شادی کے لئے	۲۰۰ تا ۵۰۰
	لڑکی کی شادی کے لئے	۵۰ تا ۱۰۰
منورواڑ	لڑکے کی شادی کے لئے	۳۰۰ تا ۵۰۰
	لڑکی کی شادی کے لئے	۵۰ تا ۱۰۰
کوئی	لڑکے کی شادی کے لئے	۱۰۰ تا ۲۰۰
	لڑکی کی شادی کے لئے	۲۵ تا ۵۰
دھنگر	لڑکے کی شادی کے لئے	۱۵۰ تا ۲۵۰
	لڑکی کی شادی کے لئے	۵۰ تا ۱۰۰
مانگ	لڑکے کی شادی کے لئے	۱۰۰ تا ۲۰۰
	لڑکی کی شادی کے لئے	۲۵ تا ۵۰
دھیر	لڑکے کی شادی کے لئے	۱۰۰ تا ۲۰۰
	لڑکی کی شادی کے لئے	۲۵ تا ۵۰

وہ کاغذ جسمی کوٹھی نرسلو ساہو نے تصفیہ کے بعد اپنے آسامی مسمی لیکار گنگا ریڈی کو لکھ دیا۔

”منکرہ کوٹھی نرسلو ساہو ولد گنگا رام ساکن دوپلی لکھتیا ہوں اس بات پر کہ میں نے اپنی خوشی و رضا مندی حسب تصفیہ مولوی محمد ناز علی صاحب اپنے آسامی مسمی لیکار گنگا ریڈی ولد نرسلو ریڈی کیسے واجب الوصول قرض مبلغ ایکھنڈ روپیہ میں سے دس روپیہ معاف کر دیئے ہیں۔ باقی ۹۰ روپیہ کی وصولی چار قسط ہونگی۔ پہلی قسط مبلغ ۳۰ روپیہ آبی سہ ماہیہ کو وصول کی جائے گی۔ دوسری قسط مبلغ ۲۰ روپیہ تالی سہ ماہیہ کو تیسری قسط مبلغ ۳۰ روپیہ آبی سہ ماہیہ کو چوتھی قسط مبلغ دس روپیہ تالی سہ ماہیہ کو اس طرح متذکرہ چار قسطوں میں میرا جملہ واجب الوصول اصل مبلغ ۹۰ روپیہ وصول ہو جائے گا جسے بعد مسمی مذکور پریر کوئی مطالبہ نہ ہوگا۔“

ادائی اصل کے بعد میں نہ صرف وہ دستاویز واپس کروڑنگا جو اب مجھے لکھدیا گیا ہے بلکہ وہ رقم بھی واپس دینگا جو میرے ہاں سابق سے موجود ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس تصفیہ کی سختی کیساتھ پابندی کرونگا۔ فقط دستخط کو مٹی سا ہونے سہلو

وہ کاغذ جو سبھی لیککار گنگا ریڈی ولد زرسار ریڈی نے تصفیہ کے بعد اپنے ساتھ ہی کوٹی نرملہ کو لکھدیا۔
 ”منکہ لیککار گنگا ریڈی ولد زرسار ریڈی ساکن دوپٹی لکھدیتا ہوں اس بات پر کہ حسب تصفیہ مولوی محمد ناصر علی صاحب مٹی کوٹی نرملہ ساہوکی ۹ روپیہ رقم میرے ذمہ واجب الدین ہے حسب تصفیہ صاحب موصوف میں اس رقم کو چار اقساط میں ادا کرونگا۔ پہلی قسط مبلغ ۳۰ روپیہ فصل آبی سہ ماہیہ کو دوسری مبلغ ۲۰ روپیہ فصل تابانی سہ ماہیہ کو تیسری مبلغ ۳۰ روپیہ فصل آبی سہ ماہیہ کو اور چوتھی مبلغ ۱۰ روپیہ فصل تابانی سہ ماہیہ کو دینگا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس تصفیہ کی سختی کیساتھ پابندی کرونگا۔ اگر حسب تصفیہ آبی سہ ماہیہ کا جملہ رقم یعنی ۹۰ روپیہ ادا نہ کر دوں تو جس قدر رقم اس وقت باقی رہے گی اس پر تا ادائی ایک روپیہ فی صد ماہانہ کے حساب سے سود ادا کرونگا۔ دستخط ابھام لیککار گنگا ریڈی ولد زرسار ریڈی

آلات زراعت

انگریزی نام	اردو نام
PLOUGH	ہل
HARROW	بکھر
DANTAL	داتری
SEED-DRILL	دو شیا
SEED-DRILL	پتھن
CART	بٹدی
SUGAR CANE CRUSHER	کو لہو
SICKLE	داتی
GHOWBAR	سبل
SPADE	پھاوڑا
AXE	کھہاڑی

A KIND OF HOE

HOE

STOOL

WINNOWING BASKET

BASKET

کوئکی یا کدالی

کھری

تیانی

سوپ

جھبی

جانوروں کی بیماریوں کے نام

- ۱۔ گالی کی بیماری۔ اس بیماری میں جانوروں کے پاؤں میں کیڑے پڑتے ہیں اور وہ نکلنے لگتے ہیں۔
- ۲۔ گلا کیڑو۔ اس بیماری میں جانوروں کا گلا اکڑ جاتا ہے۔
- ۳۔ نیا کاشیرو۔ اس بیماری میں جانوروں کی زبان پر کانٹے وغیرہ آجاتے ہیں اور وہ چارہ نہیں کھا سکتے۔
- ۴۔ پداروگم۔ اس بیماری میں جانوروں کو کھٹی نسل آتی ہے۔ اور یہ بہت مہلک بیماری ہوتی ہے۔
- ۵۔ مزید برآں جانوروں کو پائوٹلنے لگتے ہیں۔

